Maktaba Tul Ishaat.com

حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم

تأليف

الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي

٣٨٤ - ٤٥٨ ھ

ترجمہ، تحقیق، تعلیق

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

عظیم الشان خوشخبری

★ اب مکتبہ اشاعت آپ کے جیب میں ★

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاؤن لوڈ کریں

نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

نیز ماہنامہ التوحید والسنۃ پلے سٹور اور ویب سائٹ دونوں پر دستیاب ہے۔

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتا بوقتا Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ و تفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مذکورہ ویب سائیٹ پر جاکر فہرست المصنفین پر کلک کریں وہاں اس مصنف کی تمام تصانیف دستیاب ہوں گی یا سرچ بار میں مطلوبہ کتاب کا نام لکھ کر بھی آپ اپنا مطلوبہ کتاب حاصل کرسکتے ہیں

WhatsApp:0320-1914145

ویب سائیٹ **maktabatulishaat.com** (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

Maktaba Tul Ishaat.com

حیاۃ الأنبیاء صلوات اللہ علیہم

بعد وفاتہم

تألیف

الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسین البیہقی

۳۸۴ - ۴۵۸ھ

ترجمہ، تحقیق، تعلیق

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

دار القرآن والسنۃ

ہوتی ٥ شہباز گڑھی ٥ مردان

Maktaba Tul Ishaat.com

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب: حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم

مؤلف: حافظ بیہقی

نام کتاب: أنباءُ الأذكياء بحياة الأنبياء

مؤلف: حافظ سیوطی

ترجمہ، تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

آنرز اِن اِرِبک، فاضل وفاق المدارس الاسلامیہ،

پی ایچ ڈی [علوم اسلامیہ]

اشاعت اول: ۲۰۱۳ء

اشاعت دوم: ۲۰۱۴ء

اشاعت سوم: ۲۰۱۵ء

اشاعت چہارم: ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ = اگست ۲۰۱۶ء

دار القرآن والسنۃ

ھوتی ۔ شہباز گڑھی ۔ مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ

کے نام سے جو

سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

فہرسِ مضامین

مقدمہ طبع چہارم	۹
مُقدّمةُ التحقيق	۱۱
– قرآن مجید میں موت کے معنی	۱۲
– قرآن مجید میں حیات کے معنی	۱۳
– شہداء کیسے زندہ ہیں؟	۱۶
– مسئلہ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام	۲۶
– انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ کی حفاظت	۳۷
– ایک نامعلوم الاسم نبی کا واقعہ	۳۷
– سیدنا سلیمان عليه السلام کے جسدِ اَطہر کی حفاظت	۳۸
– سیدنا دانیال عليه السلام کے جسدِ اَطہر کی حفاظت	۳۹
– إنَّ الله حَرَّمَ على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء	۴۰
– عِظَامُ يوسف عليه السلام	۴۲
– عقیدہ کے اِثبات کے لیے قطعی دلیل درکار ہے	۴۳
– نعیم وعذابِ قبر	۴۵
حیاۃ الانبیاء کے بارے میں بعض علمائے دیوبند کی رائے	۵۰
۱: مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی	۵۰
۲: مفتی کفایت اللہ دہلوی	۵۰
۳: مولانا ظفر احمد عثمانی	۵۱
– قائلین حیاۃ دنیوی	۵۲
۱: کرامیہ ومعطلہ	۵۲

۲: کافی کلینی	۶۶
۳: مولانا احمد رضا خان بریلوی	۶۷
۴: امام بیہقی	۷۰
امام بیہقی کی کتابوں کا علمی رُتبہ	۷۰
۵: امام تقی الدین سبکی	۷۲
۶: حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی	۷۳
حافظ سیوطی کی کتابوں کا علمی رُتبہ	۷۳
– کچھ عجیب وغریب قسم کے دلائل	۷۸
– خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ	۷۸
– خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ	۷۹
– خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ	۸۱
– خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ	۸۱
– ایک اور دلیل	۸۵
– ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ	۸۶

حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم، حافظ بیہقی: ۸۹

حدیث ۱: اَلأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.	۹۱
حدیث ۲: اَلأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.	۹۵
حدیث ۳: اَلأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.	۹۶
حدیث ۴: إِنَّ الأَنبياءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِي قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَلٰكِنَّهُمْ	۹۶
حدیث ۵: مَا مَكَثَ نَبِيٌّ فِي قَبْرِهِ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً حَتّٰى يُرْفَعَ	۹۸
حدیث ۶: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ مَرَّ عَلٰى مُوْسٰى عليه السلام وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ	۹۹
حدیث ۷: مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى [عليه السلام] وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ	۱۰۰

حدیث۸: أتيتُ على مُوسٰى [عليه السلام] لَيْلَةَ أُسرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيْبِ الأَحْمَرِ	١٠٠
حدیث۹: رأيتني في الحِجرِ و أنا أخبر قريشاً عن مَسراي، فسألوني عن	١٠٣
حدیث۱۰: أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خُلِقَ آدم، وفيه قُبِضَ، وفيه النفخة	١٠٩
حدیث۱۱: أكثروا الصَّلاة عَلَيَّ في يوم الجمعة، فإنه ليس يُصلي عَلَيَّ أحدٌ	١١١
حدیث۱۲: أكثروا عَلَيَّ من الصَّلاة في كل يوم جمعة، فإن صلاة أمتي	١١٢
حدیث۱۳: إنَّ أقربكم مني يوم القيامةِ في كل موطن أكثركم عَلَيَّ صلاةً	١١٣
حدیث۱۴: لا تجعلوا بيوتكم قبوراً، ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا عَلَيَّ	١١٤
حدیث۱۵: ما من أحدٍ يسلم عليَّ إلا ردَّ الله إليَّ روحي حتى أردَّ عليه	١١٥
حدیث۱۶: إنَّ لِلّٰهِ عزوجلَّ ملائكة سياحين في الأرض يبلغون عن أمتي	١١٩
حدیث۱۷: ليس من أمة محمد ﷺ يصلي عليه صلاة إلا وهي تبلغه	١٢٠
حدیث۱۸: مَن صَلَّى عند قبري سمعتُه، ومَن صَلَّى عَلَيَّ نائياً أُبلِغْتُهُ	١٢١
حدیث۱۹: رأيتُ النبي ﷺ في النوم فقلتُ: يا رسول الله! هؤلاء الذين	١٢٩
حدیث۲۰: لا تُخَيِّروني على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول مَن	١٣٠
حدیث۲۱: لَا تُفَضِّلُوا بين أنبياء الله تعالى فإنه يُنفَخُ في الصُّورِ فيصعق مَن	١٣٢

أنباءُ الأذكياء بحياة الأنبياء، حافظ سیوطی: ١٣٧

حدیث۱: ما من أحدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلَّا ردَّ الله عَلَيَّ روحي	١٣٨
حدیث۲: إنَّ النبي ﷺ ليلةَ أسري به مَرَّ بموسَى وهو يصلي في قبره	١٣٨
حدیث۳: إنَّ النبي ﷺ ليلةَ أسري به مَرَّ بموسَى وهو قائم يصلي	١٤١
حدیث۴: الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يُصلُّون	١٤١
حدیث۵: هل بلغك أنَّ أحداً يصلي في قبره إلَّا الأنبياء	١٤٢
حدیث۶: أفضلُ أيامكم يوم الجمعة......إنَّ الله حرَّم على الأرض أن	١٤٣
حدیث۷: مَن صلَّى عَلَيَّ عند قبري سمعته ومَن صلَّى عَلَيَّ نائياً	١٤٤

حدیث۸: إنَّ لِلّٰهِ مَلَكاً أعطاهُ أسماع الخلائق	١٤٤
حدیث۹: مَن صلَّى عَلَيَّ يوم جمعة وليلة جمعة	١٤٥
حدیث۱۰: إنَّ الأنبياء لا يُتْرَكُونَ في قبورهم بعد أربعين ليلةٍ	١٤٦
حدیث۱۱: ما مكث نبيٌّ في قبره أكثر من أربعين ليلةٍ حتى يرفع	١٤٦
حیاتِ انبیاء پر قرائن وشواہد	١٤٧
حدیث۱۲: قصہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کا انبیاء کی جماعت سے ملنا	١٤٧
حدیث۱۳: وقد رأيتُني في جماعةٍ من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلي	١٤٨
حدیث۱۴: النَّاسُ يُصعقونَ فأكون أول مَن يفيق	١٤٨
حدیث۱۵: والذي نفسي بيده لينزلنَّ عيسى ابن مريم ثم لئن أقام	١٤٩
حیاتِ انبیاء پر ایک اور [قرآنی] دلیل	١٥٢
حدیث۱۶: لأن أحلف تسعاً أن رسول الله ﷺ قُتِلَ قتلاً	١٥٤
حدیث۱۷: لم أزل أجدُ ألم الطعام الذي أكلتُ بخيبر	١٥٤
امام قرطبی کا قول	١٥٥
البازری کا قول	١٥٧
عبدالقاہر بغدادی کا قول	١٥٨
امام بیہقی کا قول	١٦٠
فصل: إلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِي میں ردروح کا مطلب	١٦١
حدیث۱۸: من لم يوصِ لم يؤذن له في الكلام مع الموتى	١٦٧
حدیث۱۹: ليس على أبيكِ كربٌ بعد اليوم	١٦٨
حدیث۲۰: مَن صَلَّى عَلَيَّ واحدةً صلى الله عليه عشراً	١٧٨
حدیث۲۱: فيردها هذا إلى هذا وهذا إلى هذا حتى ينتهي	١٧٩
حدیث۲۲: لقيتُ ليلةَ أسري بي إبراهيم وموسى وعيسى	١٧٩

Maktaba Tul Ishaat.com

حدیث ۲۳: إذاً تُكفَى هَمَّكَ ويُغفَرُ لَكَ ذَنبكَ	۱۸۰
علمی فہارس	۱۸۳
فہرسِ آیات	۱۸۴
فہرسِ احادیث وآثار	۱۸۷
فہرسِ أعلام	۱۹۰
فہرسِ رُواۃ	۱۹۳
فہرسِ اصطلاحات، بلدان وفرق	۱۹۵
فہرسِ مصادر ومراجع	۱۹۶

دارُ القرآن والسُّنّة
ہوسئی ○ شہباز گڑھی ○ مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبع چہارم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أنزَلَ القرآنَ المبين ؛ يرفع به أقوامًا ويضع به آخرين ؛ و بعثَ محمَّدًا رسولاً أمينًا في الأميين؛فجعله أعلمَ الأولين و الآخرين و خاتم النبيين و سيدالمرسلين؛ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آياته ويُزَكِّيهم ويعلمهم الكتاب و الحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مُّبِيْنٍ.

فأشهَدُ أن لَّا إله إلَّا اللّٰه وحده لاشريك له؛وأشهدُ أنَّ سيدنا مُحَمَّدًا بَلَّغَ الرِّسَالَةَ ؛ و أدَّى الأمانةَ؛ونصحَ الأمة؛فقام بأعباء النبوة خيرَ قيام في العالمين.

فأللهم صَلِّ و سَلِّمْ وبارِك عليه صلوات زاكية؛وتسليمات عالية؛وبركات إلى يوم الدين؛وعلى آله الطيبين الطاهرين؛وأصحابه الذين رفعوا رأيات الإسلام ومنار السُّنَّة بثلج اليقين و بلج الجبين ؛ و على الفقهاء و المحدثين الذين حفظوا حريم الشريعة المحمدية عن تحريف الغالين؛وانتحال المبطلين؛وتأويل الجاهلين؛ووسع مداركهم فجرت منها ينابيع العلم والحكمة وفقه الدين.

أما بعد:فإنَّ خيرَ الحديثِ كتابُ اللّٰه،وخيرَالهَدْيِ: هَدْيُ محمدﷺ ؛ وشَرَّ الأمور محدثاتها،وكلَّ محدثةٍ بدعةٌ؛وكل بدعة ضلالة.

حیات الانبیاء علیہم السلام سے متعلق امام بیہقی کی کتاب کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔اس کے اس ایڈیشن میں حافظ جلال الدین سیوطی کی "أنباءُ الأذكياء بحياة الأنبياء" بھی شامل اشاعت ہے اس لیے کہ دونوں کا موضوع بھی ایک ہی ہے اور حافظ سیوطی کی یہ کتاب امام بیہقی کی کتاب کا تقریباً تتمہ ہی ہے۔اس قسم کی کتابوں کی اشاعت اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ ہم کسی عالم دین

Maktaba Tul Ishaat.com

سے عداوت یا دشمنی رکھتے ہیں بلکہ اِحقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے یہ تگ ودو جاری ہے۔اس کا مقصدوَ اللّٰہِ العظِیم کسی کو نیچا دکھانا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں۔اللہ تعالیٰ ہی دلوں کے راز جانتا ہے۔

امام بیہقی سے بعد میں آنے والے تقریباً سارے لوگوں نے اُن کی کتاب کو سامنے رکھ کر دادِ تحقیق حاصل کرنے کی کوشش کی ہے'اس لیے یہ ضروری ہوا کہ اِس کتاب میں مندرَج روایات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔بس اسی کوشش کے تحت یہ ساری محنت کی گئی ہے۔وبِاللّٰہِ التَّوفیقُ.

خَادِمُ السُّنَّةِ المُطَهَّرَة

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

تَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ ورِضوانِهِ

۷ ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ = ۷-اگست ۲۰۱۶ء

مقدمة التحقيق

بسم الله الرحمن الرحيم

إنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ 'نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ 'وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِأَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا' مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ 'وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ' وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ' وَأَشْهَدُ (۱) أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. [سورۃ آل عمران۳:۱۰۲]

يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًاوَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً.

[سورۃ النساء۴:۱]

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْاقَوْلًاسَدِيْداً۝يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزاًعَظِيْماً ۝ [سورۃ الاحزاب۳۳:۷۰-۷۱]

---

(۱) حافظ ابن القیم لکھتے ہیں کہ: الأحاديث كلهامتفقةٌ على أن نستعينه ونستغفره ونعوذبه'بالنون'و الشهادتان بالإفراد.قال شيخ الإسلام ابن تيمية:لما كان كلمة الشهادة لايتحملها أحدٌعن أحدٍ و لاتقبل النيابة بحال' أفرَدَالشهادة بها'ولماكانت الإستعانة والإستعاذة والإستغفاريقبل ذلك' فيستغفرالرجل لغيره'ويستعين الله لغيره'ويستعيذ باللّٰه له' أتى فيهابلفظ الجمع'ولهذايقال:أللهم أعِنَّاو أعِذناواغفرلنا.[تہذیب السنن۳:۵۴]

"اس حدیث کے تمام طُرُق میں نَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوذُبِہ نون[جمع متکلم] کے ساتھ آئے ہیں'جب کہ کلمہ شہادت میں اِفراد [واحد متکلم] کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے'اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت میں کوئی کسی کی نیابت نہیں کرسکتا'اسی وجہ سے اس کے لیے مفرد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جب کہ استعانت'استعاذہ اور استغفار میں لوگ ایک دوسرے کی نیابت کرسکتے ہیں'اس واسطے ان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔"

Maktaba Tul Ishaat.com

أما بعد: فإنَّ خيرَ الحديثِ كتابُ اللّٰهِ، وخيرَ الهَدْيِ هَدْيُ محمدٍ ﷺ؛ وشَرَّ الأمور محدثاتها، وكلَّ محدثةٍ بدعةٌ، وكل بدعة ضلالة.

—قرآن مجید میں موت کے معنی—

موت، زندگی کی ضد ہے اور اس کی درج ذیل قسمیں ہیں:

[۱] عدم الحیاۃ: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۸]

''تم اللہ تعالیٰ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تم کو جان بخشی۔''

[۲] موت عقابی: اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْامِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَالْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۳]

''بھلا تم نے اُن لوگوں کو دیکھا جو [شمار میں] ہزاروں ہی تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا کہ مر جاؤ [سو وہ مر گئے] پھر اُن کو زندہ کر دیا۔''

[۳] موت اِعجازی: فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۹]

''تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی روح قبض کر لی [اور] سو برس تک اُس کو مُردہ رکھا۔''

[۴] شہادت کی موت: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ.

[سورۃ آل عمران ۳:۱۴۳]

''اور تم موت [شہادت] کے آنے سے پہلے اس کی تمنا کرتے تھے، سو تم نے اُس کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

[۵] نیند کی حالت: اہل عرب کہتے ہیں کہ نیند خفیف قسم کی موت ہے اور موت سخت قسم کی نیند

قرآن کریم میں ہے: وَهُوَالَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ. [سورۃ الانعام ۶:۶۰]

''اور وہی تو ہے جو رات کو [سونے کی حالت میں] تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔''

[۶] زوالِ عقل یعنی: جہل و نادانی: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَالَهٗ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ. [سورۃ الانعام ۶:۱۲۲]

''کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اُس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اُس کو ایک روشنی بخشی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے۔''

[۷] وہ حزن و ملال جو زندگی کو مکدر کرے:

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَاهُوَ بِمَيِّتٍ. [سورۃ ابراہیم ۱۴:۱۷]

''اور ہر طرف سے اُسے موت آ رہی ہو گی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا۔''

[۸] حس و شعور کا زوال [حقیقی موت] يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْياً مَّنْسِيًّا.

[سورۃ مریم ۱۹:۲۳]

''کاش! میں اِس سے پہلے مر چکتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔''

[۹] قوتِ نامیہ کا زوال جو انسانوں، حیوانوں اور نباتات میں پایا جاتا ہے:

وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. [سورۃ الروم ۳۰:۱۹]

''اور زمین کو اُس کے پژمردہ ہونے کے بعد زندگی دیتا ہے۔''

[۱۰] موت تمثیلی [کفر]: فَاِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى. [سورۃ الروم ۳۰:۵۲]

''تم مردوں [کفار] کو نہیں سنا سکتا۔''

وَمَايَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَاالْاَمْوَاتُ. [سورۃ فاطر ۳۵:۲۲]

''اور زندے [مسلمان] اور مردے [کفار] برابر نہیں ہو سکتے۔''

[المفردات: ۴۷۶-۴۷۷، قاموس القرآن: ۴۴۵، بصائر ذوی التمییز ۴:۵۳۶]

—قرآن مجید میں حیات کے معنی—

حیات [زندگی] کی درج ذیل قسمیں ہیں:

[۱] غم کا دور ہونا؛ جیسے ان آیات میں: وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۴]

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم [اُن کی زندگی کی کیفیت کو] نہیں جانتے۔''

Maktaba Tul Ishaat.com

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

[سورۃ آل عمران۳:۱۶۹]

"اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔"

[۲] وہ حیات جس سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات متصف ہوتی ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں حَيٌّ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہوتی ہے جس کے متعلق موت کا تصور بھی نہیں ہوسکتا: اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. [سورۃ البقرۃ۲:۲۵۵]

"وہ زندہ ہے۔ سب کا قائم رکھنے والا۔"

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ. [سورۃ الفرقان۲۵:۱۸]

"اور [اپنے] زندہ [رب] پر ــ جو مرنے والا نہیں ہے ــ بھروسا رکھو۔"

[۳] قوتِ عاقلہ عاملہ: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاًفَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَالَهٗ نُوْرًايَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ.

[سورۃ الانعام۶:۱۲۲]

"کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اُس کو زندہ کردیا اور ہم نے اُس کو ایک روشنی بخشی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے۔"

اور اس معنیٰ میں شاعر نے کہا ہے:

وقدْ نادَيْتَ لوأسمعتَ حَيًّا ولكن لا حَياةَ لِمَنْ تُنادِي (۱)

(۱) یہ کس کا شعر ہے؟ اس بارے میں کئی قول ہیں:

پہلا قول: یہ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے۔ [سرح العیون فی شرح رسالۃ ابن زیدون:۴۶۶]

دوسرا قول: یہ درید بن الصِّمَّۃ کا شعر ہے۔ [سرح العیون فی شرح رسالۃ ابن زیدون:۴۶۶]

تیسرا قول: یہ عبدالرحمٰن بن الحکم بن ابی العاص اموی کا شعر ہے۔ جو واقعہ مرج راہط ۶۵ھ تک زندہ رہے۔ [الاغانی۱۵:۸۲، اتفاق المبانی وافتراق المعانی:۱۱۴]

چوتھا قول: یاقوت حموی نے اسے کثیر بن غزۃ کی طرف منسوب کیا ہے۔ [معجم البلدان۵:۴۲۸، بذیل: یَبَۃٌ]

دیوان کثیر بن غزۃ کے صفحہ ۲۳۲، قصیدہ میں یہ شعر موجود ہے۔

....

"اگر تو کسی زندہ [عاقل] کو آواز دیتا تو [ہم کہتے کہ] تو نے اس کو سنا دیا ہے لیکن [کیا کریں] جسے تو آواز دے رہا ہے اُس میں تو ذرہ بھر حیات [یعنی: عقل] نہیں۔"

[۴] آخرت کی دائمی زندگی جو علم و عقل کے ذریعے حاصل ہوتی ہے:

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ. [سورۃ الانفال۸:۲۴]

"مومنو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا حکم قبول کرو جو تمھیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی [جاوداں] بخشتا ہے۔"

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ. [سورۃ الفجر۸۹:۲۴]

"کہے گا: کاش! میں نے اپنی زندگی [جاودانی] کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

[۵] حیات بمعنیٰ قوتِ احساس اور اسی قوت کی بناء پر حیوان کو حیوان کہا جاتا ہے:

وَمَايَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَاالْاَمْوَاتُ. [سورۃ فاطر۳۵:۲۲]

"اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔"

[۶] قوت نامیہ جو حیوانات اور نباتات دونوں میں پائی جاتی ہے:

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. [سورۃ الحدید۵۷:۱۷]

"جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔"

[المفردات:۱۳۸-۱۳۹، عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ۱:۴۷۷-۴۷۸]

...... **پانچواں** قول: خود راغب اصفہانی نے اپنی دوسری تصنیف: محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء والبلغاء ۲:۵۵۶ میں اسے بشار بن برد بصری ابو معاذ اعمٰی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اس قصیدے کا اگلا شعر یہ ہے:

وَلَوْ نَارٌ نَفَخْتَ بِهَا أَضَاءَتْ وَلٰكِنْ أَنْتَ تَنْفَخُ فِيْ رَمَادِ

[سرح العیون فی شرح رسالۃ ابن زیدون:۴۶۶]

"اگر تو آگ میں پھونک مار دیتا تو وہ بھڑک اُٹھتی لیکن تم تو راکھ کے ڈھیر میں پھونک مارتے ہو!!"

Maktaba Tul Ishaat.com

—شہداء کیسے زندہ ہیں—

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. [سورۃ آل عمران۳:۱۶۹]

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ(۱) فرماتے ہیں: ہم نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا: أرواحهم في جوفِ طير خُضْرٍ، لها قناديلٌ معلقةٌ بالعرش، تَسرح من الجنة حيث شاءت، ثم تأوي إلى تلك القناديل، فاطَّلَعَ إليهم ربهم اطِّلَاعَةً فقال: هل تشتهون شيئًا؟ قالوا: أيُّ شيئ نشتهي؟ ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا، ففعل ذلك بهم ثلاث مراتٍ، فلمَّا رأوا أنهم لن يتركوا مِن أن يُسألوا قالوا: يارَبِّ! نريدُ أن تَرُدَّ أرواحنا في أجسادنا حتى نُقتَلَ في سبيلك مرةً أخرى، فلما رأى أنْ ليس لهم حاجةٌ تُرِكُوا.

[صحیح مسلم۳:۱۵۰۲-۱۵۰۳، کتاب الامارۃ[۳۳] باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون[۳۳] حدیث:۱۲۱-[۱۸۸۷]]

''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہوتی ہیں اور اُن کے لیے عرش کے ساتھ ساتھ کچھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں، وہاں سیر کرتی پھرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ اُن کے پروردگار نے اُن کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کس چیز کی خواہش کریں۔ ہم جہاں چاہیں

(۱) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ میں سے تھے۔ فاضل و عاقل تھے اور رسول اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ قریب۔ سابقون اولون میں سے تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے حرم مکہ میں جہر سے قرآن سنایا۔ رسول امین ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ نبی ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جہاں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں واپس آگئے۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ=۶۵۳ء کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۱:۴۵۸، الاعلام ۴:۱۳۷]

سیر کرتی پھرتی ہیں۔ اُن کے رب نے اُن سے تین بار یہی سوال کیا، اُنہوں نے جب دیکھا کہ جواب دیے بغیر کوئی چارہ نہیں تو کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں ہماری جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم تیری راہ میں پھر جہاد کریں اور پھر شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھے گا کہ اُن کو کوئی اور حاجت نہیں، تو اُنہیں اُن کی حال پر چھوڑ دے گا۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما(۱) فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ ملے اور پوچھا:

ياجابرُ! مالي أراك منكسراً؟ قلتُ: يارسولَ الله استُشهِدَ أبي قُتِلَ يومَ أُحُدٍ، وترك عيالاً ودَيناً، قال: أفلا أُبشِّرُكَ بمالَقِيَ اللّٰهُ به أباك؟ قلتُ: بلى يارسولَ اللّٰه! قال: ماكَلَّمَ اللّٰهُ أحداً قَطُّ اِلَّامن وراءِ حجاب، وأحيا أباكَ فكَلَّمَهُ كِفاحاً فقال: ياعبدي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ، قال: يارَبِّ تُحييني فأُقْتَلَ فيكَ ثانيَةً. قال الربُّ عزوجل: إنه قدسبق مني أَنَّهُمْ اِلَيْهَا لَا يَرْجِعُوْنَ، قال: وأُنزلت هذه الآية: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً الآية.

[سنن ترمذی ۵:۲۱۵، کتاب تفسیر القرآن[۴۸] باب[۴] تفسیر سورۃ آل عمران، حدیث:۳۰۱۰]

''کیا بات ہے جابر! میں تمہیں شکستہ خاطر دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد جنگ اُحُد میں شہید ہوگئے اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ دوں کہ اُس کی اللہ تعالیٰ سے کیسے ملاقات ہوئی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے سے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا پھر اُس سے رُو در رُو بات کی اور پوچھا: کچھ آرزو کرو جو میں تمہیں عطاء کروں۔ تیرے باپ نے کہا: میرے پروردگار! مجھے دوبارہ زندگی دے تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ اللہ

(۱) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بن عمرو بن حرام، خزرجی، انصاری، سُلمی، ۱۶ق ھ=۶۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹ غزوات میں حصہ لیا۔ صحیحین میں ان کی ۱۵۴۰ روایتیں ہیں۔ ۷۸ھ=۶۹۷ء کو وفات پائی۔ [الاصابۃ ۱:۲۱۳، الاعلام ۲:۱۰۴]

Maktaba Tul Ishaat.com

تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات پہلے سے طے ہو چکی ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ راوی کہتا ہے: یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی۔"

ان روایات کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور اسی معنی میں شاعر نے کہا ہے:

لَيْسَ مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَيِّتٍ   إِنَّمَا الْمَيْتُ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ (۱)

"جو شخص مر کر راحت کی نیند سو گیا وہ در حقیقت مردہ نہیں ہے۔ حقیقتاً مردے وہ ہیں جو زندہ ہونے کے باوجود مردے بنے ہوئے ہیں۔"

امام راغب اصفہانی (۲) لکھتے ہیں: أي: هم مُتَلَذِّذُوْنَ، كما روي في الأخبار الكثيرة في أرواح الشهداء. [المفردات:۱۳۹]

"[اُن لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں، آپ یہ خیال نہ کرنا کہ مردے ہیں بلکہ وہ تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں یعنی] وہ لوگ لذتیں اُٹھا رہے ہیں اور مزے لے رہے ہیں یہ معنی اُن احادیث کثیرہ کو مدنظر رکھ کر لیا ہے جو شہداء کے اَرواح کے بارے میں روایت کی گئی ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امام راغب اصفہانی کے نزدیک اس آیت کریمہ میں حیات کے معنی تلذذ اور ارتفاعِ غم کے ہیں اور اُن کے نزدیک حیات کا یہ معنی نہیں کہ شہداء کے اَجسادِ عنصریہ میں روح داخل کی جاتی ہے۔"

(۱) یہ جاہلی شاعر عدی بن رعلاء غسّانی کا شعر ہے، جس کے آگے یہ شعر ہے:

إنما الميتُ مَن يَّعِيشُ ذَلِيلاً   سَيِّئًا بَالُهُ قَلِيْلَ الرَّجَاءِ

[الاصمعیات:۱۵۲، قصیدہ:۵۱]

"میت وہ ہے جو ذلت و پستی کی زندگی گزارتا ہو، جس کی حالت خراب ہو اور وہ نا امید ہو چکا ہو۔"

(۲) حسین بن محمد بن مفضل ابوالقاسم اِصبہانی [اِصفہانی] ادیب، حکیم اور عالم تھے۔ اصبہان سے تعلق تھا۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے۔ اپنے زمانے میں امام غزالی کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ ۵۰۲ھ = ۱۱۰۸ء کو وفات پائی۔ [روضات الجنات:۲۴۹، الاعلام ۲:۲۵۵]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱) نے امام راغب کے بارے میں لکھا ہے:

والاعتمادُ على كلام الراغب في مثل ذلك راغبٌ عند المحققين.

[روح المعانی ۹-۱۰: ۴: ۳۷۴، بذیل تفسیر سورۃ التوبۃ ۹:۲۵]

"محققین کے نزدیک ایسے [اختلافی] مواقع پر راغب کے کلام پر اعتماد کرنا بہت مرغوب ہے۔"

قاضی بیضاوی (۲) لکھتے ہیں: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ: ما حالهم، وهو تنبيهٌ على أن حياتهم ليست بالجسد، ولا مِن جنس ما يحس به من الحيوانات، وإنما هي أمر لا يُدرك بالعقل، بل بالوحي، وعن الحسن: أن الشهداء أحياء عند ربهم تُعرض أرزاقهم على أرواحهم فيَصِلُ إليهم الرَّوْحُ والفرح كما تعرض النار على أرواح آل فرعون غدواً وعشياً فيصل إليهم الوجع. [انوار التنزیل ۱: ۱۴۰، ۱۱۴، تفسیر سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۴]

"وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ: تم اُن کی حالت کو نہیں جانتے" یہ اس بات کی تنبیہ ہے کہ اُن کی زندگی جسد کے ساتھ نہیں اور نہ اُس جنس سے جو دوسرے حیوانات سے محسوس کی جا سکتی ہے بلکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس کا عقل سے اِدراک نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا اِدراک وحی سے کیا جاتا ہے اور حسن بصری (۳) کہتے ہیں: شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اُن کی اَرواح پر رزق پیش کی جاتی ہے تو

(۱) محمود بن عبداللہ، حسینی، آلوسی، شہاب الدین، ابوالثناء، مفسر، محدث اور ادیب تھے۔ ۱۲۱۷ھ = ۱۸۰۲ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ سلفی العقیدہ اور مجتہد تھے۔ حصول علم کے لیے بڑے سفر کیے۔ بغداد ہی میں ۱۲۷۰ھ = ۱۸۵۴ء کو فوت ہوئے۔ [جلاء العینین: ۷-۸، الاعلام ۷:۱۷۶]

(۲) عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی، شیرازی، ابوسعید، بیضاوی، قاضی [Judge] مفسر تھے۔ فارس کے شہر شیراز کے قریبی گاؤں "بیضاء" میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک شیراز کے قاضی رہے ہیں۔ تبریز میں ۶۸۵ھ = ۱۲۸۶ء کو وفات پائی۔ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۵:۵۹، الاعلام ۴:۱۱۰]

(۳) ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری، مشہور تابعی ہیں۔ علم، زہد، تقویٰ اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے والد ماجد یسار سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ = ۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سایہ عاطفت میں رہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۱۰ھ = ۷۲۸ء کو فوت ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۲:۶۹، میزان الاعتدال ۱:۵۲۷، الاعلام ۲:۲۲۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

انہیں سرور اور خوشی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آل فرعون پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے جس کی تکلیف اُنہیں پہنچ کر محسوس ہوتی ہے۔"

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر شیخ زادہ (۱) لکھتے ہیں: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ "لأنَّ شعورهم ليس إلّا بالحياةِ بهذا الجسد، والحياةُ ليست بهذا الجسد بل هي حياةٌ معنويةٌ روحانيةٌ فإنَّ الإنسان إن كان محسناً كان روحه مُتَنَعِّمًا إلى يوم القيامةِ وإن كان مُسِيئًا كان مُعَذَّبًا إلى يوم القيامة، و إلى هذا ذهب جماعة من الصحابة و التابعين وأصحاب الحديث، ولم يخالف في ذلك إلّا جماعة من المعتزلة، جعلوا الأرواح أعراضاً لا قِوامَ لها بأنفسها، بل تحتاجُ إلى جسمٍ تقوم به، ومهما فارَقَتِ الأجسامُ تَلاشَت وبَطَلَت.

[حاشیۃ محی الدین شیخ زادہ ۲: ۳۹۲، تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۱۵۴]

"وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ: اس لیے شعور نہیں رکھتے کہ لوگوں کا شعور تو اس حیات سے ہوتا جو اِس جسد سے ہو اور وہ حیات اس جسد سے نہیں بلکہ وہ ایک معنوی اور روحانی حیات ہے پس اگر کوئی نیک انسان ہے تو اُس کی روح قیامت تک نعمتوں میں ہوگی اور اگر گناہ گار ہے تو اُس کی روح قیامت تک عذاب میں مبتلا ہوگی، اسی مذہب کو صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت، تابعین اور علمائے حدیث نے اختیار کیا ہے، اس میں صرف معتزلہ کی ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے۔ اُن کے خیال میں اَرواح ایسے اَعراض ہیں جو بنفسہا قائم نہیں ہو سکتے جب تک قائم رہنے کے لیے اُن کے پاس اَجسام نہ ہوں اور اُن کا خیال ہے کہ جب روحیں، جسموں سے الگ ہو جاتی ہیں تو وہ باطل یعنی ختم ہو جاتی ہیں۔"

مفسر خازن (۲) لکھتے ہیں: إنما أحياهم الله في الوقت لإيصال الثواب إليهم، وعن

(۱) محمد محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی۔ مفسر اور حنفی فقیہ تھے۔ تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ استانبول میں مدرس تھے۔ تفسیر بیضاوی اور علامہ صاغانی کی مشارق الانوار کے نہایت مفید حواشی لکھے۔ ۹۵۱ھ=۱۵۴۴ء کو وفات پائی۔ [کشف الظنون ۱: ۱۸۸، الاعلام ۷: ۹۹]

(۲) علی بن محمد بن ابراہیم شیحي علاء الدین المعروف بالخازن، تفسیر وحدیث کے بڑے عالم تھے۔ شافعی فقیہ تھے۔ حلب کے ایک علاقے شیحہ سے منسوب ہو کر شیحی کہلائے۔ ۶۷۸ھ=۱۲۸۰ء کو بغداد میں پیدا......

الحسن أنَّ الشهداء أحياء عند اللّٰه تعالى، تُعرض أرزاقهم على أرواحهم ويصل إليهم الرَّوح والريحان والفرح كما تعرض النار على آل فرعون غدوةً و عشياً فيصل إليهم الألم والوجع، ففيه دليلٌ على أن المطيعين يصل إليهم ثوابهم، وهم في قبورهم في البرزخ، و كذا العصاة يعذبون في قبورهم. **فإن قلت**: نحن نراهم موتى فما معنى قوله: بَلْ اَحْيَاءٌ؟ و ما وجه النهي في قوله: وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ؟ **قلت معناه**: لا تقولوا أموات بمنزلة غيرهم من الأموات بل هم أحياء، تَصِلُ أرواحهم إلى الجنان كما ورد أن أرواح الشهداء في حواصل طير خضر تسرح في الجنة، فهم أحياء من هذه الجهة وإن كانوا أمواتاً من جهة خروج الروح من أجسادهم. **وجواب آخر وهو**: أنهم أحياء عند اللّٰه في عالَمِ الغيب لأنهم ساروا إلى الآخرة فنحن لا نُشاهدهم كذلك، و يدل على ذلك قوله: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ أي: لا ترونهم أحياء فتعلموا ذلك حقيقة، و إنما تعلمون ذلك بإخباري إياكم به. **فإن قلت**: أليس سائر المطيعين من المسلمين للّٰه يصل إليهم من نعيم الجنة في قبورهم فَلِمَ خص الشهداء بالذكر؟ **قلت**: إنما خصهم لأن الشهداء فُضِّلُوا على غيرهم بمزيد النعيم، و هو أنهم يرزقون من مطاعم الجنة و مآكلها، وغيرهم ينعمون بما دون ذلك. **وجواب آخر وهو**: أنه رد لِقول مَن قال: أن مَن قتل في سبيل اللّٰه قد مات و ذهب عنه نعيم الدنيا ولذاتها، فأخبر اللّٰه تعالى بقوله: بَلْ اَحْيَاءٌ بأنهم في نعيمٍ دائمٍ. [لباب التاویل ۱: ۹۳]

"اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُس وقت اُنہیں ثواب پہنچانے کے لیے زندہ کیا۔ حسن سے روایت ہے کہ شہداء، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں، اُن کا رزق اُن کے اَرواح پر پیش کیا جاتا ہے اور اُن کی ارواح کو خوش بو اور خوشی پہنچائی جاتی ہے جیسا کہ آل فرعون کی اَرواح پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے اُنہیں درد و الم پہنچ جاتا ہے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع

......ہوئے۔ ایک عرصہ تک دمشق میں مقیم تھے جہاں کے مدرسہ سمیساطیہ میں کتب خانہ کے خازن تھے۔ ۷۴۱ھ =۱۳۴۱ء کو حلب میں وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۳: ۹۷، الاعلام ۵: ۵]

Maktaba Tul Ishaat.com

وفرمان برداروں کو ثواب پہنچ جاتی ہے حالانکہ وہ برزخ میں قبروں میں ہیں' اسی طرح نافرمانوں کو اُن کی قبروں میں سزادی جاتی ہے۔ اگر کہا جائے: ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں تو پھر اُنہیں مردہ کہنے سے کیوں منع وارِد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اُنہیں دوسرے مردوں کی طرح مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اُن کی ارواح جنت تک پہنچائی جاتی ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ شہداء کی ارواح پرندوں کے پپوٹوں میں ہیں جو سارا سارا دن جنت میں سیر کرتے ہیں۔ شہداء اس جہت وحیثیت سے زندہ ہیں اگرچہ اُن کی اَرواح اُن کے جسموں سے نکل گئی ہیں۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ شہداء عالم غیب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں کیوں کہ مرنے کے بعد وہ عالم آخرت میں چلے گئے اور اب ہم اُن کا مشاہدہ نہیں کر سکتے اس معنی کی تائید وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ سے ہوتی ہے یعنی تم انہیں نہیں دیکھ سکتے اس لیے اُن کی زندگی کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے' البتہ میری خبر دینے سے تمہیں اس کا علم ہوا۔

اگر پوچھا جائے کہ خوشی اور خوش بوئیں اور جنت کی دیگر نعمتیں تو دوسرے مطیع وفرمان برداروں کی ارواح تک بھی پہنچتی ہیں تو پھر شہداء کی تخصیص کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کو جو رزق دی جاتی ہے وہ دوسرے مطیعین کے مقابلے میں برتر ہے اس لیے اُن کا جداگانہ تذکرہ کیا گیا اور اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ بَلْ اَحْيَاءٌ اُن لوگوں کے جواب میں ہے جنہوں نے کہا تھا کہ بدر اور اُحد میں شہید ہونے والوں کی زندگی اَکارت ہوگئی اور دنیا کے مزوں سے وہ محروم ہو گئے۔"

حافظ ابن کثیر (۱) لکھتے ہیں: يخبر تعالى أن الشهداء في برزخهم أحياء يرزقون' كما جاء في صحيح مسلم: أن أرواحُهُم في جَوفِ طيرٍ خُضرٍ لها قناديلُ معلقةٌ بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت' ثم تأوي إلى تلك القناديل فاطَّلَع إليهم ربهم اطلاعةً فقال: هل تشتهون شيئاً؟ قالوا: أيَّ شيءٍ نشتهي ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل

(۱) اسماعیل بن عمر بن کثیر' قرشی' دمشقی' ابوالفداء' عماد الدین' حافظ' مؤرخ اور فقیہ تھے۔ بُصریٰ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۷۰۱ھ=۱۳۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۷۰۶ھ کو اپنے بھائی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔ طلب علم میں لمبے لمبے سفر کیے۔ ۷۷۴ھ= ۱۳۷۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱:۱۵۳' الاعلام ۱:۳۲۰]

ذلك بهم ثلاث مرات' فلما رأوا أنهم لن يتركوا من أن يسألوا قالوا: يارب نريد أن ترد أرواحنا في أجسادنا حتى نقتل في سبيلك مرةً أخرى فلما رأى أن ليس لهم حاجةٌ تُرِكوا' وفي الحديث الذى رواه الإمام أحمد عن الإمام الشافعي عن الإمام مالك عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن أبيه قال: قال رسول ﷺ: نسمة المؤمن طائر تعلق في شجر الجنة حتى يرجعه الله إلى جسده يوم يبعثه' ففيه دلالةٌ لعموم المؤمنين أيضاً' وإن كان الشهداء قد خصصوا بالذكر في القرآن تشريفاً لهم وتكريماً وتعظيماً. [تفسیر ابن کثیر ۱:۱۶۹' سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۴]

"اللہ تعالیٰ، شہداء کے بارے میں اطلاع دیتے ہیں کہ وہ اپنی برزخ میں زندہ ہیں اور اُنہیں رزق دی جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم [کی حدیث: ۱۲۱-[۱۸۸۷] میں ہے کہ ارواحِ شہداء پرندوں کی پپوٹوں میں ہوتی ہیں جو دن جنت میں گزار کر عرش کے نیچے معلق قنادیل میں آکر رات گزارتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے پوچھا: طلب کرو جو کچھ تم چاہتے ہو' انہوں نے جواب دیا: ہمارے رب! دنیا جہاں کی وہ ساری نعمتیں ہمیں ملی ہیں جو تو نے کسی اور کو نہیں دی ہیں تو اب ہم اور کیا طلب کریں؟ اللہ تعالیٰ اُن سے بار بار پوچھیں گے اور جب اُنہیں معلوم ہو جائے کہ ہمیں کچھ مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دو تا کہ ہم تیری راہ میں پھر لڑ کر شہادت پائیں —یہ بات وہ اس لیے کہیں گے کہ اُنہوں نے شہید کا بلند مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا— تو اللہ تعالیٰ کہیں گے: میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم اب ان [جسموں] کی طرف نہیں جائیں گے۔ اور مسند احمد [۳:۵۵-۵۶' ۴۵۶' ۴۶۰] کی حدیث میں مذکور ہے جسے وہ امام شافعی (۱) سے اور

(۱) محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی' قُرَشی' ابوعبداللہ' ۱۵۰ھ=۷۶۷ء کو غزہ [فلسطین] میں پیدا ہوئے۔ دوسال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات ۲۰۴ھ= ۸۲۰ء تک وہیں رہے۔ آپ شعر' لغت' ایام عرب' فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی فطین' ذہین اور حاضر جواب تھے۔ پہلا فتویٰ بیس سال کی عمر میں دیا تھا۔ رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۳۶۱' الاعلام ۶:۲۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

وہ امام مالک (۱) سے اور وہ امام زہری (۲) سے اور وہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک (۳) سے اور وہ اپنے والد [سیدنا کعب بن مالک (۴)] سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ: ''مؤمن کا نسمہ پرندہ ہے جو جنت کی درختوں سے معلق رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُنہیں اُن کے اَجساد میں لوٹائیں گے۔'' اس حدیث میں عام مسلمانوں کے لیے بھی دلالت ہے کہ اُن کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں' اگرچہ شہداء کا خصوصی ذکر اُن کی تشریف وتکریم اور تعظیم کی وجہ سے کیا گیا۔''

علامہ ابوالسعود (۵) لکھتے ہیں: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ' أي: هم أموات' بَلْ اَحْيَآءٌ' أي: بل هم أحياء' وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ بحياتهم' و فيه رمز إلى أنها ليست مما يشعر به بالمشاعر الظاهرة من الحياة الجسمانية' وإنما هي أمرٌ روحانيٌّ' لا يدرك بالعقل' بل

(۱) امام مالک بن اَنس بن مالک اَصبحی' حمیری ابوعبداللہ' امام دارالہجرۃ' ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ۹۳ھ=۷۱۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۷۹ھ=۷۹۵ء کو وفات پائی۔ دینی امور میں متصلب اور امراء' وزراء اور سلاطین سے کوسوں دور رہتے تھے۔ [وفیات الاعیان۴:۱۳۵' الاعلام۵:۲۵۷]

(۲) محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری' قریش کی شاخ بنوزہرہ بن کلاب سے تعلق تھا۔ ۵۱ھ=۶۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پلے بڑھے۔ حافظ وفقیہ تابعی ہیں۔ ۱۲۴ھ=۷۴۲ء کو حجاز اور فلسطین کے بارڈر پر وفات پائی۔ [وفیات الاعیان۴:۱۷۷' غایۃ النہایۃ۲:۲۶۲' الاعلام۷:۹۷]

(۳) عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک انصاری ابوالخطاب مدنی۔ اکابر صحابہ سے روایتیں لی ہیں۔ ثقہ تابعی ہیں۔ ہشام اور دوسرے قول کے مطابق سلیمان بن عبدالملک کے دور میں وفات پائی۔
[تہذیب الکمال۱۷:۳۶۹-۳۷۰' ترجمہ:۳۹۴۱]

(۴) کعب بن مالک بن عمرو بن قین انصاری سَلَمی خزرجی ؓ صحابی اور شاعر ہیں۔ مدینہ سے تعلق تھا۔ جاہلیت میں بھی بڑی شہرت پائی تھی۔ اسلام میں رسول اکرم ﷺ کے شاعر کا رتبہ پایا۔ سیدنا عثمان ؓ کے ساتھی تھے اور اُن کی شہادت کے بعد سیدنا علی ؓ کی لڑائیوں سے کنارہ کش تھے۔ ۵۰ھ=۶۷۰ء کو وفات پائی۔
[اسد الغابۃ۴:۴۰۲' ترجمہ:۴۴۸۶' الاعلام۵:۲۲۸]

(۵) محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی' ابوالسعود' مفسر اور شاعر تھے۔ ترکی مستعربین میں سے تھے۔ ۸۹۸ھ=۱۴۹۳ء کو قسطنطنیہ کے قریبی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے متعدد شہروں کے سفر کیے۔ نہایت حاضر دماغ اور ذکی وفطین تھے۔ ۹۸۲ھ=۱۵۷۴ء کو وفات پائی اور سیدنا ابوایوب انصاری کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔
[شذرات الذہب۸:۳۹۸' الاعلام۷:۵۹]

بالوحي. [ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم۱:۱۷۹]

''تم مت کہو کہ یہ مردہ ہیں' بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن اُن تم اُن کے حیاۃ کا شعور وادراک نہیں رکھتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی حیاۃ ایسی جسمانی حیاۃ نہیں جس کا ادراک عقل سے کیا جائے بلکہ یہ ایک روحانی امر ہے جس کی اطلاع صرف وحی ہی سے دی جاتی ہے۔''

علامہ کاسانی حنفی (۱) لکھتے ہیں: وإنما وصفهم بالحياة في أحكام الآخرة' ألا ترى إلى قوله تعالى: بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ' فأما في حق أحكام الدنيا فالشهيد ميتٌ' يُقْسَمُ مالُهُ' و تُنكَحُ امرأته بعد انقضاء العدة' و وجوب الصلاة عليه من أحكام الدنيا' فكان ميتاً فيه. [بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع۱:۳۲۵]

''اللہ تعالیٰ نے شہداء کو آخرت کے احکام کے لحاظ سے زندہ فرمایا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں؟ رہے دنیاوی احکام' تو شہید تو مرا ہوا ہے۔ اس کی میراث وارثوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اُس کی بیوی کے ساتھ عدت گزر جانے کے بعد نکاح پڑھی جاتی ہے' اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے' اس لیے وہ دنیاوی لحاظ سے میت ہے۔''

(۱) ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی۔ حنفی فقیہ تھے۔ اہل حلب سے تعلق تھا۔ حلب میں ۵۸۷ھ=۱۱۹۱ء کو وفات پائی۔ [الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ:۴۴۵' ترجمہ:۱۸۳۹' الاعلام۲:۷۰]

Maktaba Tul Ishaat.com

– مسئلہ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام –

امت مسلمہ کے نزدیک یہ بالکل متفق علیہ مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال اس دنیا میں زندہ رہے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال پورا ہونے پر چند روز مرضِ وفات میں مبتلا رہنے کے بعد ماہِ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ ﷺ نے وفات پائی یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ پر موت وارِد ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور آپ ﷺ دفن کیے گئے۔ نیز اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے لیے موت یعنی مرنے کا لفظ بولنا جائز ہے اور کوئی بھی شخص ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک میں بھی اختلاف نہیں کرسکتا کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں پوری صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی وفات کا ذکر موت کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ. [سورۃ الزمر ۳۹:۳۰]

”تم کو بھی مرنا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔“

اور مشہور حدیث میں ہے کہ اپنے آخری وقت میں رسول اللہ بار بار فرماتے تھے: لا إله إلّا الله، إنّ للموتِ سكرات. [صحیح بخاری، کتاب المغازی[۶۴] باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ[۸۴] حدیث:۴۴۴۹]

”لا إله إلّا الله! بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔“

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱) نے پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَانَبِيَّ اللهِ! لَايَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا.

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز[۲۳] باب الدخول علی المیت إذا أُدرِجَ في أكفانه[۳] حدیث:۱۲۴۲]

---

(۱) ابوبکر صدیق [عبداللہ] بن ابی قحافہ [عثمان] رضی اللہ عنہما بن عامر، تیمی، قرشی، بالغ مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کے والد، والدہ، بیوی اور اولاد سب صحابہ ہیں۔ ۵۱ قبل ہجری = ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ بت پرستی کی اور نہ شراب کو منہ لگایا۔ ۱۱ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے، ان کی مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ۱۴۲ ہیں۔ [صفۃ الصفوۃ:۱/۹۳، ترجمہ:۲، الاعلام:۴/۱۰۲]

”اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کریں گے۔ آپ کے لیے جو [طبعی] موت مقدر تھی، وہ وارِد ہو چکی ہے (۱)۔“

پھر مسجد نبوی میں آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: مَن كانَ يَعبُدُ محمداً ﷺ فإنَّ محمداً ﷺ قدمات، ومن كان يعبدُالله فإنَّ الله حَيٌّ لَّايَمُوْتُ.

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز[۲۳] باب الدخول علی المیت إذا أُدرِجَ في أكفانه[۳] حدیث:۱۲۴۲]

”جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا اُس کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ وفات پا چکے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اُنہیں مطمئن رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں اُسے کبھی موت نہ آئے گی۔“

بہر حال یہ دونوں حقیقتیں اپنی جگہ پر بالکل مسلّم اور بغیر کسی اختلاف کے پوری امت کی متفق علیہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر موت وارِد ہوئی۔ آپ ﷺ نے وفات پائی اور آپ ﷺ کے بارے

---

(۱) حافظ عبدالجبار سلفی دیوبندی لکھتے ہیں: ”منکرین حیات النبیؐ اور قائلین حیات النبیؐ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہم یہ خطبہ پورا پڑھتے ہیں اور مماتی ادھورا۔ چنانچہ حضورؐ کی جب رحلت ہوئی تو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے چہرۂ انور سے کپڑا ایک طرف کیا۔ چہرے کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک۔ اس کے بعد فرمایا: لایذیقك الله موتتین أبداً ”اللہ، آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔“ اس کے بعد آپؓ نے وفات کا اعلان کرتے ہوئے یہ آیات پڑھیں: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الیٰ آخرہ۔ اب سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے وفات کا اعلان فرمایا۔ ظاہر ہے کہ وہ دنیا والی وفات تھی۔ اور دنیا والی موت کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ پھر صدیق اکبرؓ کے ان الفاظ پر غور کریں: لا یذیقك الله موتتین أبداً ”اللہ، آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔“ کیا مطلب؟ یعنی دنیا والی موت تو آ چکی اب جب روضے میں جائیں گے تو آپ پر دنیا والی موت نہیں رہے گی بلکہ آپؐ پھر ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ خطبہ صدیق اکبرؓ سے ممات ثابت کرنے والے ہوش کے ناخن لیں۔ اس خطبے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر اطہر کی زندگی دائمی، ابدی اور اصلی زندگی ہے۔“ [القول المعتبر فی حیاۃ خیر البشر:۶]
حافظ صاحب نے جلد بازی میں قبر اطہر کی زندگی کو دائمی، ابدی اور اصلی زندگی قرار دیا۔
حافظ صاحب! یہ حدیث اتنی آسان نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ اس کی تفصیل حافظ ابن حجر کی فتح الباری ۳/۱۱۴، بذیل حدیث: ۱۲۴۴ سے آگے متن میں پیش کی جائے گی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

میں موت [مرنے] کا لفظ بولنا درست ہے اور قرآن وحدیث میں بولا گیا ہے اور صحابہ کرام ﷺ نے بھی آپ ﷺ پر موت کا لفظ بولا ہے' اس کے باوجود آپ ﷺ کے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق حیات کا جو عقیدہ ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اِس عالمِ ناسوتی [یعنی دنیا] میں وفات پا جانے اور مدفون ہونے کے بعد آپ ﷺ کو برزخی حیات عطا کی گئی جیسے کہ قرآن مجید میں شہداء کے متعلق بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں: بَلْ اَحْيَاءٌ' اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شان تو شہداء سے بھی بڑھ کر ہے۔

امام بیہقی: حافظ ابوبکر احمد بن الحسین [وفات: ۴۵۸ھ] نے لکھا ہے:

والأنبياءُ عليهم الصلاة والسلام بعد ماقُبِضُوا رُدَّتْ إليهم أرواحهم فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء. [الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد: ۳۶۵]

''انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی اَرواحِ طیبہ وفات کے بعد اُن میں لوٹا دی گئیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زندہ ہیں جیسے کہ شہداءِ کرام۔''

اورانہوں نے مسئلہ حیاتِ انبیاء کے بارے میں اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ:

وهذاإنمايصِحُّ على أنَّ اللّٰهَ جلَّ ثناؤه رَدَّ إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخَ في الصور النفخة الأولى صعقوا في من صعق، ثم لايكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلّا في ذهاب الإستشعارِ، فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى اللّٰه بقوله: إلّا من شاء اللّٰه، فإنه عزوجل لا يذهب بإستشعاره في تلك الحالة. [حیاۃ الانبیاء علیہم السلام: ۱۱۱-۱۱۲' شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ﷺ: ۳۹۷]

''اور یہ تب صحیح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اَرواحِ طیبہ وفات کے بعد اُن کی طرف لوٹا دی ہوں' پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں اور جب پہلی بار صور میں پھونک مارا جائے گا تو وہ بھی دوسرے بے ہوش ہونے والے لوگوں کی طرح بے ہوش ہو جائیں گے' جو ہر اعتبار سے موت نہیں ہوگا البتہ عدمِ شعور ہوگا جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ کیے گئے ہیں' جس کی طرف اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ [سورۃ الزمر ۳۹:۶۸] میں اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا

ادراک وشعور اُس حالت میں زائل نہیں کریں گے۔''

حافظ بیہقی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:

- انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَرواح موت کے بعد اُن کے اَجسادِ مبارکہ میں لوٹا دی جاتی ہیں۔
- انبیاءِ کرام علیہم السلام کو شہداء کی طرح کی حیات حاصل ہے۔
- انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جب روح لوٹائی جاتی ہے تو نفخ صورِ اولیٰ تک اُن کے اَجسادِ مبارک کے اندر ہوتی ہیں۔
- نفخِ صورِ اولیٰ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام بے ہوش تو ہو جائیں گے' مگر اُن پر موت وارِد نہیں ہوگی البتہ انہیں بے ہوشی کی حالت میں شعور واِدراک نہیں رہے گا۔

حافظ بیہقی کی آخری دو باتیں: انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ میں ارواحِ طیبہ کا استمرار ودوام اور نفخِ صورِ اولیٰ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کا بے ہوش ہو جانا محلِ نظر ہیں۔ پہلی بات کا تعلق غیب سے ہے' جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور دوسری بات ایک مرجوح روایت پر مبنی ہے۔

حدیث میں ہے کہ: إنَّ الناسَ يَصعقونَ فأكونُ أولَ مَن يُفِيقُ، فإذا موسى باطشٌ بجانب العرش، فلاأدري أكان فيمن صَعِقَ فأفاقَ قبلي أو كان ممن استثنى اللّٰه؟

[صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام [۳۱] حدیث: ۳۴۰۸]

''بے شک سارے لوگ [قیامت کے روز] بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا پس میں [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا' پس مجھے نہیں معلوم کہ آپ بھی بے ہوش لوگوں میں سے تھے یا مجھ سے پہلے اُنہیں ہوش آیا یا اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔''

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن قیم (۱) لکھتے ہیں کہ: **فإن قيل**: فماتصنعون بقوله ﷺ: فلا

---

(۱) محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد زُرَعی' دمشقی' ابوعبداللہ' شمس الدین۔ اکثر وبیشتر علوم اسلامیہ پر ان کو دسترس تھی۔ ۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدّث' مفسر' فقیہ اور متکلم تھے۔ امام ابن تیمیۃ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا اور ان کے علوم پر امام ابن تیمیۃ ہی کا رنگ غالب رہا۔ ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء کو وفات پائی۔ [البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۲۲۱' البدر الطالع ۲: ۱۴۳-۱۴۶' الاعلام ۶: ۵۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

أدري أفاق قبلي أم كان ممن استثنى الله ،والذين استثناهم الله إنما هم مستثنون من صعقة النفخة،لا مِن صعقةِ يوم القيامةِ كما قال تعالى: وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ [سورة الزمر ۶۸:۳۹] ولم يقع الإستثناء من صعقة الخلائق يوم القيامة،قيل :هذا– والله أعلم –غير محفوظ ، وهو وهمٌ من بعض الرواة، و المحفوظُ ما تواطأت عليه الرواياتُ الصحيحةُ من قوله ﷺ : فلا أدري أفاق قبلي أم جُوزي بصعقة الطور،فظَنَّ بعضُ الرُّواة أنَّ هذه الصعقةَ هي صعقة النفخة،وأنَّ موسى عليه السلام داخلٌ فيمن استثني منها ، وهذا لا يلتئمُ على مساق الحديث قطعاً ، فإنَّ الإفاقة حينئذٍ هي إفاقةُ البعث،فكيف يقول:لاأدري أبعث قبلي أم جوزي بصعقة الطور،فتأمله وهذا بخلاف الصعقة التي يصعقها الخلائق يوم القيامة إذا جاء الله سبحانه لِفَصلِ القضاءِ بين العباد وتَجَلّى لهم فإنهم يصعقون جميعاً ،وأماموسى عليه السلام فإن كان لم يصعق معهم فيكون قد حوسب بصعقته يوم تجلّى ربه للجبل فجعله دَكًّا ، فجعلت صعقة هذاالتجلي عوضاً عن صعقة الخلائق لتجلي الرب يوم القيامة،فتأمل هذا.

[الروح:۱/ ۲۴۹–۲۵۰،فتح الباری:۶/ ۴۴۵ بذیل حدیث: ۳۴۰۸]

"اگر کہا جائے کہ حدیث کے ان الفاظ کا کیا کرو گے: "معلوم نہیں [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔" ظاہر ہے کہ استثنا موت والی بے ہوشی سے ہے، موقف والی بے ہوشی سے نہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ. [سورۃ الزمر ۶۸:۳۹] "اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو کے گر پڑیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ غیر محفوظ اور کسی راوی کے وہم پر مبنی ہیں۔ جن الفاظ پر صحیح روایتوں کی موافقت ہے اور وہ محفوظ ہیں تو وہ یہ ہے کہ: "معلوم نہیں کہ [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔" لیکن کسی

راوی نے یہ خیال کیا کہ یہاں موت والی بے ہوشی مراد ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان میں شامل ہیں جنہیں مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، مگر یہ مطلب سیاقِ حدیث کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں افاقہ سے زندگی بعد الموت والا افاقہ مراد ہو گا تو آپ ﷺ کا یہ قول غلط ہو جائے گا کہ "نہ معلوم مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔" یہ مقام بڑے غور و فکر کا ہے۔"

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: ومعلوم بالضرورةِ أن جسده ﷺ في الأرض طريٌّ مطريٌّ،وقد سأله الصحابة :كيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرِمْتَ ؟ فقال ﷺ : إن الله حَرَّمَ على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء ، و لو لم يكن جسده في ضريحه لما أجاب بهذا الجواب ، وقد صحَّ عنه ﷺ : أن الله وكّلَ بقبره ملائكةً يبلغون عن أمته السلام،و قد صحَّ عنه ﷺ أنه خرج بين أبي بكر وعمر و قال : هكذا نُبعثُ ، هذامع القطع بأن روحه الكريمة في الرفيق الأعلى في أعلى عليين مع أرواح الأنبياء، وقدصحَّ عنه ﷺ أنه رأى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره ليلة الإسراء و رآه في السماء السادسة أو السابعة ، فالروح كانت هناك ولهااتصالٌ بالبدن في القبر وإشرافٌ عليه وتعلقٌ به بحيث يصلي في قبره ويرد سلام من سلم عليه وهي في الرفيق الأعلى. [الروح:۱/ ۲۶۶–۲۶۷].

"یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک قبر میں تر و تازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء کے جسم حرام فرما دیے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا جسم مبارک قبر میں نہ مانا جائے تو آپ ﷺ یہ جواب نہ دیتے۔ آپ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قبر پر فرشتے مقرر فرما دیے ہیں جو آپ ﷺ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر (۱)

---

(۱) عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن خطاب، قرشی، عدوی، کنیت ابوحفص تھی اور لقب فاروق۔ مکہ معظمہ میں ۴۰ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ نہایت شجاع.....

Maktaba Tul Ishaat.com

رضی اللہ عنہما کے درمیان نکلے اور فرمایا: اسی طرح ہم زندہ کیے جائیں گے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی معزز و پاکیزہ روح اعلیٰ علیین میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ قدوسیوں کی جماعت میں ہے۔ آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُنہیں چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ معلوم ہوا کہ سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام کا جسم قبر میں تھا اور روح آسمان پر تھی اور روح کا بدن سے ایک خاص قسم کا تعلق و اِتصال تھا کہ آپ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے تھے حالانکہ اُن کی روح رفیقِ اعلیٰ میں تھی۔"

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: إنَّ للروح شأناً آخر، تكون في الرفيق الأعلى في أعلى عليين ولها اتصالٌ بالبدن بحيث إذا سلَّم المُسَلِّمُ على الميت ردَّ الله عليه روحه فيرد عليه السلام وهي في الملإ الأعلى، وإنما يغلط أكثر الناس في هذا الموضع حيث يعتقد أن الروح من جنس ما يعهد من الأجسام التي إذا شغلت مكاناً لم يكن أن تكون في غيره، وهذا غلطٌ محضٌ، بل الروح تكون فوق السمٰوات في أعلى عليين و ترد إلى القبر فترد السلام و تعلم بالمسَلِّم وهي في مكانها هناك، وروح رسول الله ﷺ في الرفيق الأعلى دائماً ويردها الله سبحٰنه إلى القبر فترد السلام على مَن سلَّم عليه و تسمع كلامه وقد رأى رسول الله ﷺ موسى علیہ السلام قائماً يصلي في قبره ورآه في السماء السادسة أو السابعة. [کتاب الروح ۱: ۳۹۷، ومثلہ فی زاد المعاد ۳: ۴۱]

"روح کا معاملہ ہی جداگانہ ہے، وہ رفیقِ اعلیٰ اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے بھی اس حیثیت سے بدن سے متصل ہے کہ جب مُردے پر کوئی سلام کرنے والا سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اُس کی

......اور بہادر تھے۔ نوجوانانِ قریش میں سے تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ چنے گئے ان کی عدالت ضرب المثل ہے، ان کے دورِ خلافت میں شام، عراق، بیت المقدس، مدائن، مصر اور جزیرہ فتح ہوئے۔ بارہ ہزار مسجدیں بنوائیں۔ سن ہجری کی ابتدا آپ کے عہدِ زرین میں ہوئی۔ آپ سے ۵۳۷ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۲۳ھ = ۶۴۴ء کو وفات پا گئے نمازِ جنازہ سیدنا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ رومی نے پڑھایا۔
[صفۃ الصفوۃ ۱: ۱۰۳، ترجمہ: ۳، تہذیب الکمال ۲۱: ۳۱۷، الاعلام ۵: ۴۵]

روح لوٹا دیتے ہیں اور وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے حالانکہ روح ملاءِ اعلیٰ میں ہے۔ اس مقام پر اکثر لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کرتا ہے کہ جسم کی طرح بیک وقت دو مکانوں میں روح کا پایا جانا ناممکن ہے مگر یہ دھوکا ہے۔ روح آسمانوں پر اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود بھی قبر میں آ کر سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے۔ دیکھیے! رحمتِ عالم ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلیٰ میں رہتی ہے لیکن قبر میں سلام کرنے والوں کے سلام سن کر اُن کے جواب دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اُنہیں چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔"

حافظ ذہبی(۱) لکھتے ہیں: و لنبي ﷺ مفارقٌ لسائر أمته في ذلك فلا يَبْلَى، ولا تأكل الأرض جَسَدَهٗ، ولا يتغيَّرُ ريحه، بل هو الآن وما زال أطيبَ ريحاً من المِسكِ، وهو حيٌّ في لحده حياةَ مثله في البرزخ، التي هي أكمل من حياةِ سائر النبيين، وحياتُهم بلا ريب أَتَمُّ و أشرفُ من حياة السهداء الذين هُم بنصِّ الكتاب اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، و هؤلاء حياتهم الآن التي في عالم البرزخِ حق، و لكن ليست هي حَياةَ الدُّنيا من كل وجه، و لا حياةَ أهلِ الجنة من كل وجه، ولهم شِبْهٌ بحياةِ أهل الكهفِ. [سیر اعلام النبلاء ۹: ۱۶۱]

"نبی اکرم ﷺ اس معاملہ میں ساری امت سے جدا ہیں۔ آپ ﷺ کا جسد مبارک نہ تو پرانا ہوتا ہے اور نہ مٹی اس کو کھاتی ہے۔ آپ ﷺ کی خوش بو بھی متغیر نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ کے لیے مشک سے زیادہ معطر اور خوش بودار ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات جس طرح برزخ میں ہے جو کہ تمام انبیاء سے اکمل ہے اسی طرح لحد مبارک میں بھی آپ ﷺ کا جسدِ اَطہر بھی زندہ [تر و تازہ] ہے اور اُن کی حیات میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ وہ حیاتِ شہداء سے بھی اتم اور اشرف ہے جن کی حیات کے بارے میں قرآن مجید میں نص آئی ہے: اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. [سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۹]

(۱) محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، شمس الدین، ابو عبداللہ، حافظ، علامہ، محقق اور مؤرخ تھے۔ ترکمانی الاصل ہیں۔ ۶۷۳ھ = ۱۲۷۴ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ مزّی اور امام ابن تیمیہ کے فیض یافتہ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ دمشق ہی میں ۷۴۸ھ = ۱۳۴۸ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۳: ۳۳۶، الاعلام ۵: ۳۲۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

اس وقت عالمِ برزخ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات کا ہونا برحق ہے لیکن وہ حیات نہ تو من کل الوجوہ حیاتِ دنیا ہے اور نہ ہی من کل الوجوہ حیاتِ اہل جنت ہے او اُن کی حیات اصحابِ کہف کی حیات جیسی ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی (۱) لکھتے ہیں: وہذہ الحیاۃُ لیست حیاۃٌ دنیویۃٌ إنّما هي أُخرویۃٌ.

[فتح الباری ۷:۴ کتاب فضائل الصحابۃ [۶۲] باب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۱]]

"اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلکہ اُخروی ہے۔"

انہوں نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لأنہ ﷺ بعدموتہ وإن کان حیًّا فھي حیاۃٌ أخرویۃٌ لاتُشبِهُ الحیاۃَ الدنیا. [فتح الباری ۷:۳۴۹]

"کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ دوسری قسم کی حیات ہے وہ دنیا کی حیات جیسی نہیں۔"

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی [وفات: ۱۲۷۰ھ] لکھتے ہیں: والمراد بتلك الحیاۃِ نوعٌ من الحیاۃِ غیرمعقول لنا، وھي فوق حیاۃ الشھداء بکثیر، وحیاۃ نبینا ﷺ أکمل وأتم من حیاۃ سائرھم علیھم السلام. [روح المعانی ۲۱-۲۲:۲۹۵ بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳:۴۰]

"اور اُس [قبر کی] حیات سے مراد حیات کی ایک ایسی قسم ہے جو ہماری عقل و سمجھ سے بالاتر ہے جو شہداء کی حیات سے بھی بڑھ کر ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی حیات سارے انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل و اَتم ہے۔"

شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی (۲) لکھتے ہیں:

---

(۱) احمد بن علی بن محمد، کنانی، عسقلانی، ابوالفضل، شہاب الدین، ابن حجر قاہرہ میں ۷۷۳ھ = ۱۳۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ شعر و ادب کے دلدادہ تھے، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث، رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم ہیں۔ ۸۵۲ھ = ۱۴۴۹ء کو قاہرہ ہی میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱:۸۷، الاعلام ۱:۱۷۸]

(۲) محمد اسحاق مسند الآفاق بن محمد افضل، عمری: شاہ عبدالعزیز کے نواسے اور خلیفہ تھے۔ ۱۱۹۷ھ = ۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ مکرمہ میں ۱۲۶۲ھ = ۱۸۴۶ء میں فوت ہوئے۔ [نزہۃ الخواطر ۷:۵۹-۶۰]

"انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ میں ایک ایسی دائمی زندگی حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، حالانکہ وہاں [یعنی عالم برزخ] کی زندگی دنیوی زندگی کی مثل نہیں بلکہ دنیوی حیات کے احکام اور ہیں اور وہاں کی حیات کے اَحکام اور۔"

[خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین: ۱۴۳، مسئلہ ۴۰: استشفاع عند القبر]

علامہ خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی (۱) لکھتے ہیں:

فنقولُ: القولُ بحیاتھم حقٌّ ثابتٌ بالأحادیث الصحیحۃ، فنعتقد حیاتھم علیھم الصلاۃ والسلام حیاۃ برزخیۃ فوق حیاۃ الشھداءِ، وأن نبینا ﷺ قدجعل اللّٰہ عند قبرہ الشریف مَلَكٌ یبلغہ سلام المسلمین الذین عند ضریحہ المکرم والنائین عنہ، ونعتقد أن الأنبیاء جمیعھم طریون لاتأکل الأرض أجسادھم الشریفۃ للأحادیث الواردۃ في ذلك. [جلاء العینین بمحاکمۃ الاحمدین: ۵۲۸]

"ہم کہتے ہیں کہ اُن کی حیات حق اور صحیح احادیث سے ثابت ہے پس ہم تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات — جو برزخی حیات ہے — کا عقیدہ رکھتے ہیں، جو شہداء کی حیات سے برتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ ایک فرشتہ اس کام پر لگایا ہے کہ وہ قبر سے قریب و بعید سلام پڑھنے والوں کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ تروتازہ ہیں، اُن کے اَجسادِ مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی۔ اس بارے میں کئی احادیث وارِد ہیں۔"

حیات النبی ﷺ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر موت وارِد ہی نہیں ہوئی۔ موت کا وارِد ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا وفات پانا تو ایک معلوم و مسلّم اور مشاہدہ میں آئی ہوئی حقیقت ہے اور

---

(۱) نعمان بن محمود بن عبداللہ، ابوالبرکات، خیر الدین، آلوسی۔ واعظ، فقیہ اور باحث تھے۔ بغداد میں ۱۲۵۲ھ = ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ کئی شہروں میں منصب قضاء پر فائز رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سب کچھ چھوڑ کر درس و تدریس میں منہمک ہوئے۔ کئی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۱۷ھ = ۱۸۹۹ء کو بغداد میں وفات پائی۔

[أعلام العراق: ۵۷-۶۸، الاعلام ۸:۴۲]

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول اللہ کے متعلق موت [یعنی مرنے] کے لفظ کا استعمال بھی بالاجماع جائز ہے بلکہ اس حیات کا مطلب حیاتِ برزخی ہے جو وفات پا جانے کے بعد عالمِ برزخ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی اور جو شہداء کو بھی عطا ہوتی ہے بلکہ ایک درجہ کی برزخی حیات تو سب ہی کو ملتی ہے کیونکہ بغیر اس حیات کے عذاب وثواب کا کوئی تصور نہیں' ہاں ہر طبقہ کی حیات اس کے درجہ اور شان کے مطابق ہوتی ہے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام سب سے اعلیٰ وارفع ہیں اس لیے اُن کی برزخی حیات بھی سب سے اعلیٰ' اولیٰ' اَذکیٰ اور برتر ہے' جس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مطہرہ بالکل جوں کے توں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور زمین ان کو گلا نہیں سکتی۔ بس یہی حقیت ہے مسئلہ حیاتُ النبی ﷺ کی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر اَموات کا اِطلاق شریعت کی رو سے ممنوع نہیں' سو جیسے انبیاءِ کرام علیہم السلام پر اَحیاء کا اِطلاق درست ہے ایسے ہی اَموات کا اِطلاق بھی جائز ہے' البتہ حیثیت کا فرق ہے اور وہ اس اعتبار سے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اس عالَمِ دنیا یعنی عالَمِ فانی سے انتقال فرما گئے ہیں اور اُن کے مبارَک اجسادِ عنصری ناسوتی خاکی سے اَرواح مطہر ومعطر پرواز کر گئی ہیں۔ ان پر میت کا اِطلاق جائز ہے اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ پر بالفعل میت کا اِطلاق ایسی پاکباز ہستیوں نے کیا ہے جو آپ ﷺ کے بہت بڑے جان نثار تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ اَموات کا سا معاملہ کیا کہ آپ ﷺ کو نہلایا پھر آپ ﷺ کو تین سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا اور متعارف قمیص اور عمامہ آپ ﷺ کے زیبِ تن نہ کیا پھر آپ ﷺ کے لیے شق اور لحد میں سے لحد کو ترجیح دی جو آپ ﷺ کو پسند تھی اور آپ ﷺ پر چار تکبیروں کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی' البتہ جماعت نہیں کرائی گئی کیونکہ جنازہ کے لیے جماعت شرط نہیں اور اس اعتبار سے آپ ﷺ کی روح مبارَک اپنے اس خاکی ناسوتی دنیاوی جسم سے نکل کر اپنے اعلیٰ اور بلندترین مقام پر جو آپ ﷺ نے دنیوی زندگی میں رہ کر خواب میں دیکھ کر اِشتیاق ظاہر فرمایا تھا کہ مجھے اپنے گھر کو اندر سے دیکھنے دو تو فرشتوں نے عرض کی: ابھی آپ ﷺ نے کچھ مدت دنیا میں رہنا ہے' پھر جب آپ ﷺ کی عالَم دنیا میں رہنے کی مدت پوری ہو جائے گی

تو آپ ﷺ کا یہی مکان تیار ہے۔ اب آپ ﷺ اسی مکان میں مقیم ہیں جو کھلی فضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہیں۔ کھانے' پہننے اور رہنے سہنے کی کوئی فکر نہیں۔ روح مبارَک کا اُن کے جسدِ مبارَک سے ایک ایسا تعلق ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے اور بقول حافظ ابن تیمیۃ (۱) اور حافظ ابن قیم کے آپ ﷺ قبر کے پاس صلاۃ وسلام سنتے ہیں۔ اُن کے اجسادِ مطہرہ کو زمین خراب نہیں کر سکتی اسی کا نام حیاتِ برزخی ہے' جو سب سے اعلیٰ ہے۔

—انبیاء کرام علیہم السلام کے اَجساد مبارَکہ کی حفاظت—

محققین کی اِن عبارات کا واضح مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر کی زندگی کو نہ تو ہر لحاظ سے دنیوی حیات کہنا مناسب ہے اور نہ ہی ہر لحاظ سے جنت میں کہنا' کیوں کہ من کل الوجوہ تو نفخہ ثانیہ کے بعد ہی انبیاء علیہم السلام جنت میں تشریف لے جائیں گے یعنی جنت میں ہونے کے باوجود من کل الوجوہ جنت میں نہ ہونے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ انبیاء علیہم السلام کی اَرواح مبارَکہ تو یقیناً جنت ہی میں ہیں لیکن اُن کے اَجسادِ عنصریہ اپنے اَرضی مدفنوں میں ہیں جو بالکل محفوظ' صحیح وسالم' تروتازہ اور خوش بودار ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے دو واقعات موجود ہیں جن سے اس عقیدہ پر روشنی پڑتی ہے۔

—ایک نامعلوم الاسم نبی کا واقعہ (۲)—

قرآن مجید میں ہے کہ: اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِىْ

---

(۱) احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم' حرانی' دمشقی' حنبلی' ابو العباس' تقی الدین ابن تیمیۃ' ۶۶۱ھ = ۱۲۶۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہو گئے۔ ۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالمِ دین تھے۔
[المعجم المختص بالمحدثین' ذہبی: ۲۵' البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۱۴۱' الاعلام ۱: ۱۴۴]

(۲) مفسرین نے زیادہ تر مراد سیدنا عزیر علیہ السلام نبی لیا ہے۔ سلسلہ اسرائیلی کے ایک مشہور پیمبر گزرے ہیں ان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح تھا۔ ۴۵۰ قبل مسیح میں ڈیڑھ ہزار یہود کو اُم کی قید اور جلاوطنی سے چھڑا کر فلسطین لائے بائبل میں اُن کا نام عزرا کاتب یعنی کاتب توریت کی حیثیت سے آتا ہے۔ ایک صحیفہ بھی اُن کے نام کی..........

Maktaba Tul Ishaat.com

ھٰذِہِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۹]

''یا جیسے کہ وہ جس کا ذکر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ بھلا اللہ اس کو اِس کے فنا ہو چکنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اُسے سو سال کی موت دے دی پھر اُس کو اُٹھایا: پوچھا: کتنی مدت [اس حال میں] رہے؟ بولا: [اس حال میں] ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ رہا۔ فرمایا: بلکہ تم پورے سو سال [اس حال میں] رہے۔''

یہ واقعہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ زمین پر سو سال تک بے روح جسد خاکی کو زمین نہیں کھا سکی۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اَطہر کی حفاظت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی وفات کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ. [سورۃ سبا ۳۴:۱۴]

''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے اُس کی موت کا پتا نہ بتایا بجز ایک زمینی کیڑے کے کہ وہ اُس کے عصا کو کھاتا تھا سو جب وہ گر پڑا تب جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اِس ذلت کی مصیبت میں نہ پڑتے۔''

اس آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دیمک اُن کے عصا تک تو پہنچ گئے اسے کھایا اور وہ گر پڑے مگر سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاؤں کا کچھ نہ کر سکے۔ آپ بدستور محفوظ رہے۔

...... طرف منسوب ہے۔ قتادۃ اور سدی وغیرہ تابعین اسی طرف گئے ہیں بلکہ یہی قول سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے بھی مروی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سیدنا یرمیاہ علیہ السلام تھے۔ یہ بھی اسرائیلی سلسلہ کے نبی ہوئے ہیں یہ ساتویں صدی قبل مسیح میں تھے اور تاریخ یہود میں آتا ہے کہ انہیں نبوت ۶۴۶ قبل مسیح میں ملی تھی، تاریخی اعتبار سے امکان ان کے لیے بھی ہے۔ گو ذرا ضعیف۔ باقر اور وہب بن منبہ سے روایت اُن کے متعلق ہے۔ بائبل میں اس سے ملتا جلتا ایک قصہ سیدنا حزقیل علیہ السلام سے متعلق درج ہے جو سیدنا یرمیاہ علیہ السلام کے ہم عصر اور چھٹی صدی قبل مسیح میں تھے لیکن بائبل میں یہ واقعہ بصورتِ واقعہ نہیں بلکہ کشف یا رؤیا کے طور پر ہے۔

[تفسیر مولانا عبدالماجد دریابادی: ۱۰۹، حاشیہ: ۱۰۰۷]

سیدنا دانیال علیہ السلام کے جسدِ اَطہر کی حفاظت

قبل از مسیح علیہ السلام ایک نبی ہوئے ہیں جن کا نام سیدنا دانیال یا دانی ایل علیہ السلام تھا۔ ان کی قوم کو اس بات کا علم تھا کہ نبی کا جسم مبارک بعد از وفات سڑتا نہیں ہے نہ اُس میں تعفن پیدا ہوتا ہے نہ اسے مٹی کھاتی ہے اور اگر نبی کے جسم کو قیامت تک کھلا چھوڑ دیں تب بھی اُس کے جسم میں تازگی اور طراوت برقرار رہتی ہے۔ جب سیدنا دانیال علیہ السلام نے وفات پائی تو اُن کی قوم نے انہیں دفن نہ کیا کہ اُن کی زیارت سے محروم نہ ہو جائیں اس لیے اُنہوں نے انہیں ایک چارپائی پر لٹا کر اُن کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا اور بستر وغیرہ بچھا کر انہیں ایک غار کے اندر رکھ دیا پھر صبح و شام سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتے رہتے۔ رفتہ رفتہ یہ محبت، شرکیہ اَفعال میں تبدیل ہو گئی۔ زمانہ بیت گیا۔ علم سے جہالت اور جہالت سے علم کی طرف اُلٹ پھیر ہوتا رہا۔ کئی نبی آئے مگر قوم دانیال اپنے نبی کو پوجتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ﷺ بھی تشریف لائے اور اپنا فرض ادا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ خلفاء راشدین میں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تُستر (۱) کا علاقہ اسلامی فوج نے فتح کیا تو سیدنا دانیال علیہ السلام کا جسدِ خاکی بھی لشکرِ اسلام کے ہاتھ لگا۔ اُن کے جسدِ اَطہر کے ساتھ مشرکانہ اَفعال دیکھنے کے بعد سپاہِ اسلام نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: دجلہ و فرات کے دوآبہ میں تیرہ قبریں بنائی جائیں پھر رات کی تاریکی میں ان چودہ میں سے کسی ایک قبر میں سیدنا دانیال علیہ السلام کا جسدِ اَطہر دفن کر کے بغیر نشان لگائے سب قبروں کو بند کر دیا جائے تاکہ یہ مشرک لوگ قبر کے ساتھ مشرکانہ کام نہ شروع کر دیں، چنانچہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق غسل و کفن دے کر دفن کیے گئے۔

[سیرۃ ابن اسحاق: ۴۳-۴۴، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸:۳۰۷، حدیث: ۳۴۵۱۱، البدایۃ والنہایۃ ۲:۴۲-۴۴]

(۱) تُستر: خوزستان کا بہت بڑا شہر ہے۔ بصرہ کے قریب ہے۔ اسے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتح کیا تھا۔ سیدنا براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر یہاں پر ہے۔ [معجم البلدان ۲:۲۹]

Maktaba Tul Ishaat.com

—إنَّ اللّٰه حرَّم على الأرض أن تأكل أجسادالأنبياء—

حدیث میں ہے کہ:أفضل أياكم يوم الجمعة‘فيه خُلِقَ آدم‘وفيه قُبِضَ‘وفيه النفخة‘وفيه الصعقة‘فأكثروا عَلَيَّ من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة عَلَيَّ ‘قالوا: و كيف نعرض صلاتنا عليك و قد أرمتَ؟-يقولون:بليتَ-فقال:إنَّ اللّٰه حرَّم على الأرض أن تأكل أجسادالأنبياء.

[سنن ابی داود‘ کتاب الصلاۃ[۲]باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ[۲۰۷]حدیث:۱۰۴۷‘باب فی الاستغفار[۳۶۱]حدیث:۱۵۳۱‘سنن النسائی‘ کتاب الجمعۃ[۱۴]باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ[۵]حدیث:۱۳۷۴‘سنن ابن ماجۃ‘ کتاب الصلاۃ[۲]باب فی فضل الجمعۃ[۷۹]حدیث:۱۰۸۵‘سنن دارمی‘ کتاب الصلاۃ[۳]باب فی فضل الجمعۃ[۲۰۶]حدیث:۱۵۷۲‘مسند احمد۴:۸‘شفاء السقام:۳۹۳-۳۹۴]

’’تمہارا سب سے بہترین دن جمعہ ہوتا ہے‘اسی دن[سیدنا] آدم[علیہ السلام] پیدا ہوئے اور اسی[دن] اُن کی وفات ہوئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اسی روز دوبارہ اٹھنا ہوگا اس لیے اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ختم ہو چکے ہوں گے؟یعنی جسم بوسیدہ ہو گیا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا:یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء[علیہم السلام] کے اجساد کو کھائے۔‘‘

علامہ ابن عبدالہادی[(۱)] لکھتے ہیں:هذه الأحاديث المعروفة عندأهل العلم التي جاء ت من وجوه حسان تصدق بعضها بعضاً و هي متفقةٌ على أنَّ مَن صَلَّى عليه وسَلَّمَ مِن أمته فإن ذلك يبلغه ويعرض عليه‘وليس في شيء منها أنه يسمع صوت المصلي عليه

(۱) محمد بن احمد بن عبدالہادی بن عبدالحمید بن عبدالہادی شمس الدین ابوعبداللہ ابن قدامہ مقدسی جماعیلی دمشقی صالحی‘ حافظ حدیث تھے۔ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔اپنے جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہو کر ابن عبدالہادی کہلائے۔۷۰۵ھ=۱۳۰۵ء کو پیدا ہوئے۔۷۰ سے اوپر کتابیں لکھیں۔۷۴۴ھ=۱۳۴۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔[الدرر الکامنۃ۳:۳۳۱‘ترجمہ:۸۸۸‘الاعلام۵:۳۲۶]

و المسلم بنفسه‘ إنما فيها أن ذلك يُعرَضُ عليه و يبلغه ﷺ و معلوم أنه أرادبذلك: الصلاةُ و السلام الذي أمر اللّٰه به‘ سواء صلى عليه و سلم في مسجده أو مدينته أو مكان آخر‘فعلم أنَّ ما أمر اللّٰه به من ذلك فإنه يبلغه.

[الصارم المنکی فی الرد علی السبکی:۱۵۹-۱۶۰]

’’اہل علم کے نزدیک یہ معروف احادیث ہیں جو حسن اسانید کے ساتھ مروی ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں ان ساری روایات کا مطلب یہ ہے کہ امت میں سے جو شخص رسول اللہ ﷺ پہ صلاۃ وسلام پڑھے تو وہ آپ ﷺ تک پہنچا کر پیش کی جاتی ہیں اس میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں موجود کہ آپ صلاۃ وسلام پڑھنے والے کی آواز سنتے ہیں بلکہ اس میں اس قدر ہے کہ صلاۃ وسلام آپ ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ تک پہنچائی جاتی ہیں۔اس سے مراد وہی صلاۃ وسلام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے‘خواہ اسے اپنے شہر میں اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ کر پڑھے یا کسی اور جگہ پر۔پس معلوم ہوا کہ جہاں کہیں بھی صلاۃ وسلام پڑھے جائیں وہ آپ ﷺ تک پہنچ جاتے ہیں[(۱)]۔‘‘

(۱) ایک سائل نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں جلاء الافہام کے حوالے سے حدیث:أكثروا الصلاة عليَّ فإنه يومٌ مشهودٌتشهده الملائكة‘ليس من عبديصلي عَلَيَّ إلّابلغني صوته حيث كان‘ قلنا:وبعد وفاتك؟قال:وبعدوفاتي‘إنَّ اللّٰه حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء لکھ کر سوال کیا: اس حدیث میں کوئی کلام بھی نہیں کیا کہ ضعیف ہے یا موضوع؟ تو آپ نے اس کا جواب اس طرح دیا: **الجواب**: اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلانسب مذکور ہے‘جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں؛جن کے بارے میں رُبَمَا أخطأ لکھا ہے۔یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں؛یہ بھی غیر منسوب ہیں۔اس نام کے رُواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے؛ جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا ہے۔وهذا كله من التقريب.
پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے۔

[امداد الفتاویٰ۵:۲۷۲‘ کتاب العقائد والکلام]

عِظَامُ یُوْسُفَ علیہ السلام

اس عقیدے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایک دوسری حدیث میں اس کے بالکل خلاف موجود ہے کہ: ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اُس کی خاطر تواضع کی پھر اُس نے آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ اُس کے ہاں تشریف لے گئے۔ اُس سے پوچھا: تیری کوئی خدمت ہو تو؟ اُس نے کہا: سواری کے لیے ایک اونٹنی اور کچھ بھیڑ بکریاں جس سے میرا اہل و عیال دودھ پی سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے [اپنے ساتھیوں سے] فرمایا: کیا تم بنی اسرائیل کی اُس بوڑھی عورت کی طرح نہیں ہو سکتے؟ انہوں نے کہا: کون سی بوڑھی عورت؟ آپ نے فرمایا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے باہر نکلے تو راستہ بھول گئے تو پوچھا یہ کیا ہے؟ کچھ جاننے والوں نے کہا کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو موت آئی تو انہوں نے ہم سے اللہ تعالیٰ کے نام کا وعدہ لے لیا کہ ہم مصر سے تب باہر نکلیں گے جب نَنْقُلُ عِظَامَهُ مَعَنَا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اُن کی قبر کہاں ہے؟ اُس نے کہا: ایک بوڑھی عورت کو معلوم ہے۔ اُس عورت کو بلایا گیا اور وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئی۔ انہوں نے اُس سے سیدنا یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا: میں ایک ضمانت پر بتاؤں گی۔ آپ نے پوچھا: کون سی ہے؟ اُس نے کہا یہ کہ میں جنت میں آپ کی معیت میں ہوں گی۔ آپ نے یہ عہد و پیمان مناسب نہیں جانا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ اُس کے ساتھ یہ وعدہ کر لو۔ وہ انہیں ایک جگہ لے گئی جہاں کچھ پانی جمع ہوا تھا اور انہیں کہنے لگی کہ اس پانی کو یہاں سے ہٹاؤ۔ اُس کے بعد کہا: اب زمین کھودو۔ جس کے بعد: فَاسْتَخْرَجُوْا عِظَامَ یُوْسُفَ اور جب انہیں زمین پر رکھا تو اب راستہ بالکل صاف تھا۔

[مسند ابی یعلیٰ ۱۳: ۲۳۶، حدیث: ۷۲۵۴، صحیح ابن حبان ۲: ۵۰۰، حدیث: ۷۲۳، مستدرک ۲: ۴۰۴-۴۰۵، ۲: ۵۷۱-۵۷۲]

اس روایت میں عِظَامُ یُوْسُفَ کا معنیٰ "سیدنا یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں" لیا جاتا ہے جس پر بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ کے خلاف ہے۔ مگر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عِظَامٌ کا معنی یہاں "ہڈیاں" نہیں کہ اعتراض وارد ہو جائے بلکہ یہ ذِكْرُ الْجُزْءِ وَالْمُرَادُ الْكُلُّ کے قبیل سے ہے یعنی عِظَامٌ سے مراد ہڈیاں نہیں بلکہ

پورے کا پورا جسم ہے اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر جب زیادہ ہو گئی تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ (۱) نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

أَلَا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَحْمِلُ عِظَامَكَ؟ قَالَ: بَلَى.

[سنن ابی داود کتاب الصلاۃ [۲] باب فی اتخاذ منبر [۲۲۱] حدیث: ۱۰۸۱]

"یا رسول اللہ! میں آپ کے لیے منبر نہ بنا دوں، جو آپ کے جسم کو اُٹھا سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ عِظَامٌ کا استعمال اور اطلاق جسم پر بھی ہوتا ہے۔ مطلب رہے کہ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کا جسدِ عنصری نکالا اور اپنے ساتھ لے گئے۔

عقیدہ کے اِثبات کے لیے قطعی دلیل درکار ہے

علامہ تفتازانی (۲) لکھتے ہیں: لاعِبرةَ بالظَّنِّ في باب الإعتقاديات. [شرح المقاصد ۱: ۴۹]

"اعتقادیات کے باب میں ظن کا کچھ اعتبار نہیں۔"

ملا علی قاری (۳) لکھتے ہیں: و من المعلوم عند أرباب العلوم و أصحاب الفهوم: أنَّ مبنى العقائد على الأدلة القطعية، لا على الحجج الظنية المفيدة في المسائل الفقهية الفرعية. [شم العوارض فی ذم الروافض: ۲۱]

---

(۱) تمیم بن اوس بن خارجہ داری ابو رقیہ رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی ہیں۔ بنو لخم کی ایک شاخ دار بن ہانئ کی وجہ سے داری کہلائے۔ ۹ھ کو اسلام قبول کیا۔ مدینہ منورہ میں رہائش تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شام چلے گئے۔ ۴۰ھ = ۶۶۰ء کو فلسطین میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ: ۱۳۵، ترجمہ: ۵۱۵، الاعلام ۲: ۸۷]

(۲) مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی، سعد الدین۔ عربیت، بیان اور منطق کے ماہر تھے۔ خراسان کے تفتازان نامی گاؤں میں ۷۱۲ھ = ۱۳۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ سرخس میں اقامت پذیر رہے۔ تیمور لنگ نے انہیں سمرقند جلا وطن کیا جہاں ۷۹۳ھ = ۱۳۹۰ء کو وفات پائی۔ سرخس میں دفن کیے گئے۔ [الدرر الکامنۃ ۴: ۳۵۰، الاعلام ۷: ۲۱۹]

(۳) ملا علی قاری بن سلطان محمد، نور الدین، حنفی فقیہ تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۰۱۴ھ = ۱۶۰۶ء کو وفات پائی۔ سال میں ایک مصحف لکھ کر اسے فروخت کر کے اس پر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ [البدر الطالع ۱: ۴۴۵]

Maktaba Tul Ishaat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

’’اربابِ علم وفہم کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ عقائد کی بنیاد قطعی دلائل پر اُستوار ہوتی ہے۔ اور اُن ظنی دلائل پر اس کی عمارت نہیں کھڑی کی جاسکتی جو فقہی اور فرعی مسائل میں مفید ہوتی ہیں۔‘‘

یہ بھی لکھتے ہیں: إنَّ الآحادَ لاتُفيدُ الإعتمادَ في الإعتقاد. [شرح الفقہ الاکبر:۵۷]

’’اَخبارِ آحاد اعتقاد کے معاملہ میں لائق اعتماد نہیں۔‘‘

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر (۱) لکھتے ہیں:

’’کتب عقائد میں یہ مسئلہ صراحت اور وَضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ عقیدہ کے اِثبات کے لیے خبرِ واحد صحیح بھی نا کافی ہے، یعنی ایسی حدیث جس کے راوی اگرچہ ثقہ ہوں لیکن اس حدیث کا شمار خبر واحد میں ہوتا ہو تو اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا چنانچہ شرح مواقف: ۷۲۷، شرح فقہ اکبر: ٦٨، مسامَرۃ ۲: ۸۷ اور شرح عقائد: ۱۰۱ میں ہے کہ خبرِ واحد اگرچہ صحت کی اُن تمام شرائط سے متصف ہو جن کا اصولِ فقہ اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس سے ظن کا فائدہ ہی ہوسکتا ہے اور عقائد کے باب میں ظنیات کا کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

الأحاديث إذا كانت في مسائل عملية يكفي في الأخذ بها بعد صحتها أفادَتها الظن، أمّا إذا كانت في العقائد فلا يكفي فيها إلّا ما يفيد القطع. [فتح الباری ۸: ۴۳۱]

’’یعنی جن مسائل کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اُن میں صحیح اَحادیث سے استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کے [ثبوت کے] لیے ظنی دلائل ہی کافی ہیں لیکن جب عقائد کی باری آئے گی تو اُن میں صرف وہی حدیثیں قابلِ قبول ہوں گی جو قطع ویقین کا فائدہ دیں [یعنی: صرف متواتر حدیثیں ہوں، عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا معنوی، تواترِ طبقہ ہو یا تواترِ توارث، ان میں سے ہر ایک کا انکار کفر ہے]۔‘‘

شیخ الحدیث صاحب یہ بھی لکھتے ہیں: ’’قارئینِ کرام! آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ عقیدت اور چیز

(۱) محمد سرفراز خان صفدر بن نور احمد خان بن گل احمد خان، سواتی، مندراوی۔ ۱۹۱۴ء کو ڈھکی چیڑاں داخلی، کڑمنگ بالا، تحصیل مانسہرہ، ضلع ہزارہ، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیو بند کے فاضل ہیں۔ گکھڑ اور گوجرانوالہ کو مرکز بنا کر دین کی خدمت کا آغاز کیا۔ کثیر التصانیف محقق بزرگ ہیں۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ = ۵ مئی ۲۰۰۹ء کو وفات پائی۔ [ماہنامہ الشریعۃ، گوجرانوالہ، امام اہل سنت نمبر، جولائی - اکتوبر ۲۰۰۹ء]

ہے اور عقیدہ اور ہے۔ عقیدہ کے اِثبات کے لیے کوئی قطعی نص یا خبر متواتر وغیرہ درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی اور قرآن کریم کے مقابلہ میں تو خبر واحد کا پیش کرنا ہی ناجائز ہے۔‘‘ [تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر: ۲۴-۲۵]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ’’ہمارے اکابر عقیدہ کو قطعی دلائل سے پیش کرتے ہیں اور قطعی دلائل یہ ہیں: قرآن کریم، خبر متواتر [عام اس کے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ، تواتر قدر مشترک ہو، یا تواتر توارث ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے] اور اجماعِ قطعی، ہمارا کوئی عقیدہ اِن دلائل کے بغیر کسی اور چیز پر موقوف نہیں۔‘‘ [راہِ ہدایت: ۲۰۲]

— نعیم وعذابِ قبر —

حافظ ابن حزم (۱) لکھتے ہیں: عذاب القبر، قال أبو محمد ذهب ضرار بن عمرو الغطفاني أحد شيوخ المعتزلة إلى إنكار عذاب القبر، وهو قول مَن لَقِينَا من الخوارجِ، و ذهب أهل السنة و بشر بن المعتمر والجبائي وسائر المعتزلة إلى القول به، وبه نَقولُ لصحة الآثار عن رسول الله ﷺ. [الفصل فی الملل والاہواء والنحل ۴: ٦٦]

’’عذابِ قبر: ابو محمد [حافظ ابن حزم کی کنیت ہے] کہتا ہے: شیخ المعتزلہ ضرار بن عمرو غطفانی نے قبر کی عذاب سے انکار کیا ہے اور یہی اُن خوارِج کا بھی مذہب ہے جن سے ہم نے ملاقات کی ہے، البتہ اہلِ سنت وجماعت، جُبائی، بشر بن معتمر اور دوسرے سارے معتزلہ عذاب قبر کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا بھی یہی مذہب ہے اس لیے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کئی صحیح احادیث منقول ہیں۔‘‘

(۱) علی بن احمد بن سعید بن سعد، ابو محمد ابن حزم ظاہری، قرطبہ میں ۳۸۴ھ = ۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے عہد میں اندلس کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ اور آپ کے والد دونوں مملکت اندلس کے وزیر تھے۔ آپ نے وزارت کو خیر باد کہا اور اپنے آپ کو حصول علم کے لیے وقف کر دیا۔ فقیہ اور حافظِ حدیث تھے اور قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کیا کرتے تھے۔ ۴۵٦ھ = ۱۰٦۴ء کو اندلس کے مضافاتی گاؤں لَبْلَۃ میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۳۲۵، سیر اعلام النبلاء ۱۸: ۱۸۴، الاعلام ۴: ۲۵۴]

Maktaba Tul Ishaat.com

حافظ صاحب موصوف آگے لکھتے ہیں: وقد احتج مَن أنكره بقولِ اللّٰه تعالى: رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ [سورۃ حم المؤمن ۴۰:۱۱] وبقوله: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ [سورۃ البقرۃ ۲:۲۸] وهذا حقٌّ لا يدفع عذاب القبر، لأن فتنة القبر وعذابه والمسألة إنما هي للروح فقط بعد فراقه للجسد إثر ذلك قُبِرَ أو لم يقبر ... وأما مَن ظَنَّ أنَّ الميتَ يُحيٰى في قبره فخطأٌ لأن الآيات التي ذكرنا تمنع من ذلك، و لو كان ذلك لقال تعالى: قد أماتَنَا ثلاثاً وأحيانا ثلاثاً، و هذا باطلٌ وخلافُ القرآن إلا مَن أحياهُ اللّٰه آية لنبي من الأنبياء. [الفصل فی الملل والاہواء والنحل ۴:۶۷]

"جس شخص کا یہ گمان ہے کہ قیامت سے پہلے مُردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے غلط ہے کیونکہ:

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ [سورۃ حم المؤمن ۴۰:۱۱]

"[وہ کہیں گے کہ] اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دوبار موت دی اور دوبار زندگی دی۔"

اور: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ [سورۃ البقرۃ ۲:۲۸]

"تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ تم مردہ تھے تو اُس نے تم کو زندہ کیا پھر وہ تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو زندہ کرے گا۔"

سے اس گمان کی تردید ہوتی ہے کیونکہ اگر مردہ کا قبر میں زندہ ہونا مان لیا جائے تو بجائے دو کے تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں حالانکہ یہ غلط اور قرآن مجید کے خلاف ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی نبی کے معجزے سے زندہ کرے۔"

حافظ صاحب کی اس عبارت پر حافظ ابن قیم [وفات: ۷۵۱ھ] نے یہ تبصرہ کیا ہے:

قلتُ: ماذكره أبو محمد فيه حقٌّ وباطلٌ، أما قوله: مَن ظَنَّ أنَّ الميت يُحيَا في قبره فخطأٌ فهذا فيه إجمالٌ، إن أراد به الحياة المعهودة في الدنيا التي تقوم فيها الروح بالبدن و تصرفه وتحتاج معها إلى الطعام والشراب واللباس فهذا خطأٌ، كما قال، والحِسُّ و العقلُ يكذبه كما يكذبه النص، وإن أراد به حياةً أخرى غير هذه الحياة، بل تُعادُ الروح إليه إعادةً غير الإعادة المألوفة في الدنيا ليُسأل ويُمتَحَنَ في قبره، فهذا حقٌّ، ونفيه خطأٌ

وأما استدلاله بقوله: قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فلا ينفي ثبوت هذه الإعادة العارضة لروح في الجسد للمسألة كما أن قتيل بني إسرائيل الذي أحياهُ اللّٰه بعد قتله ثم أماته لم تكن تلك الحياةُ العارضةُ له للمسألة معتداً بها فإنه يحيى لحظة بحيث قال: فلانٌ قتلني، ثم خرَّ ميتاً، على أن قوله: ثم تعاد روحه في جسده لا يدلُّ على حياةٍ مستقرةٍ، وإنما يدلُّ على إعادةٍ لها إلى البدن وتعلقٍ به، فالروح لم تزل متعلقة ببدنها و إن بَلِيَ و تَمَزَّقَ. [الروح ۱:۲۶۲-۲۶۳]

"میرے خیال میں حافظ ابو محمد ابن حزم کی کچھ باتیں صحیح ہیں اور کچھ غلط ہیں۔ اُن کا یہ کہنا کہ: "قبر میں زندہ ہونے کی رائے غلط ہے۔" اگر اس سے دنیوی زندگی مراد ہے جس میں روح بدن سے قائم ہوتی ہے اور اس میں تصرف و انتظام کرتی ہے اور بدن اس کی موجودگی میں کھانے پینے اور پہننے کا محتاج ہوتا ہے تو مُردے کی ایسی زندگی واقعی غلط ہے اور نہ صرف نص بلکہ عقل و حس بھی اس سے انکار کرتی ہے اور اگر اس سے برزخی زندگی مراد ہے جو دنیوی زندگی کی طرح نہیں ہے بلکہ قبر میں روح جسم کی طرف صرف اس لیے لوٹتی ہے تاکہ اُس کا امتحان لیا جائے تو یہ درست ہے مگر یہ لوٹنا دنیوی لوٹنے کی طرح نہیں۔ ابن حزم کی دلیل:

—رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ. [سورۃ حم المؤمن ۴۰:۱۱] اور

—كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۸]

سے جسم میں روح کے عارضی طور پر لوٹ آنے کی نفی نہیں ہوتی، جیسے اسرائیلی مقتول قتل کیے جانے کے بعد عارضی طور پر زندہ کر دیا گیا تھا، پھر مر گیا تھا، لہٰذا سوال کے لیے یہ عارضی زندگی ناقابلِ اعتبار تھی کیونکہ وہ ذرا سی دیر کے لیے زندہ کیا گیا تھا پھر مر گیا تھا، اُس نے یہ بتا دیا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے اور یہ بتا کر پھر فوت ہو گیا۔ مزید برآں روح کو جسم میں لوٹا دینے سے مستقل زندگی لازم نہیں آتی بلکہ جسم سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور روح کا تعلق اپنے جسم سے برابر قائم رہتا ہے، گو جسم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل کر بے نام و نشان ہو جائے۔"

Maktaba Tul Ishaat.com

علامہ ابن ابی العز حنفی دمشقی (۱) لکھتے ہیں:

وقد تَواتَرَتِ الأخبارُ عن رسول اللّٰہِ ﷺ في ثبوت عذاب القبر ونَعيمه لمن كان لذلك أهلاً، وسؤال المَلَكَينِ، فيجبُ اعتقادُ ثبوتِ ذلكَ، والإيمانُ به، ولانتكلَّمُ في كيفيته، إذ ليس للعقلِ وُقوفٌ على كيفيته، لكونه لا عهد له به في هذه الدار، والشرعُ لا يأتي بما يُحيلُه المعقولُ، ولكنه قد يأتي بما تَحارُ فيه العقول، فإنَّ عَودَ الروح إلى الجسد ليس على الوجه المعهودِ في الدنيا، بل تُعادُ الرُّوحُ إليه إعادةً غيرَ الإعادةِ المألوفةِ في الدنيا.

[شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۲: ۵۷۸]

"جولوگ ثواب یا عذابِ قبر کے مستحق ہیں، انہیں ثواب وعذاب ملنے اور فرشتوں کا مردہ سے سوال کرنے سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں، اس لیے اس کے ثابت ہونے کا عقیدہ اور اس پر ایمان رکھنا لازم ہے، البتہ ہم اس کی کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے اس لیے کہ عقل اس کیفیت کا اِدراک نہیں کر سکتی، اس لیے کہ عقل کا اس عالَم سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے، شریعت کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو عقلی طور پر محال وناممکن ہو لیکن کئی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جس میں عقلیں حیران وسرگردان ہوتی ہیں، اس لیے کہ جسد کو روح کا اعادہ اُس طریقہ سے نہیں کیا جاتا جو دنیا میں معلوم ومعروف ہے بلکہ قبر میں روح کا اعادہ دنیا میں اعادۂ روح کے بالکل الگ طریقہ سے ہے۔"

آگے لکھتے ہیں: واعلم أنَّ عذابَ القبرهو عذابُ البرزخ، فكلُّ مَن ماتَ وهو مستحقٌّ للعذابِ نَالَهُ نصيبُهُ منه، قُبِرَ أو لم يُقبَرْ، أكلتْهُ السِّباعُ أو احترقَ حتى صار رماداً، ونُسِفَ في الهواءِ، أو صُلِبَ أو غَرِقَ في البحر وصَلَ إلى روحه وبدنه من العذاب مايصلُ إلى

(۱) ابوالحسن علی بن علاء الدین علی بن شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن شرف الدین ابوالبرکات محمد بن عز الدین ابوالعز صالح بن ابی العز بن وُہیب بن عطاء بن جبیر بن جابر بن وہب اذرعی دمشقی صالحی ؒ، عرف: ابن ابی العز۔ ۷۳۱ھ = ۱۳۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ دمشق اور پھر دیارِ مصریہ کے قاضی رہے ہیں۔ اونچے پایہ کے عالم ہیں۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ۷۹۲ھ = ۱۳۹۰ء کو وفات پائی۔

[إنباء الغمر ۳: ۵۰، الدرر الکامنۃ ۳: ۸۷، تر. ۱۸۸، الاعلام ۴: ۳۱۳]

المقبور...... فالحاصِلُ أنَّ الدُّورثلاثةٌ: دارالدنيا، ودارالبرزخِ، ودارالقرار، وقد جعل اللّٰہ لكل دارٍ أحكاماً تخُصُّها، وركَّبَ هذا الإنسان من بدن ونفسٍ، وجعل أحكام الدنيا على الأبدان والأرواح تَبَعٌ لها، وجعل أحكام البرزخِ على الأرواح والأبدانُ تَبَعٌ لها، فإذا كان يومُ حشرِالأجسادِ وقيامِ الناسِ من قبورهم صار الحكمُ والنعيمُ والعذابُ على الأرواح والأجساد جميعاً...... ويجبُ أن يُعلم أن النارالتي في القبرو النعيم ليس من جنس نارالدنيا ولا نعيمها. [شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۲: ۵۷۹-۵۸۰]

"خوب جان لو کہ عذابِ قبر عذابِ برزخ ہی ہے، پس جو کوئی عذاب کا مستحق مرا اُسے اپنے حصے کا عذاب ضرور ملے گا، اُسے دفن کیا جائے یا دفن نہ کیا جائے، اُسے درندے کھائیں یا جل جائے یہاں تک کہ راکھ بن جائے اور ہوا میں بکھیرا جائے، اُسے سولی چڑھایا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے، اُس کے روح اور بدن کو سزا [یا جزا] مدفون شخص ہی کی طرح ملے گی۔...... پس حاصل یہ ہے کہ عالَم تین ہیں: عالَمِ دنیا، عالَمِ برزخ اور عالَمِ آخرت، اور اللہ تعالیٰ نے ہر عالَم کے ساتھ کچھ مخصوص اَحکام متعلق کیے ہیں۔ اُس نے انسان کو بدن اور نفس سے مرکب کر کے بنایا ہے۔ دنیاوی اَحکام کو اَبدان پر مقرر کیا اور ارواح کو اس کے تابع بنایا۔ احکامِ برزخ کو اَرواح پر مقرر کیا اور اَبدان کو اس کا تابع کیا اور جب اجساد کو قبروں سے اُٹھا کر قیامت میں جمع کر دیا جائے گا تو حکم اور جزا وسزا کو ارواح واَجساد پر اکٹھے مقرر کیا جائے گا۔...... یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قبر میں جو آگ اور نعمتیں ہیں وہ یکسر دنیا کی آگ اور نعمتوں کی نوع میں سے نہیں ہیں۔"

Maktaba Tul Ishaat.com

حیاۃ الانبیاء کے بارے میں بعض علمائے دیوبند کی رائے

[۱] مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی (۱) لکھتے ہیں:

''انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واَتم [زیادہ قوی اور مکمل] ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ 'لہٰذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔''

[فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل مدلل ۵:۲۶۹' کتاب الجنائز' فصل سادس: قبر' دفن اور ان کے متعلقات' سوال:۳۰۴۶]

انہوں نے یہ بھی لکھا: ''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ جو کہ مسلّم ہے' پھر اسی حیاتِ روحانی میں درجات انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے' اس کے بعد شہداء کی' پھر جملہ مؤمنین ومؤمنات کی درجہ بدرجہ اور نصوص انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات میں وارِد ہے۔''

[فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل مدلل ۵:۳۱۹' کتاب الجنائز' فصل دسویں: احکامِ شہید' سوال:۳۲۲۱]

[۲] مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی (۲) نے لکھا کہ:

''انبیاءِ کرام صلواتُ اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر اُن کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے' اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اس کی صریح دلیل ہے۔'' [کفایت المفتی ۱:۸۰' سوال:۶۱]

---

(۱) عزیز الرحمٰن بن مولانا فضل الرحمٰن۔ ۱۲۷۵ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اپنے زمانہ کے عالم و فاضل' اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ دار العلوم دیوبند میں علم حاصل کیا۔ ۱۲۹۸ھ کو علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت ہوئی۔ ۱۲۹۹ھ میں دار العلوم دیوبند میں بلا تنخواہ مدرس مقرر ہوئے۔ ۳۶ سال تک دار العلوم دیوبند کے مفتی رہے۔ ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ کو وفات پا گئے۔ [اکابر علماءِ دیوبند: ۵۳-۵۹]

(۲) کفایت اللہ بن شیخ عنایت اللہ۔ ۱۲۹۲ھ = ۱۸۷۵ء کو شاہجہان پور [روہیل کھنڈ یوپی] میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد کا اصل وطن سرزمین عرب کا جنوبی ساحل یمن ہے۔ ابتدائی تعلیم شاہجہان پور میں حاصل کی پھر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ = ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو وفات پا گئے۔ [شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۲:۱۳۸۳-۱۳۸۴]

یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ہاں! انبیاء علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات عطا ہوئی ہے جو اَولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازِم ان میں نہیں پائے جاتے۔'' [کفایت المفتی ۱:۸۸' سوال:۶۹]

یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جماہیر امتِ محمدیہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر اَطہر میں حیاتِ مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ بات کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حضرت حق تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔'' [کفایت المفتی ۱:۱۰۲' سوال:۹۰]

[۳] مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی (۱) لکھتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیاتِ برزخیہ ہے جو دوسری اَموات کی حیاتِ برزخیہ سے اَقویٰ واشد ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی یا سب انبیاء کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ قال اللّٰہ تعالی: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ' فسوّی بینهم و بینه فِي الموت فعُلِمَ أنَّ موت الكل سواء۔'' [امداد الاحکام ۱:۳۴۲' کتاب السیر والمناقب]

علماء کا حیاتِ انبیاء کو حیاتِ شہداء کی طرح بلکہ اس سے اعلیٰ' ارفع اور ابلغ بتانا ہی حیاتِ برزخی کا ثبوت ہے کیونکہ مشبَّہ ومشبَّہ بہ میں وجہِ شبہ کا دونوں میں جامع ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں ہے حیاتِ حقیقی روحانی' تو مطلب یہ ہوا کہ جیسے حیاتِ شہداء حقیقی روحانی ہے' جیسا کہ مفسرین نے نص فرمائی ہے ایسے ہی حیاتِ انبیاء بھی حقیقی روحانی ہے بلکہ روحانیت میں شہداء سے انبیاء بڑھ کر ہیں جیسے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی روحانیت سب سے فائق تھی۔

جو لوگ آپ ﷺ کی حیات کو ''دنیا کی سی'' کہتے ہیں ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا

---

(۱) ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد عثمانی بن شیخ نہال احمد عثمانی۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو دیوبند ضلع سہارن پور ہند میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم دیوبند میں ابتدائی تعلیم حاصل کی جس کے بعد اپنے ماموں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں چلے گئے اور ان کی ترغیب پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے حدیث پڑھی۔ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ ۲۳ ذوالقعدۃ ۱۳۹۴ھ = ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو وفات پائی۔ [اکابر علماءِ دیوبند: ۲۰۰-۲۰۷]

Maktaba Tul Ishaat.com

میں آپ ﷺ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی تھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عالَم برزخ میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق اور اُس کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں' غرض اُن کی برزخی زندگی کو انہیں کی اپنی دنیا کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لیے اُن کی برزخی زندگی کو عام دنیوی زندگی سے تشبیہ دینا کسی طرح صحیح نہ ہوگا۔

—قائلین حیاتِ دنیوی—

[۱] قرونِ وُسطیٰ میں کرامیہ (۱) اور معطلہ نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دنیوی

(۱) صوفی محمد بن کرام بن عراق بن حزابہ بن براء ابوعبداللہ سجستانی کے پیروکار جو ابراہیم بن یوسف بلخی' عبداللہ ابن مالک بن سلیمان ہروی اور احمد بن عبداللہ جو یباری کا شاگرد تھا' اس کے بدعی عقائد یہ ہیں:
- معرفتِ قلبی کے بغیر بھی کوئی شخص مؤمن ہوتا ہے۔
- صرف زبانی ایمان سے بھی کوئی شخص مؤمن' ولی اللہ اور جنتی ہوتا ہے اگرچہ وہ دل میں کافر ہو۔
- اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے۔

اُس نے ملکِ شام میں ۲۵۵ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ اسلام' حافظ ذہبی ۱۹: ۳۱۰-۳۱۵' ترجمہ: ۴۸۲]

محمد بن کرام کے بارے میں حافظ ابن حبان نے امام عثمان بن سعید دارمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: میں سجستان کے والی ابراہیم بن حصین کی مجلس میں تھا کہ ایک طویل القامت شخص اندر داخل ہوا جس کا لباس خستہ تھا۔ کسی نے کہا: یہ محمد بن کرام ہے۔ ابراہیم بن حصین نے اس سے پوچھا: تو کبھی اساتذہ کی مجلس میں گیا ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ والی نے پھر سوال کیا: عثمان بن عفان سجستانی کی مجلس میں گئے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں! والی نے پوچھا: یہ علم جو تم کہتے ہو' کہاں سے تمہیں ملا ہے؟ اُس نے کہا: یہ نور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے۔ والی نے پھر پوچھا: "تم تشہد سنا سکتے ہو؟ اُس نے پوچھا: تشہد کیا ہے؟ اُس نے کہا: نماز میں بحالت قعدہ کیا پڑھتے ہو' اُس نے تشہد کو اس طرح پڑھا: التَّہِیَّاتُ [التَّحیاتُ] للّٰہ والسَّلواتُ [الصلواتُ] و التَّیِبَاتُ [الطیبٰتُ] السلامُ اَلَیْكَ [علیك] أیہاالنبي ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ' السلامُ اَلَینا [عَلَینا] و اَلَاِبادِ [علی عباد] اللّٰہ السَّالحین [الصالحین] اَشْوَدُ [أشھدُ] أن لاإلٰہ إلّااللّٰہ وأشودُ [أشھدُ] أنَّ مھمَّداً [محمداً] اَبدُكَ [عبدہ] ورسوللك [ورسولہ]. [المجروحین ۲: ۳۲۷' تاریخ الاسلام ۱۹: ۳۱۳]

اس شخص کے بارے میں حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

وكان يزعمُ أن النبي ﷺ لم يكن بحجة للّٰہ على خلقه' إن الحجة لا تندرسُ ولا تموتُ.

[المجروحین ۲: ۳۲۷' تاریخ الاسلام ۱۹: ۳۱۳] ......

زندگی میں تو واقعی برحق نبی ورسول تھے مگر بعد از وفات اب بھی رسول ونبی ہیں یا آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ آپ ﷺ سے رسالت ونبوت کی صفت بھی زائل ہو گئی' چنانچہ فرقہ کرامیہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی وفات کے ساتھ ہی اُن کی وصفِ نبوت — وَالْعَیَاذُ بِاللّٰہِ — زائل ہو جاتی ہے' انہوں نے دعویٰ کیا کہ نبوت ایک عرض ہے اور اَعراض قائم بالغیر ہوتے ہیں اور عرض جس چیز کے ساتھ قائم ہے اس چیز کے جاتے رہنے سے عرض بھی جاتا رہتا ہے۔

لیکن ان لوگوں کی یہ بات جڑ مول ہی سے غلط ہے اس لیے کہ اہل اسلام کے نزدیک نبوت ایک صفت ونعمت ہے جو وفات سے زائل نہیں ہوتی' اس کے کئی شواہد ہیں:

-۱: روزِ میثاق میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام سے عہد لیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے:

وَاِذْاَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ. [سورۃ آل عمران ۳: ۸۱]

"اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا تھا۔"

اور یہ عالَم ارواح کی بات ہے' جب کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی صرف اَرواح تھیں۔ اَجسادِ عنصریہ بنے ہی نہ تھے' اُس وقت ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کو نبوت کی عالی شان صفت کے ساتھ متصف فرمایا۔ معلوم ہوا کہ درحقیقت نبوت روح کی صفت ہے۔ روح مع الجسد ہی کی نہیں۔

-۲: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

[مصنف ابن ابی شیبہ ۲۰: ۲۳۱' حدیث: ۳۷۷۰۸]

...... "رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے لیے حجت نہیں تھے' اس لیے کہ حجت نہ تو پرانی ہو جاتی ہے اور نہ مرتی ہے۔"

ایسا لگتا ہے کہ یہ فقرات اُس کی جواب میں ہوں: "اور پھر جس وجود کی سیرت وحیات قیامت تک کے لیے اس طرح محفوظ وثبت کر دی گئی ہو' علاوہ اُن نقوشِ غیر فانی کے جو صفحہ عالَم پر ثبت ہیں اور جس کی زندگی کے وقائعِ طیبہ کو اس طرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر وحرکت کے دامن سے باندھ دیا ہو کیوں نہ اس خاکدانِ جسم وزمان میں اُس کی موت وحیات یکساں ہو؟ اور کیوں اس کی دائمی حیات وقیام کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز ہو۔" [تذکرہ' مولانا ابوالکلام آزاد: ۲۰۸]

Maktaba Tul Ishaat.com

میں آپ ﷺ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی تھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عالَم برزخ میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق اور اُس کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں' غرض اُن کی برزخی زندگی کو انہیں کی اپنی دنیا کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لیے اُن کی برزخی زندگی کو عام دنیوی زندگی سے تشبیہ دینا کسی طرح صحیح نہ ہوگا۔

— قائلین حیاتِ دنیوی —

[۱] قرونِ وُسطیٰ میں کرامیہ (۱) اور معطلہ نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دنیوی

---

(۱) صوفی محمد بن کرام بن عراق بن حُزابہ بن براء ابوعبداللہ بجستانی کے پیروکار جو ابراہیم بن یوسف بلخی' عبداللہ ابن مالک بن سلیمان ہروی اور احمد بن عبداللہ جویباری کا شاگرد تھا' اس کے بدعی عقائد یہ ہیں:

— معرفتِ قلبی کے بغیر بھی کوئی شخص مؤمن ہوتا ہے۔

— صرف زبانی ایمان سے بھی کوئی شخص مؤمن' ولی اللہ اور جنتی ہوتا ہے اگرچہ وہ دل میں کافر ہو۔

— اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے۔

اُس نے ملکِ شام میں ۲۵۵ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ اسلام' حافظ ذہبی ۱۹: ۳۱۰—۳۱۵' ترجمہ: ۴۸۲]

محمد بن کرام کے بارے میں حافظ ابن حبان نے امام عثمان بن سعید دارمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: میں بجستان کے والی ابراہیم بن حصین کی مجلس میں تھا کہ ایک طویل القامت شخص اندر داخل ہوا جس کا لباس خستہ تھا۔ کسی نے کہا: یہ محمد بن کرام ہے۔ ابراہیم بن حصین نے اس سے پوچھا: تو کبھی اساتذہ کی مجلس میں گیا ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ والی نے پھر سوال کیا: عثمان بن عفان بجستانی کی مجلس میں گئے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں! والی نے پوچھا: یہ علم جو تم کہتے ہو' کہاں سے تمہیں ملا ہے؟ اُس نے کہا: یہ نور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے۔ والی نے پھر پوچھا: ''تم تشہد سنا سکتے ہو؟ اُس نے پوچھا: تشہد کیا ہے؟ اُس نے کہا: نماز میں بحالت قعدہ کیا پڑھتے ہو' اُس نے تشہد کو اس طرح پڑھا: التِّهِيَّـاتُ [التَّحيات] للّٰہ والسَّلواتُ [الصلواتُ] و التَّيِبَـاتُ [الطيبٰتُ] السلامُ اَلَيكَ [عليك] أيهاالنبي ورحمة اللّٰہ وبركاته' السلامُ اَلَينا [عَلينا] وَاَلااِبَادِ [على عباد] اللّٰه السَّالحين [الصالحين] اَشْوَدُ [أشهدُ] أن لا إلٰه إلّا اللّٰه وأشودُ [أشهدُ] أنَّ مهمَّداً [محمداً] اَبدُكَ [عبده] ورسولك [ورسوله]. [المجروحین ۲: ۳۲۷' تاریخ الاسلام ۱۹: ۳۱۳]

اس شخص کے بارے میں حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

وكان يزعمُ أن النبي ﷺ لم يكن بحجة للّٰه على خلقه' إن الحجة لا تندرسُ ولا تموتُ.

[المجروحین ۲: ۳۲۷' تاریخ الاسلام ۱۹: ۳۱۳] ......

زندگی میں تو واقعی برحق نبی ورسول تھے مگر بعد از وفات اب بھی رسول ونبی ہیں یا آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ آپ ﷺ سے رسالت ونبوت کی صفت بھی زائل ہو گئی' چنانچہ فرقہ کرامیہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی وفات کے ساتھ ہی اُن کی وصفِ نبوت — وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ — زائل ہو جاتی ہے' انہوں نے دعویٰ کیا کہ نبوت ایک عرض ہے اور اعراض قائم بالغیر ہوتے ہیں اور عرض جس چیز کے ساتھ قائم ہے اس چیز کے جاتے رہنے سے عرض بھی جاتا رہتا ہے۔

لیکن ان لوگوں کی یہ بات جڑ مول ہی سے غلط ہے اس لیے کہ اہل اسلام کے نزدیک نبوت ایک صفت ونعمت ہے' جو وفات سے زائل نہیں ہوتی' اس کے کئی شواہد ہیں:

— ۱: روزِ میثاق میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام سے عہد لیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ. [سورۃ آل عمران ۳: ۸۱]

''اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا تھا۔''

اور یہ عالَم ارواح کی بات ہے' جب کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی صرف اَرواح تھیں۔ اَجسادِ عنصریہ بنے ہی نہ تھے' اُس وقت ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کو نبوت کی عالی شان صفت کے ساتھ متصف فرمایا۔ معلوم ہوا کہ درحقیقت نبوت روح کی صفت ہے۔ روح مع الجسد ہی کی نہیں۔

— ۲: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

[مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰: ۲۳۱' حدیث: ۳۷۷۰۸]

...... ''رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے لیے حجت نہیں تھے' اس لیے کہ حجت نہ تو پرانی ہو جاتی ہے اور نہ مرتی ہے۔''

ایسا لگتا ہے کہ یہ فقرات اُس کی جواب میں ہوں: ''اور پھر جس وجود کی سیرت وحیات قیامت تک کے لیے اس طرح محفوظ وثبت کر دی گئی ہو' علاوہ اُن نقوشِ غیر فانی کے جو صفحہ عالم پر ثبت ہیں اور جس کی زندگی کے وقائعِ طیبہ کو اس طرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر وحرکت کے دامن سے باندھ دیا ہو کیوں نہ اس خاکدانِ جسم وزمان میں اُس کی موت وحیات یکساں ہو؟ اور کیوں اس کی دائمی حیات وقیام کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز ہو۔'' [تذکرہ' مولانا ابوالکلام آزاد: ۲۰۸]

Maktaba Tul Ishaat.com

''میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ [سیدنا] آدم [علیہ السلام] روح اور جسد کے درمیان تھے۔''

یعنی اُس وقت فرشتوں کو آپ ﷺ کی نبوت سے بشارت دی گئی تھی' جس سے معلوم ہوا کہ نبوت دراصل روح کی صفت ہے' روح مع الجسد ہی کی نہیں' کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ عنصری اُس وقت بنا ہی نہ تھا۔

-۳: جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَانَبِيَّ اللّٰهِ! لَايَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ' أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا.

[صحیح بخاری' کتاب الجنائز [۲۳] باب الدخول على الميت إذا أُدرِجَ في أكفانه [۳] حدیث: ۱۲۴۲]

''اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کریں گے۔ آپ کے لیے جو [طبعی] موت مقدر تھی' وہ وارِد ہو چکی ہے۔''

موت واقع ہونے کے بعد بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُنہیں یا نبی اللہ! کہہ کر مخاطِب ہوتے ہیں۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ موت سے وصفِ رسالت جدا نہیں ہوئی۔

-۴: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اس کے بعد دفن کرنے تک چھ سات نمازوں کا وقت گزرا۔ صحابہ کرام نے فرض' واجب' سنت اور مستحب [تہجد وغیرہ] نمازیں پڑھیں' ان میں ہر قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اور أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وجوبی طور پر پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کی صفتِ نبوت و رسالت کا اقرار کرتے رہے حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ دفن سے پہلے آپ ﷺ کے جسدِ عنصری میں روح مبارک واپس نہیں آئی تھی اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ اُس وقت میت تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأشدُّ مافيه إشكالاً قول أبي بكر رضي الله عنه: لايجمع الله عليك موتتين' و عنه أجوبةٌ ' فقيل: هو على حقيقته' وأشار بذلك إلى الرد على مَن زعم أنه ﷺ سيُحيا فيقطع أيدي رجال لأنه لو صح ذلك للزم أن يموت موتةً أخرى' فأخبر أنه ﷺ أكرم على الله من أن يجمع

عليه موتتين كما جمعها على غيره كَالَّذِيْنَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوْفٌ' و كَالَّذِيْ مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ' وهذا أوضح الأجوبة وأسلمها. [فتح الباری ۳: ۱۱۴]

''اس روایت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول: ''اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کریں گے۔'' نہایت مشکل ہے۔ محدثین نے اس کئی جواب دیے ہیں جن میں سب سے واضح اور زیادہ درست جواب یہ ہے کہ اُن کا یہ ارشاد حقیقت پر مبنی ہے' جس میں اُنہوں نے اُس شخص کا جواب دینے کی طرف اشارہ کیا تھا جس کا خیال تھا کہ رسول اکرم ﷺ دوبارہ زندہ ہو کر مجرموں کے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے' اس لیے کہ اگر اس شخص کی بات درست تسلیم کی گئی تو پھر اُنہیں تیسری بار بھی موت چکھنا پڑے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تنبیہ فرمائی کہ جس طرح بعض دوسرے لوگوں کو دو بار موت دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو ایسی موت نہیں دی گئی ہے' جیسا کہ وہ لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' یا وہ شخص جو کسی بستی کے قریب سے گزر رہا تھا اور اسے موت دے کر سو سال بعد اسے پھر زندگی دی گئی۔''

اور علامہ بدرالدین عینی (۱) لکھتے ہیں: وقد تَمَسَّكَ بقوله: لا يذيقك الله الموتتين مَن أنكر الحياة في القبر- وهُمُ المعتزلة ومَن نَحَا نَحْوَهُمْ - وأجاب أهل السنة عن ذلك بأن المراد به نفي الحياة اللازم' من الذي أثبته عمر رضي الله عنه بقوله: ليبعثنه الله في الدنيا ليقطع أيدي القائلين بموته' فليس فيه نفي موت عالم البرزخ. [عمدۃ القاری ۱۶: ۱۸۵]

''لا يذيقك الله الموتتين سے معتزلہ اور اُن کے بہی خوانوں نے قبر کی حیات سے انکار پر استدلال کیا ہے' جب کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اس سے وہ معین حیات مراد ہے جس کا اشارہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرف تھا کہ رسول اللہ ﷺ اب زندہ ہوں گے اور جو لوگ آپ ﷺ کے بارے میں وفات پا جانے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اُن کے ہاتھ کاٹیں گے۔ پس اس حدیث

(۱) محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد ابو محمد بدرالدین عینی حنفی۔ مؤرخ' علامہ اور بہت بڑے محدث تھے۔ ۷۶۲ھ = ۱۳۶۱ء کو عین تاب میں پیدا ہوئے۔ حلب' مصر اور دمشق میں رہائش پذیر رہے ہیں۔ قاہرۃ میں ۸۵۵ھ = ۱۴۵۱ء کو وفات ہوئے۔ [الضوء اللامع ۱۰: ۱۳۱-۱۳۵' الاعلام ۷: ۱۶۳]

Maktaba Tul Ishaat.com

میں عالمِ برزخ کے موت کی نفی موجود نہیں (۱) ۔"

-۵: اس دوران مسجدوں میں اذانیں بھی دی جارہی تھیں اور صحابہ کرام ﷢ کلماتِ اذان سن کر اُن کا جواب بھی دیتے رہے، جس میں یہ شہادت بھی ہے: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اسی طرح اِقامت بھی ہوتی رہی، جس میں بھی أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا جاتا رہا اور سننے والے جواب میں حسبِ دستور أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے۔ اگر وفات [یعنی انبیاءِ کرام علیہم السلام کے جسدِ عنصری سے روح مبارک کی مفارقت] کے بعد نَعُوْذُ بِاللّٰهِ نبوت ورسالت کی صفت زائل ہوگئی تھی تو اَذانوں، اِقامتوں اور تشہد وغیرہ میں اقرار وشہادتِ رسالت نَعُوْذُ بِاللّٰهِ ایک لغو اور خلافِ واقع امر ہوتا۔

دراصل صحابہ کرام ﷢ نے اپنے عمل سے ہمیں یہ مسئلہ سمجھا دیا کہ نبی کی موت سے نبوت ورسالت کی صفت نبی سے زائل نہیں ہوتی۔ نبی بدستور نبی ہی رہتے ہیں اور خود نبی ورسول کے اَلفاظ کی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ دونوں صفتیں لازمِ ذات ہیں جو کسی عارِضہ سے جدا نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہ دونوں صفتِ مشبہ کے صیغے ہیں۔

[۲] حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: حدث فرقةٌ مبتدعةٌ تزعم أن محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ﷺ ليس هو الآن رسول الله ولكنه كان رسول الله، وهذا قولٌ ذهب إليه الأشعرية، وأخبرني سليمان بن خلف الباجي –وهو من مقدميهم اليوم– أنَّ محمد بن الحسن بن فورك الأصبهاني على هذه المسئلة قتله بالسم محمود بن سبكتگين ما

(۱) امام ابوحنیفہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، جس میں ایک ایسا اضافہ ہے جس سے سیدنا عمر ﷛ کے تلوار سونتنے کی علت وحکمت سامنے آتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: أرجف المنافقون في المدينة فقالوا: لو كان محمد [ﷺ] نبياً لم يمت، فقال عمر: لا أسمع رجلاً يقول: مات محمد ﷺ إلاّ ضربته بالسيف.

[مسند الامام الاعظم: ۱۷۹]

"منافقین نے مدینہ منورہ میں یہ ڈھنڈورا پیٹا کہ اگر [سیدنا] محمد [مصطفیٰ ﷺ] نبی ہوتے تو اُن پر موت نہ آتی تو [سیدنا] عمر [﷛] نے [اُن منافقین کے جواب میں] فرمایا: اگر میں نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے وفات پائی ہے تو میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔"

دون من وراء النهر من خراسان. قال أبو محمد: وهذه مقالةٌ خبيثةٌ مخالفةٌ لله تعالى ولرسوله ﷺ ولِما أجمع عليه جميع أهل الإسلام مُذ كان الإسلام إلى يوم القيامة وإنما حملهم على هذا قولهم الفاسد: أن الروح عرض، والعرض يفني أبداً ويحدث ولا يبقي وقتين، فروح النبي ﷺ عندهم قد فنيت وبطلت، ولا روح له الآن عند الله تعالى وأما جسده في قبره مواتٌ فبطلت نبوته بذلك ورسالته. قال أبو محمد: ونعوذ بالله من هذا القول فإنه كفرٌ صُراحٌ، لا تَرَدَادَ فيه. [الفصل فی الملل والاہواءِ والنحل ۱: ۸۸-۸۹]

"ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے، جس کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ اب رسول اللہ نہیں رہے بلکہ آپ ﷺ رسول اللہ تھے۔ اشعریہ نے بھی یہی عقیدہ اختیار کیا ہے۔ مجھے سلمان بن خلف باجی نے –جو اِن کے بڑے لوگوں میں سے ہیں– بتایا کہ محمد بن حسن بن فورک اصبہانی (۱) کا یہی عقیدہ تھا جس کو محمود بن سبکتگین (۲) نے ماوراء النہر کے خراسان میں زہر دے کر قتل کیا تھا۔ ابومحمد [حافظ ابن حزم] کہتا ہے: یہ خبیث قول اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور عصرِ اول کے مسلمانوں سے لے کر قیامت تک کے مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، ان کا یہ فاسد قول اس نظریہ پر مبنی ہے کہ روح عرض ہے، جو فنا ہوتی ہے، کبھی پیدا ہوتی ہے لیکن معمولی وقت کے لیے بھی نہیں ٹھہرتی، پس اُن کے خیال میں نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک فنا ہوکر باطل ہوگئی اور اب اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کی کوئی روح نہیں اور آپ کا جسد مبارک قبر میں مردہ ہے اس لیے آپ ﷺ کی نبوت ورسالت جاتی رہی، ابومحمد [حافظ ابن حزم] کہتا ہے: ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قول سے پناہ چاہتے ہیں اس لیے کہ یہ

(۱) محمد بن حسن بن فُورَک، ابوبکر، انصاری، اصبہانی، شافعی۔ امام اور شیخ المتکلمین تھے۔ کثیر التصانیف اور اشعری العقیدۃ بزرگ تھے۔ بصرہ اور بغداد میں علم حاصل کیا۔ نیشاپور میں تدریس کی۔ نیشاپور کے قریب ۴۰۶ھ = ۱۰۱۵ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۲۱۴-۲۱۶، الاعلام ۶: ۸۳]

(۲) ابوالقاسم سلطان محمود غزنوی بن ابومنصور سبکتگین۔ غزنہ میں ۳۶۱ھ = ۹۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ قاضی ابونصر سے مروجہ کتابیں پڑھیں۔ جب بڑے ہوئے تو فنِ حرب کی تعلیم سبکتگین نے خود دی۔ آپ فاتح ہند ہیں۔ ۳۸۷ھ کو ان کے والد فوت ہوئے تو تینوں بھائیوں کے درمیان جنگیں چھڑیں۔ ۳۸۹ھ کو آپ غالب ہوکر حکومت پر قبضہ کیا۔ فقیہ، فصیح وبلیغ تھے۔ ۴۲۱ھ = ۱۰۳۰ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۵: ۱۷۵-۱۸۲، الاعلام ۷: ۱۷۱]

Maktaba Tul Ishaat.com

صراحۃً کفر ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔"

حافظ ذہبی نے بھی حافظ ابن فورک کے بارے میں لکھا ہے: کان یقول: انَّ روح رسول اللّٰہ ﷺ قد بطلت، وتلاشت، وماھي في الجنة. [سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۲۱۶]

"رسول اللہ ﷺ کی روح پُرفتوح -والعیاذ باللہ تعالیٰ- وفات پا جانے کے بعد باطل اور معدوم ہو گئی، اور اُن کی روح جنت میں نہیں گئی۔"

مؤرخ ابن تغری بردی (۱) حافظ ابن فورک کے بارے میں لکھتے ہیں: کان رجلاً صالحاً سمع الحدیث، وروی عنه أبوبکر البیهقي وأبوالقاسم القشیري وغیرهما، قتله محمود بن سبکتکین بالسم لکونه قال: کان رسول اللّٰه ﷺ رسولاً في حیاته فقط، وانَّ روحه قد بطل وتلاشی، ولیس هو في الجنة عند اللّٰه تعالی [یعني: روحه] ﷺ.

[النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ ۴: ۲۴۰، وقائع: ۴۰۶]

"نیک شخص تھے، حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔ امام ابوبکر بیہقی اور ابوالقاسم قشیری (۲) نے اُن سے حدیث کی روایت کی ہے۔ محمود بن سبکتگین نے اُنہیں زہر دے کر قتل کروایا تھا اس لیے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ -نعوذ باللہ- رسول اللہ ﷺ زندگی ہی میں رسول تھے اور وفات پا جانے کے بعد آپ ﷺ کی روح باطل اور معدوم ہو گئی اور آپ کی روح جنت میں نہیں گئی۔"

تاج الدین السبکی (۳) لکھتے ہیں: کان شدید الرد علی أبي عبد اللّٰه بن کرام، وأذکر أن

---

(۱) یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الظاہری الحنفي ابوالمحاسن جمال الدین، قاہرہ میں ۸۱۳ھ=۱۴۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد رقوق کے ممالیک الظاہر میں سے تھے۔ جلال الدین بلقینی کے شاگرد رہے ہیں۔ ۸۷۴ھ= ۱۴۷۰ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [الضوء اللامع ۱۰: ۳۰۵، الاعلام ۸: ۲۲۳]

(۲) عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ نیشاپوری قشیری ابوالقاسم زین الاسلام۔ بنو قشیر بن کعب سے تعلق کی وجہ سے قشیری کہلائے۔ ۳۷۶ھ=۹۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں زہد اور دینی علوم میں خراسان کے شیخ تھے۔ نیشاپور میں اقامت پذیر ہوئے تھے جہاں ۴۶۵ھ=۱۰۷۲ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱۱: ۸۳، الاعلام ۴: ۵۷]

(۳) عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی، ابونصر، قاضی القضاۃ، مؤرخ اور باحث تھے۔ ۷۲۷ھ= ۱۳۲۷ء=

سبب ماحصل له من المحنة من شغب أصحاب ابن کرام وشیعتهم المجسمة.

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴: ۱۳۰، ترجمہ: ۳۱۶]

"آپ عبداللہ بن ابی کرام کی نہایت شدت کے ساتھ مخالفت کرتے تھے، اس لیے میرا خیال ہے کہ ابن کرام کے ساتھیوں اور مجسمہ نے اُنہیں اذیت اور تکلیف دی، جس کا میں بعد میں ذکر کروں گا۔"

آگے لکھتے ہیں: اُنہیں سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے اُن سے اس بارے میں پوچھا جس کے جواب میں اُنہوں نے: کذّب الناقل، وقال: ماهو معتقد الأشاعرة علی الإطلاق: أن نبینا ﷺ حيٌّ في قبره، ورسول اللّٰه أبدًا الآباد علی الحقیقة لا المجاز، وأنه کان نبیًا و آدم بین الماء والطین ولم تبرح نبوته باقیةً، ولا تزال، وعندذلك وضح للسلطان الأمر، وأمر بإعزازه، وإکرامه ورجوعه إلی وطنه، فلما أیست الکرامیة، وعلمت أن ماوشّت به لم یتمّ، وأن حیلها ومکائدها قد وهت، عدلت إلی السعي في موته، والراحة من تعبه، فسلّطوا علیه من سمّه فمضی حمیدًا شهیدًا. [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴: ۱۳۱]

"اس قول کو اپنی طرف منسوب کرنے والے کو جھٹلایا اور فرمایا کہ یہ سب اَشاعرہ کا مسلک نہیں ہے بلکہ اَشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ہمیشہ کے لیے حقیقی طور پر رسول اللہ ہیں، نہ کہ مجازی طور پر، اور جب سیدنا آدم علیہ السلام پانی اور گیلی مٹی کے درمیان تھے اُس وقت سے آپ ﷺ رسول اللہ ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری وساری ہے۔ جب سلطان کو حقیقتِ حال کا علم ہو گیا تو اُن کا اعزاز واکرام کیا اور اُنہیں وطن واپس جانے کی اجازت دے دی۔ کرامیہ کو جب اس صورتِ حال کا علم ہو گیا کہ اُن کی چغلی کھانی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور اُن کے مکر وفریب کا وار خالی چلا تو انہوں نے اُن سے جان چھڑانے کے لیے اُن

......کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی معیت میں دمشق آکر وہاں سکونت اختیار کی اور دمشق ہی میں ۷۷۱ھ =۱۳۷۰ء کو وفات پائی۔ سُبُک [مصر کے منوف علاقے] سے تعلق کی وجہ سے السبکی کہلائے۔

[الدرر الکامنۃ ۲: ۴۲۵، الاعلام ۴: ۱۸۴]

Maktaba Tul Ishaat.com

کے پیچھے ایسے لوگ لگا دیے جنہوں نے اُنہیں زہر دے کر شہید کروالیا۔''
حافظ ابن قیم نے امام ابوالحسن اشعری (۱) کا نام لے کر لکھا ہے: وهذا القول في النبوة بناء على

---

(۱) علی بن اسماعیل بن اسحاق، ابوالحسن، سیدنا ابوموسیٰ اشعری ﷛ کی نسل میں سے تھے۔ ۲۶۰ھ=۸۷۴ء کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ مذہب اشعری کے بانی تھے۔ علامہ مقریزی لکھتے ہیں: و كان أبو الحسن علي بن إسمٰعيل الأشعري قد أخذ عن أبي علي محمد بن عبد الوهاب الجبائي، و لازَمه عدة أعوام ثم بدا له فترك مذهب الإعتزال. [الخطط المقریزیۃ ۴:۱۹۱]

''امام ابوالحسن اشعری کئی سال تک امام جبائی معتزلی کے پاس رہے ہیں، اور پھر اعتزال سے الگ ہو گئے۔''

علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں: أقام على الإعتزال أربعين سنةً، حتى صار للمعتزلة إماماً، فلما أراد الله لِنَصر دينه و شرحَ صدره لإتباع الحق، غاب عن الناس في بيته خمسة عشر يوماً، ثم خرج إلى الجامع وصعد المنبر وقال: معاشر الناس! إنما تَغَيَّبتُ عنكم هذه المدة لأني نظرتُ فتكافأتْ عندي الأدلة، ولم يترجَّح عندي شيئ على شيئ، فاستهديتُ الله تعالى فهداني إلى إعتقاد ما أودعتُه في كتبي هذه، وانخلعتُ من جميع ما كنتُ أعتقده، كما انخلعتُ من ثوبي هذا، وانخلع من ثوبٍ كان عليه ورمَى به ودفع الكتب التي أَلَّفها على مذهب أهل السنة إلى الناس.

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۳۴۷-۳۴۸]

''چالیس سال تک معتزلی رہے یہاں تک کہ معتزلہ کے امام بنے اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اس کے دین کا معاون بنے اور حق کی پیروی کے لیے اُس کا سینہ کھول دے تو آپ پندرہ دن تک لوگوں سے اپنے گھر میں الگ تھلگ رہے پھر جامع میں آ کر منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: لوگو! میں اتنی مدت تم سے غائب رہا میں نے دلائل کا موازنہ کیا جو میرے نزدیک ایک دوسرے کے برابر رہے اور میں کسی دلیل کو ترجیح نہ دے سکا میں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی راہ دکھانے کی دعاء کی اُس نے مجھے اُس حق کی طرف ہدایت کی جو میں نے اپنی اِن کتابوں میں لکھا ہے اور اپنے سابقہ سارے عقائد سے اس طرح باہر نکلتا ہوں جس طرح میں نے اپنا یہ لباس اُتار لیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی قمیص اُتاری، اُسے دور پھینکا اور جو کتابیں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق لکھی تھیں وہ لوگوں کے حوالہ کیں۔''

۳۲۴ھ=۹۳۶ء کو بغداد میں وفات پائی۔ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۳۴۷، الاعلام ۴:۲۶۳]

علامہ سبکی یہ بھی لکھتے ہیں: إنكار الرسالة بعدالموت معزوة إلى الأشعري، وهي من الكذب عليه.

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۳۸۴]

''اشعری کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وفات کے بعد رسالت باقی نہیں رہی، لیکن یہ نسبت......

أصل الجهمية وأفراخهم: أنَّ الروح عرضٌ من أعراض البدن كالحياة، وصفات الحي مشروطةٌ بها، فإذا زالت بالموت تبعتها صفاته فزالت بزوالها، ونَجَا متأخِّروهم من هذا الإلزام و فَرُّوا إلى القول بحياة الأنبياء عليهم السلام في قبورهم، فجعلوا لهم معاداً يختصُّ بهم قبل المعاد الأكبر، إذ لم يمكنهم التصريح بأنهم لم يذوقوا الموت.

[اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ۱۱۱]

''نبوت سے متعلق ان کا یہ قول جہمیہ اور اُن کے چیلوں کے اصول پر مبنی ہے کہ روح بدن کے دوسرے اَعراض کی طرح ایک عرض ہے، جیسے کہ حیات بھی [ایک عرض ہے] اور زندہ کی صفات زندگی ہی سے مشروط ہیں، جب وہ [زندگی] موت سے زائل ہو گئی تو اس کی ساری صفات خود بخود

...... جھوٹی ہے۔''

اور امام قشیری کی کتاب شكاية أهل السنة کے حوالے سے لکھتے ہیں: فأمَّا ما حكي عنه وأصحابه أنهم يقولون: إنَّ محمداً ﷺ ليس بنبي في قبره، ولا رسولٍ بعدموته، فبهتانٌ عظيمٌ، و كذبٌ محضٌ، لم ينطق منهم أحد، ولا سُمعَ في مجلس مناظرةٍ عنهم، ولا وُجِدَ ذلك في كتاب لهم، و كيف يصح ذلك و عندهم محمد ﷺ حيٌّ في قبره؟ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۴۰۶]

''امام ابوالحسن اشعری کی طرف یہ بات جو منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں رسول اور نبی نہیں رہے، سو یہ اُن پر ایک بہتانِ عظیم باندھی گئی ہے اور یہ خالص جھوٹ ہے، جو ہرگز آپ نے نہیں کہا، نہ اُن سے کسی مناظرہ کی مجلس میں سنا گیا اور نہ اُن میں سے کسی کی کتاب میں پایا گیا ہے، اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے جب کہ اُن کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔''

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: قلتُ: و أمَّا مانُسِبَ إلى الإمام الأشعري إمام أهل السنة والجماعة من إنكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراءٌ وبهتانٌ، و المصَرَّحُ به في كتبه و كتب أصحابه خلاف ما نسب إليه بعض أعدائه، لأنَّ الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أحياءٌ في قبورهم. [ردالمحتار ۳:۲۵۹]

''میں کہتا ہوں کہ امام اہل سنت و جماعت امام اَشعری کی طرف جو اس [رسالت] کا انکار موت کے بعد منسوب ہے، وہ اِفتراء اور بہتان ہے۔ اُن کی اور اَشاعرہ کی کتابوں میں اس بات کے خلاف تصریح پائی جاتی ہے جو اُن کے دشمنوں نے اُن کی طرف منسوب کر دیا ہے، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

میرا خیال ہے کہ چونکہ امام ابوالحسن اَشعری رحمہ اللہ کسی زمانے میں بدعتی تھے۔ ممکن ہے ان کا یہ عقیدہ اُس زمانے کی ہو، جس سے بعد میں آپ نے رجوع کر لیا ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

زائل ہوگئی۔ اُن کے متأخرین نے اس الزام سے خود کو بچانے کے لیے قبروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کا قول تو کردیا لیکن اُنہوں نے معادِ اکبر سے قبل اُن [انبیاءِ کرام علیہم السلام] کے ساتھ مخصوص معاد کا قول کرلیا کیونکہ اُن کے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر موت نہ آنے کی تصریح کریں۔“

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: وبقاءُ النبوةِ و الرسالة بعدالموت في حقهﷺ وحق غيره من الأنبياء والمرسلين حقيقة بما ذهب إليه غيرواحد،فإنَّ المتصف بهما و كذا بالإيمان هوالروح،وهي باقيةٌ ، لاتَتَغَيَّرُ بموتِ البدن، نعم ذهب الأشعري كما قال النسفي:إلى أنهما بعدالموت باقيان حكماً.[روح المعانی ۲۱-۲۲:۲۹۱]

”نبی اکرمﷺ اور آپ کے ماسوا تمام نبیوں اور رسولوں کی وفات کے بعد اُن کی نبوت و رسالت کا حقیقۃً باقی رہنا اور ان اَوصاف کا ان سے زائل نہ ہونا ان امور میں سے ہے جن کی طرف اِکا دُکا نہیں بلکہ کثیر علماء گئے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ نبوت و رسالت اور ایمان دراصل روح کی صفتیں ہیں اور روح ہمیشہ رہتی ہے جو بدن کی موت کے بعد اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتی، البتہ علامہ نسفی کے قول کے مطابق امام ابوالحسن اَشعری اس طرف گئے ہیں کہ انبیاء و رسل کی وفات کے بعد نبوت و رسالت حکمی ہوتی ہے [مگر یہ حکم صحیح نہیں]۔“

حافظ ابن قیم فصل في الكلام في حياة الأنبياء في قبورهم کے تحت لکھتے ہیں:

قَالَ الرَّسُوْلُ بِقَبْرِهِ حَيٌّ كَمَا   قَدْ كَانَ فَوْقَ الْأَرْضِ وَالرُّجْمَان
مِنْ فَوْقِهِ أَطْبَاقُ ذَاكَ التُّرْبِ وَاللَّـ   بِنَاتُ قَدْ عُرِضَتْ عَلَى الْجُدْرَان
لَوْكَانَ حَيًّا فِي الضَّرِيْحِ حَيَاتُهُ   قَبْلَ الْمَمَاتِ بِغَيْرِ مَا فُرْقَان
مَاكَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ بَلْ مِنْ فَوْ......قِهَا   وَاللّٰهِ هٰذِیْ سنَّةُ الرَّحْمٰن
أَتَرَاهُ تَحْتَ الْأَرْضِ حَيًّا ثُمَّ لَا   يُفْتِيهِمْ بِشَرَائِعِ الْإِيْمَان ؟
وَيُرِيحُ أُمَّتَهُ مِنَ الآراءِ وَالخُلْ......   فِ العَظِيْمِ وَ سَائِرِ الْبُهْتَان
أَمْ كَانَ حَيًّا عَاجِزاً عَنْ نُطْقِهِ   وَعَنِ الْجَوَابِ لِسَائِلٍ لَهْفَان

وَعَنِ الْحِرَاكِ فَمَا الْحَيَاةُ اللَّاتُ قَدْ أَثْبَتُّمُوهَا   أَوْضِحُوا بِبَيَان

[الكافية الشافية فى الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۰]

”معطلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ اپنی قبر مبارک میں اس طرح زندہ ہیں، جس طرح کی حیات آپ ﷺ کو زمین کے اوپر حاصل تھی اور [اس حالت میں] وہاں آپ ﷺ کے اوپر مٹی ڈالی گئی اور اینٹیں قبر کی دیواروں کو لگائی گئیں۔ نبی اکرم ﷺ قبر میں اسی طرح زندہ ہوتے جس طرح دنیا میں وفات سے پہلے زندہ تھے تو قبر کی بجائے زمین کے اوپر زندہ رہتے۔ اللہ کی قسم! اللہ رحمٰن کا طریقہ یہی ہے۔ ذرا اتنا تو سوچ اور خیال کر کہ اگر آپ قبر شریف میں [دنیاوی طرح] زندہ موجود ہیں تو پھر مسائل ایمان کے فتاوے کیوں نہیں دے رہے؟ اُن کی امت آئے دن فتنوں اور اختلافات کا شکار ہے مگر آپ ﷺ خاموش ہیں۔ کیا آپ ﷺ کو [والعیاذ باللہ، خاکم بدہن] بولنے اور جواب دینے سے عاجز ہیں؟ اگر حس و حرکت نہیں تو پھر واضح طور پر بتایئے کہ تم نے اُن کے لیے کس قسم کی حیاۃ ثابت کی؟“

اور جو لوگ آپ ﷺ کی حیاتِ برزخی کو غیر مکلّف حیاتِ دنیاوی کہتے ہیں اُن سے پوچھتے ہیں کہ:

هَلْ جَآءَ كُمْ أَثَرٌ بأنَّ صِحَابهُ   سَألوهُ فِتيَا وَهُوَ في الأكفان
فأَجابَهُم بِجَوابٍ حيٍّ ناطقٍ   فأتُوا إذاً بالحقِّ و البرهان
هَلَّا أَجابَهُم جواباً شافِياً   إنْ كانَ حَيًّا نَاطقاً بلسان

[الكافية الشافية فى الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۱]

”کیا تمہارے پاس صحابہ کرام ﷺ کا کوئی ایسا اثر [روایت] ہے، جس میں یہ بات موجود ہو کہ اُنہوں نے آپ ﷺ سے کوئی سوال پوچھا جب آپ ﷺ کو کفن پہنایا گیا اور آپ ﷺ نے کسی زندہ بولنے والے شخص کی طرح کوئی جواب دیا؟ اگر آپ ﷺ [دنیوی] حیات سے زندہ تھے اور اپنی [دنیوی] زبان سے بات چیت کر سکتے تھے تو کیا آپ نے اُنہیں کوئی شافی جواب دیا؟ حق و برہان [دلیل] کے ساتھ بات کرو۔“

موصوف آگے فرماتے ہیں:

Maktaba Tul Ishaat.com

وَلَقَدْ أَتَوْا يَوْماً إِلَى الْعَبَّاسِ يَسْـ   تَسْقُوْنَ مِنْ قَحْطٍ وَّجَدْبِ زَمَانٖ
هٰذَا وَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ نَبِيِّهِمْ   عَرْضُ الْجِدَارِ وَ حُجْرَةُ النِّسْوَانٖ
فَنَبِيُّهُمْ حَيٌّ وَ يَسْتَسْقُوْنَ غَيْـ   ـرَ نَبِيِّهِمْ حَاشَا أُولِي الْإِيْمَانٖ

[الكافية الشافية فی الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۲]

''قحط وخشک سالی سے مجبور صحابہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ[(۱)] کے پاس استسقاء کے لیے آئے حالانکہ تمہارے عقیدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ قبر شریف میں بذاتِ خود بنفسِ نفیس زندہ موجود تھے اور فرق و فاصلہ بھی صرف حجرات ہی کی دیوار کا ہے' اس سے بڑھ کر حیرت انگیز بات کیا ہو سکتی ہے کہ زندہ ہستی [رسول اکرم ﷺ] کو چھوڑ کر ایک امتی سے استسقاء کی دعاء کرائی جا رہی ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

وَالتُّرْبُ تَحْتَهُمْ وَفَوْقَ رُءُوْسِهِمْ   وَعَنِ الشَّمَائِلِ ثُمَّ عَنْ أَيْمَانٖ
مِثْلَ الَّذِيْ قَدْ قُلْتُمُوْهُ مَعَاذَنَا   بِاللّٰهِ مِنْ إِفْكٍ وَ مِنْ بُهْتَانٖ
بَلْ عِنْدَ رَبِّهِمْ تَعَالَى مِثْلُ مَا   قَدْ قَالَ فِي الشُّهَدَآءِ فِي الْقُرْاٰنٖ

[الكافية الشافية فی الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۵]

''جن کے نیچے بھی مٹی ہو اور اُن کے سروں پر بھی اور دائیں بائیں بھی' غرض مٹی میں محصور اور گھرے ہوئے بھی کوئی [دنیاوی] زندگی ہے؟ تمہارے اس افک و بہتان سے اللہ کی پناہ! حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عند اللہ ویسے ہی زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی زندگی کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔''

یہ عقیدہ چونکہ انتہائی مضحکہ خیز ہے اس لیے حافظ ابن قیم ان معطلہ کی حالت پر افسوس کرتے

(۱) عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہ' ابو الفضل' قرشی' جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ عباسی خلفاء کے جدامجد ہیں۔ ۵۱ قبل ہجری = ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسے چھپائے رکھا۔ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ ۳۲ھ = ۶۵۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے۔ [اسد الغابہ ۲:۵۲۹' ترجمہ: ۲۸۰۰' الاعلام ۳:۲۶۲]

ہوئے لکھتے ہیں:

يَا قَوْمَنَا اسْتَحْيُوْا مِنَ الْعُقَلَاءِ وَالْـ   ـمَبْعُوْثِ بِالْقُرْاٰنِ وَ الرَّحْمٰنِ
وَاللّٰهِ لَا قَدْرَ الرَّسُوْلِ عَرَفْتُمْ   كَلَّا وَ لَا لِلنَّفْسِ وَ الْإِنْسَانٖ
مَنْ كَانَ هٰذَا الْقَدْرُ مَبْلَغَ عِلْمِهٖ   فَلْيَسْتَتِرْ بِالصَّمْتِ وَ الْكِتْمَانٖ
وَ لَقَدْ أَبَانَ اللّٰهُ أَنَّ رَسُوْلَهٗ   مَيْتٌ كَمَا قَدْ جَآءَ فِي الْقُرْاٰنٖ
أَفَجَاءَ أَنَّ اللّٰهَ بَاعِثُهٗ لَنَا   فِي الْقَبْرِ قَبْلَ قِيَامَةِ الْأَبْدَانٖ
أَثَلَاثُ مَوْتَاتٍ تَكُوْنُ لِرُسْلِهٖ   وَ لِغَيْرِهِمْ مِّنْ خَلْقِهٖ مَوْتَانٖ
إِذْ عِنْدَ نَفْخِ الصُّوْرِ لَا يَبْقَى امْرُؤٌ   فِي الْأَرْضِ حَيًّا قَطُّ بِالْبُرْهَانٖ
أَفَهَلْ يَمُوْتُ الرُّسْلُ أَمْ يَبْقَوْا إِذَا   مَاتَ الْوَرَى أَمْ هَلْ لَّكُمْ قَوْلَانٖ
فَتَكَلَّمُوْا بِالْعِلْمِ لَا الدَّعْوَى وَجِيْـ   ـئُوْا بِالدَّلِيْلِ فَنَحْنُ ذُوْ أَذْهَانٖ

[الكافية الشافية فی الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۱–۱۴۲]

''اے قوم! تمہیں اللہ تعالیٰ' قرآن مجید بلکہ خود رسول اللہ ﷺ اور اہلِ عقل و دانش سے شرم آنی چاہیے کیونکہ نہ ہی تم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے قدر و مرتبہ کو پہچانا اور نہ ہی تم نے انسانیت کی قدر و عظمت اور نفس یا روح کی شان و کمال کو سمجھا۔ جو کوئی عقل و فہم سے اس درجہ محروم ہے تو اسے بالکل خاموش رہتے ہوئے وقت گزارنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بالکل واضح الفاظ میں اِنَّكَ مَيِّتٌ کا اعلان فرما کر نبی اکرم ﷺ کی وفات ظاہر فرما دی۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ قیامِ اَبدان سے قبل اُنہیں قبر میں [دنیاوی] زندگی دی گئی۔ کیا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو تین بار موت کا مزا چکھنا ہوگا جب کہ اس کی دوسری مخلوق دو بار مرتی ہے کیونکہ برہان اور دلیل سے ثابت ہے کہ صور پھونکنے کے وقت زمین [و آسمان] میں کوئی متنفس زندہ نہیں رہے گا تو جب ساری مخلوق مر جائے گی تو کیا اللہ تعالیٰ کے رسل مریں گے یا نہ؟ یا اس بارے میں تمہارے دو قول ہیں؟ دلیل کے ساتھ بات کرو' صرف دعویٰ نہ کرو بلکہ اس پر دلیل بھی پیش کرو اس لیے کہ ہم بھی دماغ رکھتے ہیں۔''

Maktaba Tul Ishaat.com

[٢] کافی کلینی (١) لکھتے ہیں: عن جعفربن المثنّى الخطيبِ قال: كنتُ بالمدينةِ و سقفُ المسجد الذي يُشرفُ على القبرقد سقَطَ و الفعَلَةُ يصعدونَ و ينزِلونَ و نحنُ جماعةٌ فقلتُ لأصحابنا: مَن منكم له موعدٌ يدخلُ على أبي عبدالله عليه السلام الليلة؟ فقال مهران ابن أبي نصر: أنا ' وقال إسمٰعيلُ بنُ عمارٍ الصيرَفي: أنا ' فقلنالهما: سَلاَهُ لناعن الصُّعودِ لِنُشرِفَ على قبرالنبي ﷺ فلمّا كان من الغد لَقِيناهما' فاجتمعناجميعاً' فقال إسمٰعيل: قد سألناهُ لكم عمّاذ كرتم' فقال: مَاأُحِبُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّعْلُوفَوْقَهُ وَلاَ آمَنُهُ أَنْ يَّرٰى شَيْئاًيَذْهَبُ مِنْهُ بَصَرُهُ أَوْيَرَاهُ قَآئِماًيُصَلِّي أَوْيَرَاهُ مَعَ بَعْضِ أَزْوَاجِه.

[اصولِ کافی ١:٥١٤' ابواب التاریخ' باب النہی عن الاشراف علی قبر النبی ﷺ' روایت: ١٢٢٥]

''جعفر بن مثنٰی سے مروی ہے کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ مسجد نبوی کی چھت ۔جس سے قبر نبی ﷺ نظر آتی تھی۔ گر گئی تھی۔ کام کرنے والے [بغرضِ تعمیر] اوپر چڑھتے تھے اور اترتے تھے' میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں کون ایسا ہے جس سے امام جعفر صادق علیہ السلام (٢) نے ملنے کا وعدہ کیا ہو؟ مہران نے کہا: میں ہوں' اسماعیل نے کہا: میں ہوں۔ میں نے ان دونوں سے کہا: ہماری طرف سے ایک سوال اُن سے کرو کہ آیا قبر نبی ﷺ سے بلند ہو کر اسے دیکھنا درست ہے؟ وہ لوگ گئے۔ دوسرے روز جب ہم پھر جمع ہوئے تو اسماعیل نے کہا: ہم نے تمہارا مسئلہ دریافت کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرو گے کہ رسول اللہ ﷺ سے اونچے ہو کر اس چیز کو دیکھو جس سے بینائی جاتی رہے یا وہ رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھے کہ تنہا کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں یا اپنی کسی بی بی کے پاس ہوں؟'' [الشافی ترجمہ اصول کافی ٣:٤٩]

(١) محمد بن یعقوب بن اسحاق ابو جعفر کلینی' امامی فقیہ تھے۔ کلین ''رے'' سے تعلق تھا۔ بغداد میں شیخ الشیعہ تھے۔ اصول کافی' فروع کافی' رسائل الائمہ' کتاب الرجال اور الرد علی القرامطۃ جیسی کتابیں لکھیں۔ ٣٢٩ھ = ٩٤١ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ١٥: ٢٨٠' ترجمہ: ١٢٥' الاعلام ٧:١٤٥]

(٢) جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین' ہاشمی قرشی ابو عبداللہ' ٨٠ھ = ٦٩٩ء کو پیدا ہوئے۔ بہت بڑے جلیل القدر عالم ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے استاذ رہے ہیں۔ جھوٹ کبھی بھی نہیں بولا اس لیے صادق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ١٤٨ھ = ٧٦٥ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ١:٣٢٧' ٢ الاعلام: ١٢٦]

سید ظفر حسن صاحب نقوی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

''توضیح: مِرآۃُ العُقُولِ میں علامہ مجلسی (١) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی جعفر بن مثنٰی اصحابِ امام رضا علیہ السلام سے ہیں' انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ نہیں دیکھا۔ دوسرے: علمائے امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام مرنے کے بعد زندہ تو ضرور ہیں لیکن ایسی زندگی وہ نہیں ہوتی جیسی مرنے سے پہلے ہوتی ہے' ہاں یہ صحیح ہے کہ سوائے کسی خاص ضرورت کے قبر سے اونچا ہو جانا اور بلندی سے اس کو دیکھنا جائز نہیں۔''

[الشافی ترجمہ اصول کافی ٣:٤٩]

[٣] مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (٢) نے لکھا ہے کہ:

''انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے اُن پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً اُن کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا' اُن کی ازواج پر عدت نہیں' وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے' نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔'' [ملفوظات اعلیٰ حضرت' حصہ سوم: ٢٧٦]

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ایک آن کو محض تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے

(١) محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی اصفہانی۔ اِمامی علامہ تھے۔ ١٠٣٧ھ = ١٦٢٧ء کو پیدا ہوئے۔ اصفہان میں شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز رہے۔ اَن گنت کتابیں لکھیں۔ ١١١١ھ = ١٧٠٠ء کو وفات پائی۔ [الذریعۃ الٰی تصانیف الشیعۃ ٣:١٦' الاعلام ٦:٤٨]

(٢) احمد رضا خان قادری بن مولانا نقی علی خان بن مولانا رضا علی خان بن مولانا حافظ کاظم علی خان' فاضل بریلوی' ہندوستان کے بہت بڑے عالم دین' متبحر فاضل' بلند پایہ صوفی اور شاعر تھے۔ ١٠ شوال ١٢٧٢ھ = ١٤ جون ١٨٥٦ء کو بریلی ''اترپردیش'' کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ دادا نے احمد رضا نام رکھا جس میں مولانا نے عبدالمصطفیٰ کا اضافہ کیا۔ اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ بریلوی مسلک کے بانی مبانی ہیں۔ ان گنت کتابیں لکھیں۔ ٢٥ صفر ١٣٤٠ھ = ٢٨ اکتوبر ١٩٢١ء کو وفات پائی۔ [شاہکار انسائیکلوپیڈیا: ١٥٧]

لیے موت طاری ہوتی ہے بعد اس کے پھر ان کو حیات حقیقی حسی دنیاوی عطا ہوتی ہے۔''

[ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم: ۳۸۰]

اعلیٰ حضرت صاحب یہ بھی لکھتے ہیں: ''یقین جانو کہ حضور اقدس ﷺ سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ اُن کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ ۱۰: ۷۶۴]

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ''انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام حیات وممات ہر حالت میں طیب وطاہر ہیں بلکہ اُن کے لیے موت محض آنی تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیاتِ حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اسی لیے کوئی اُن کا وارث نہیں ہوتا اور اُن کی عورتوں کا کسی سے نکاح کرنا ممتنع ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ ۳: ۴۰۴-۴۰۷]

اس عبارت میں دو باتیں ایسی ہیں، جن کا بڑا چرچا ہے اور دیوبندی علماء میں بڑی شدومد کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں:

-انبیاءِ کرام علیہم السلام کی وراثت کا تقسیم نہ ہونا

-امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے کسی اور کا نکاح ممتنع ہونا

لیکن یہ محض گلوخلاصی اور نص قطعی کے مقابلے میں اپنی عقل نارسا کو پیش کرنا ہے اس لیے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی میراث کا تقسیم نہ ہونا یا امہات المؤمنین سے کسی اور کا نکاح نادرست ہونا حیات دنیوی کی دلیل نہیں، اس لیے کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق شہداء بھی زندہ ہیں، حالانکہ اُن کی میراث بھی تقسیم کی جاتی ہے اور عدت گزر جانے کے بعد اُن کی عورتیں نکاح بھی کرسکتی ہیں اور رہے انبیاءِ کرام علیہم السلام، سو اُن کے بارے میں حدیث میں وارد ہے:

إنا معاشر الأنبياء لا نورث ما تركنا صدقة.

[صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۹۳، کتاب فرض الخمس [۵۷] باب فرض الخمس [۱]، حدیث: ۳۷۱۱، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۶۲] باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ [۱۲]، حدیث: ۴۰۳۶، کتاب المغازی [۶۴] باب حدیث بنی النضیر [۱۴]، حدیث: ۴۲۴۰-۴۲۴۱، کتاب المغازی [۶۴] باب غزوۃ خیبر [۳۹] حدیث: ۶۷۲۶، کتاب الفرائض [۸۵] باب قول النبی ﷺ: لا نورث ما ترکنا صدقۃ [۳]، صحیح مسلم، حدیث ۱۷۵۸، کتاب الجہاد والسیر [۳۲] باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ [۱۶]

''ہم گروہِ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

اور ازواج مطہرات کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ. [سورۃ الاحزاب ۳۳:۶]

''اور نبی کا حق مؤمنوں پر خود اُن کے مقابل میں اولیٰ ہے اور ازواج نبی کی حیثیت سے مؤمنین کی ماؤں کی ہے۔''

اور یہ بھی ارشادِ ربانی ہے: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا. [سورۃ الاحزاب ۳۳:۵۳]

''اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اُس کی بیویوں سے کبھی اس کے بعد نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین باتیں ہیں۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ خُصَّ نِسَآؤُهٗ — بِخَصِيْصَةٍ عَنْ سَائِرِ النِّسْوَانِ
خُيِّرْنَ بَيْنَ رَسُوْلِهٖ وَ سِوَاهُ فَاخْـ — تَرْنَ الرَّسُوْلَ لِصِحَّةِ الْاِيْمَانِ
شُكْرَ الْاِلٰهِ لَهُنَّ ذَاكَ وَ رَبُّنَا — سُبْحَانَهٗ لِلْعَبْدِ ذُوْ شُكْرَانِ
قَصْرُ الرَّسُوْلِ عَلٰى اُولٰئِكَ رَحْمَةً — مِنْهُ بِهِنَّ وَ شُكْرَ ذِي الْاِحْسَانِ
وَكَذَاكَ اَيْضاً قَصْرُهُنَّ عَلَيْهِ مَعْـ — لُوْمٌ بِلَا شَكٍّ وَ لَا حُسْبَانِ
فَلِذَا حَرُمْنَ عَلٰى سِوَاهُ بَعْدَهٗ — اِذْ ذَاكَ صَوْناً عَنْ فِرَاشٍ ثَانِ

[الكافية الشافية في الإنتصار للفرقة الناجية، المعروف بالقصيدة النونية: ۱۴۳]

''رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو دوسری ساری عورتوں سے اس [نکاح کے سلسلہ] میں امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے، اس لیے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے لوگوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو اُنہوں نے صحیح الایمان ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دی جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے - جو بندوں کو اُن کے اعمال کا بہتر بدلہ دینے والا ہے - یہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ انہی ازواج مطہرات پر اکتفا کریں اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد اوروں پر اُنہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

حرام قرار دیا گیا اور دوسروں کے بستروں سے اُن کو بچالیا گیا۔"

—امام بیہقی—

احمد بن حسین بن علی ابوبکر، ائمہ حدیث میں سے تھے۔ نیشاپور کے کے شہر بیہق کے مضافاتی گاؤں "خسروجرد" میں ۳۸۴ھ=۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ بیہق میں پلے بڑھے۔ حصول علم کے سلسلے میں بغداد، کوفہ اور مکہ معظّمہ کے سفر کیے۔ ۴۵۸ھ=۱۰۶۶ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔ اُن کا جسد خاکی بیہق منتقل کیا گیا، جہاں اُن کی تدفین ہوئی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۳: ۵۷۹، الاعلام ۱: ۱۱۶]

امام بیہقی کی اس کتاب سے مترشح ہوتا ہے کہ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بعد از موت بحیات ابدی زندہ ہیں اور پھر ان پر کبھی موت نہ آئے گی۔ دور حاضر کے اکثر دیوبندیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے۔ چونکہ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور پھر اس کا تعلق عالَم غیب سے ہے اس لیے اس کا اِثبات کسی قطعی دلیل سے ممکن ہے، نہ کہ کسی ظنّی دلیل یا کسی غیر معصوم کے خواب اور قصے کہانیاں!

—امام بیہقی کی کتابوں کا علمی رُتبہ—

شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱) شاہ ولی اللہ (۲) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: حدیث کی کتابیں صحت (۳)

---

(۱) شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی، ۱۱۵۹ھ=۱۷۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد محترم سے تمام علوم دینیہ، عقلیہ اور آلیہ حاصل کیے۔ جامع عالم تھے۔ ۱۲۳۹ھ=۱۸۲۴ء کو فوت ہوئے۔ [تذکرہ علمائے ہند: ۳۰۲، ترجمہ: ۳۱۳]

(۲) ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم، عمری، حنفی، نقش بندی، محدث دہلوی۔ ۱۱۱۴ھ=۱۷۰۳ء کو سونی پت میں پیدا ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سولہ سال کے تھے کہ درس و تدریس کی اجازت مل گئی۔ ہند میں تفسیر و حدیث کو مشتہر کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دہلی میں ۱۱۷۶ھ کو ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[نزہۃ الخواطر ۶: ۴۱۰، تذکرہ علمائے ہند: ۵۴۲]

(۳) صحت سے اُن کی مراد یہ ہے کہ مؤلف کتاب نے اِس بات کی پابندی کی ہو کہ وہ صحیح اور حسن احادیث کے سوا کوئی اور حدیث اپنی کتاب میں درج نہیں کریں گے اور اگر اس میں کوئی ایسی حدیث درج کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ اس کے ضعف، غرابت، علت اور شذوذ کو بھی بتادیتے ہیں تو پھر کچھ حرج نہیں کیونکہ ضعیف، غریب و معلول حدیث کو اُس کی خرابی کی وضاحت کے ساتھ کتاب میں درج کرنا کسی قسم کی قباحت کا موجب نہیں۔

[حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۳۳، عجالہ نافعہ: ۳]

شہرت (۱) اور قبولیت (۲) کے اعتبار سے کئی طبقات پر مشتمل ہیں، جن میں تیسرے طبقے کے متعلق لکھتے ہیں: "اس طبقہ میں حدیث کی وہ تمام مسانید، جوامع اور مصنفات داخل ہیں، جو امام بخاری (۳) سے قبل کے علماء اُن کے ہم عصروں یا متاخرین نے ترتیب دی ہیں، مگر اِن کتب کے مصنفین نے صحت کا التزام نہیں کیا ہے اور نہ اُن کی کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقہ اُولیٰ اور ثانیہ کی کتب تک پہنچ سکی ہیں، اگرچہ ان کتب کے مؤلفین علوم حدیث میں ماہر، ثقہ اور ضبط و عدل کی صفات سے متصف تھے، مگر ان کی کتابوں میں صحاح، حسان اور ضعاف کے ساتھ ساتھ ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن پر موضوع ہونے کا اِتّہام [الزام] ہے اور ان کے کئی راوی مجہول اور مستور الحال ہیں، اگرچہ ان کے مابین فرقِ مراتب ضرور ہے، ان کتابوں کے نام یہ ہیں: مسند شافعی (۴)، سنن ابن ماجہ (۵) سنن دارمی، مسند ابی یعلی موصلی، مصنّف عبدالرزاق، مصنّف ابی

---

(۱) شہرت سے اُن کی مراد یہ ہے کہ محدثین کی جماعتیں یکے بعد دیگرے ہر دور میں اس کتاب کے ساتھ بطریق روایت، ضبطِ مشکل اور تخریجِ احادیث مشغول رہی ہوں تا آنکہ اُس کی کوئی چیز بیان ہوئے بغیر نہ رہ گئی ہو۔ [حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۳۳، عجالہ نافعہ: ۳]

(۲) قبولیت سے اُن کی مراد یہ ہے کہ ناقدینِ حدیث اُس کتاب کو تسلیم کریں، اُس پر اعتراض نہ کریں اور اس کتاب کی احادیث کے متعلق مؤلفِ کتاب کا حکم اور فیصلہ درست سمجھیں اور فقہاء بغیر اختلاف اور بلا انکار کے اس سے استدلال کریں۔ [حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۳۳، عجالہ نافعہ: ۳]

(۳) محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، بخاری، ابوعبداللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث، ۱۹۴ھ=۸۱۰ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ طلب حدیث کے سلسلے میں مشقتیں اٹھائیں اور لگ بھگ ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، ۲۵۶ھ=۸۷۰ء کو خرتنگ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۵۵، الاعلام ۶: ۳۴]

(۴) یہ امام شافعی کی مرتب کردہ مسند نہیں بلکہ نیشاپوری علماء میں سے کسی نے کتاب الام وغیرہ کی اُن احادیث کو جو اُن کے مسلک پر دال ہیں اور جن کے سماع میں ابوالعباس اصم از شیخ ربیع منفرد تھے یکجا کر دیا ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: وقد سمعنا من طريقه[أي: طريق الربيع بن سليمان]المسند للشافعي انتقاه أبو العباس الأصم من كتاب الأم لينشط لروايته للرّحالة، وإلّا فالشافعي رحمه الله لم يُؤلِّف مسنداً.

[سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۵۸۹]

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ما نسبه لـ مسند الشافعي ليس الأمر فيه كذلك، بل الأحاديث المذكورة فيه منها ما يُستدلُّ به لمذهبه و منها ما يُورده مستدلاً لغيره و يوهيه، ثم إن الشافعي لم يعمل.....

Maktaba Tul Ishaat.com

بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حُمید، مسند ابی داؤد طیالسی، سنن دار قطنی، صحیح ابن حِبّان، مستدرکِ حاکم، امام بیہقی، امام طحاوی حنفی اور امام طبرانی کی کتابیں۔" [حجۃ اللہ ۱:۱۳۴، عجالہ نافعہ:۵]

—امام تقی الدین سبکی—

علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام سبکی انصاری خزرجی ابوالحسن تقی الدین، شیخ الاسلام، مفسر اور مناظر تھے۔ ۶۸۳ھ=۱۲۸۴ء کو "سبک" میں پیدا ہوئے جو مصر کے علاقے منوفیہ میں واقع ہے۔ پہلے قاہرہ اور پھر شام کو نقل مکانی کی۔ ۷۳۹ھ کو شام کے قاضی بھی رہے ہیں۔ بیمار ہوئے اور قاہرہ واپس لوٹ آئے جہاں ۷۵۶ھ=۱۳۵۵ء کو وفات پائی۔ [المعجم المختص بالمحدثین:۱۶۶، ترجمہ:۲۰۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱۰:۱۳۹، ترجمہ:۱۳۹۳، الاعلام ۴:۳۰۲]

علامہ سبکی نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام ﷺ کے نام سے ۵۴۸ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس کے باب نہم میں حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے تحت انہوں نے صفحہ:۳۹۱–۴۰۹ میں امام بیہقی کی کتاب تقریباً پوری کی پوری نقل کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کو ابدی دنیاوی حیات حاصل ہے۔ [شفاء السقام:۴۰۸]

بعد کے لوگوں کا اس مسئلے میں مرجع و مصدر یہی کتاب ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مشہور

—حواشی صفحہ سابقہ—

هذا المسند، وإنما التقطه بعض النيسابوريين من الأم وغيرها من مسموعات أبي العباس الأصم التي كان انفرد بروايتها عن الربيع، وبقي من حديث الشافعي شيء كثير لم يقع في هذا المسند.
[تعجیل المنفعۃ ۱:۲۳۸]

(۵) امام ابن ماجہ، وسیع علم رکھنے والے حافظ اور ناقدِ حدیث تھے، مگر چونکہ اُن کی کتاب میں بکثرت منکر و موضوع روایات ہیں، اس لیے اُن کی کتاب کا درجہ گرا ہوا ہے۔ حافظ ابوزرعہ کی تصریح کے مطابق اس میں تقریباً تیس کے لگ بھگ احادیث مطروح اور ساقط الاعتبار ہیں، اور حافظ ذہبی کی تصریح کے مطابق اس میں تقریباً ایک ہزار ناقابلِ احتجاج روایات ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۳:۲۷۸–۲۷۹]

سنن ابن ماجہ کو سب سے پہلے ابن طاہر مقدسی نے اصول میں داخل کیا ہے۔ [تدریب الراوی ۱:۷۷]

استاذِ حدیث مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری (۱) کی رائے ہے کہ: او جدتُ فيها شيئاً جديداً وطرياً وتَصَدّى إلى تقوية الضعفاف. [العرف الشذی شرح سنن الترمذی ۱:۳۲۷]

"میں نے اس میں کوئی نئی، تازی چیز نہیں دیکھی بلکہ وہ تو ضعیف روایتوں کو قوی ثابت کرنے کے درپے ہیں۔"

—حافظ جلال الدین سیوطی—

عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین، خضیری، سیوطی، جلال الدین ۸۴۹ھ=۱۴۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ قاہرہ میں پلے بڑھے۔
چالیس سال کی عمر میں دریائے نیل کے روضۃ المقیاس میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اپنی اکثر کتابیں لکھیں۔ امراء اور شرفاء ان سے ملنے وہاں آتے اور وظائف و تحائف پیش کرتے مگر آپ کسی سے ملتے اور نہ وظیفہ یا تحفہ قبول کرتے۔ ۹۱۱ھ=۱۵۰۵ء کو وفات پائی۔

[شذرات الذہب ۸:۵۱، الاعلام ۳:۳۰۱]

—حافظ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا علمی رُتبہ—

حافظ صاحب موصوف نے مختلف موضوعات پر تقریباً پانچ سو چھ کتابیں لکھیں۔

[فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ:۱۶۵–۱۸۰]

آپ نے اپنی کتابوں میں صحیح و ضعیف، سقیم و منکر اور ضعیف و موضوع سب کچھ تنقیح کیے بغیر درج

(۱) محمد انور شاہ بن محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔ اُن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے۔ لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ=۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال دودھوان [علاقہ لولاب] کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اسباق اپنے والد محترم سے لیے پھر تین سال تک ہزارہ کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہے۔ ۱۳۰۷ یا ۱۳۰۸ھ کو سولہ سترہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند آ گئے، جہاں چار سال تک علوم و فنون حاصل کرتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ کو سند فضیلت حاصل کیا۔ بہت بڑے محدث تھے۔ قادیانیوں کے خلاف تیغ براں تھے۔ ۱۳۵۲ھ=۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔
[بیس بڑے مسلمان:۳۶۹]

Maktaba Tul Ishaat.com

کردیا ہے بلکہ اُن کی کتابوں میں بہت سی بے سروپا اور بے ثبوت باتیں موجود ہیں، چنانچہ ان کی ایک مشہور کتاب الجامع الصّغیر من أحادیث البشیر النذیر ہے جس کے بارے میں علامہ مناوی (۱) نے لکھا ہے: قد أكثرَ المؤلفُ في هذا الجامع من الأحاديث الضعيفة.

[فیض القدیر ۱:۴۰]

''مؤلف [حافظ سیوطی] نے اس جامع میں کثرت کے ساتھ ضعیف اُحادیث لکھی ہیں۔''

حافظ ابوالفیض احمد غماری نے لکھا ہے کہ: أوردَ فيه أحاديث تَفَرَّدَ بها الكذابون وأخرى ظاهرةُ الوضع. [المُغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير:۵]

''اُنہوں نے اس کتاب میں ایسی احادیث لکھی ہیں جن کو نقل کرنے میں جھوٹے راوی منفرد ہیں اور کئی روایتیں ایسی بھی ہیں جن کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔''

علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی (۲) نے لکھا ہے کہ: ومثل هذه النقول كثيرٌ في كتب القوم جدًّا، وفي تنوير الحلك لجلال الدين السيوطي الذي رَدَّ به على منكري رؤيته ﷺ بعد وفاته في اليقظة طرفٌ من ذلك، وكلُّ ما أتى به لا دليل فيه، وأطال الكلام في ذلك ثم قال: وقد ذكر عن السلف والخلف وهلم جرا ممن كانوا رأوه في اليوم فرأوه بعد ذلك في اليقظة وسألوه عن أشياء كانوا منها متشوشين فأخبرهم بتفريجها، ونَصَّ لهم على الوجوه التي منها فَرَجها، فجاء الأمر كذلك بلا زيادةٍ ولا نقصٍ. و ليت شعري لم كان

(۱) محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین، حدادی، مُناوی، قاہری، قاہرہ میں ۹۵۲ھ = ۱۵۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ علم وفن کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ تحقیق وتصنیف کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی۔ بہت تھوڑا کھانا کھاتے تھے۔ شب زندہ دار تھے، اس لیے بہت جلد نحیف اور کمزور ہوکر لکھنے سے معذور ہوگئے، اکثر کتابیں اپنے والد سے املاء کرواکر لکھوائیں۔ ۸۰ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ قاہرہ میں ۱۰۳۱ھ = ۱۶۲۲ء کو وفات پائی۔ [خلاصۃ الاثر ۲:۴۱۲، الاعلام ۶:۲۰۴]

(۲) محمود شکری بن عبداللہ بن شہاب الدین محمود آلوسی حسینی، مؤرخ، ادیب، عالم دین اور اصلاح کے داعی تھے۔ ۱۲۷۳ھ = ۱۸۵۷ء کو بغداد کے رصافہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور چچا سے علم حاصل کیا۔ مبتدعین کے خلاف بہت سی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۴۲ھ = ۱۹۲۴ء کو وفات پائی۔ [أعلام العراق: ۸۸-۲۴۱، الاعلام ۷:۱۷۲-۱۷۳]

عثمان يطلب شاهدَين مِن كل مَن أتاهُ بآيةٍ يشهدان على أنها من القرآن، و هلاَّ رأى النبي يقظةً وسأله عن تلك الآية وهو وسائر الصحابة أحق ممن ذكر بهذه الفضيلة، و قد وقع بينهم ما وقع من الإختلاف لم يره أحدٌ منهم و يدفع إشكاله ؟ والسيوطي رحمه الله كان فيما ألفهُ من الكتب حاطب ليلٍ في كل كتاب له مذهب ومشرب، و ما أتى به في كتابه هذا لا يعول عليه كما سيرد عليك مردوداً.

[غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی ۱:۵۱]

''مختلف کتابوں میں اس طرح کی بہت سی بے سروپا اور بے ثبوت باتیں موجود ہیں، چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تنویر الحلک میں رسول اللہ ﷺ کی بیداری کی حالت میں رؤیت کے منکرین کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: جو کچھ اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ آگے چل کر لکھا ہے: سلف وخلف میں بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کو روشن دن میں دیکھا اور ملاقات کے دوران بہت سی باتیں، جن میں ان کو تشویش تھی، آپ ﷺ سے پوچھیں۔ آپ نے اُن کو تشویش دور ہونے کی خوش خبری دی اور وہ طریقہ بھی بتلادیا جس سے تشویش اور غم دور ہوسکتا تھا، چنانچہ اُنہوں نے اس پر عمل کیا تو واقعی بغیر کسی کمی زیادتی کے ویسا ہی ہوا جیسا اُن کو کہا گیا تھا (۱)۔

کاش! مجھے کوئی بتائے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (۲) کے پاس جب کوئی قرآنی آیت پیش کرتا تو وہ کیوں اس سے دو گواہ طلب فرماتے تاکہ آیت کے قرآن سے ہونے کی گواہی دیں (۳)۔ آپ

(۱) تنوير الحلك في إمكان رؤية النبي والملك، مندرجہ الحاوی للفتاوی ۲:۲۵۶

(۲) امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ، قریش میں سے تھے۔ ذوالنورین لقب تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں: سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے اُن کے عقد میں آئیں۔ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ اُن کی دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ۴۷ھ قبل ہجرت = ۵۷۷ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے اسلام میں ایمان لائے۔ ۲۳ ہجری کو شہادتِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۳۵ھ = ۶۵۶ء کو ۸۲ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ [الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۲:۴۶۲، الاعلام ۴:۲۱۰]

(۳) اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ: أقعدا على باب المسجد، فمن جاءكما بشاهدين على شيئٍ من كتاب الله فاكتباه. [کتاب المصاحف ۱:۱۵۷، روایت: ۲۳]

Maktaba Tul Ishaat.com

ؓ نے رسول کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھ کر کیوں نہ آیت کے بارے میں پوچھ لیا؟ جو کچھ بیان کیا گیا ہے سیدنا عثمان ؓ اور دوسرے صحابہ کرام ؓ دوسرے مذکور لوگوں سے اس فضیلت کے زیادہ حق دار تھے۔ صحابہ کرام ؓ کے درمیان کئی اختلافات پیدا ہوئے' ان میں سے تو کسی نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور کسی نے آپ سے پوچھ کر اپنا اِشکال رفع نہیں کرایا؟ سیوطی اپنی تألیفات میں حاطب لیل [(۱)] تھے۔ رطب و یابس سمیٹ لیتے تھے اور جو کچھ اُنہوں نے اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے' وہ اعتماد کے لائق نہیں جیسا کہ آپ کو آئندہ معلوم ہوگا۔''

حافظ سیوطی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: وسائر الأنبياء أحياءٌ رُدَّتْ إليهم أرواحهم بعد ما قبضوا' وأذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي والسفلي.

[تنویر الحلک' الحاوی ۱:۲۶۳]

''اور سارے انبیاء زندہ ہیں' اُن کے روح قبض کرنے کے بعد اُن کی طرف لوٹائے گئے ہیں اور اُنہیں قبروں سے نکلنے اور عالم علوی اور سفلی میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔''

اور یہ بھی لکھا ہے کہ: فَحَصَلَ من مجموع هذه النقول والأحاديث أن النبي ﷺ حيٌّ بجسده وروحه وأنه يتصرَّفُ و يسير حيث شاء في أقطار الأرض وفي الملكوت وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيئٌ و أنه مغيب عن الأبصار كما غيبت الملئكة مع كونهم أحياء بأجسادهم فإذا أراد الله رفع الحجاب عمن أراد إكرامه برؤيته رآهُ على هيئته التي هو عليها' لا مانع من ذلك ولا داعي إلى التخصيص برؤية المثال. [تنوير الحلك في إمكان رؤية النبي والملك' مندرجہ الحاوی للفتاوی ۲:۲۶۵]

''اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے جسم و روح کے ساتھ اسی حالت میں زندہ

......اور: كان لا يقبل من أحد شيئاً حتى يشهد شهيدان. [کتاب المصاحف ۱:۱۷۱' روایت: ۳۳]

(۱) حَاطِبٌ، حَطَبٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ حَطَبٌ لکڑی کو کہا جاتا ہے جب کہ لیل رات کو کہتے ہیں پس حاطب لیل کا معنی ہوگا: رات کو لکڑیاں چننے والا۔ اس کا استعمال اس راوی کے لیے ہوتا ہے جو صحیح و سقیم ہر قسم کی روایتیں کسی تنقیح و تنقید اور بغیر کسی جانچ پڑتال کے جمع کر کے اُسے بیان کرتا ہے۔

ہیں جو آپ کی وفات سے پہلی تھی' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آپ تصرف فرماتے ہیں' زمین میں یا آسمان میں' جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کی نظر سے اس طرح اوجھل ہیں جس طرح ملائکہ اوجھل ہیں حالانکہ وہ جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہے تو حجاب اُٹھا دیتا ہے اور وہ آپ ﷺ کو اسی ہیئت میں دیکھتا ہے جس پر آپ ﷺ تھے۔ اس میں کوئی مانع نہیں۔ رؤیت مثال کی تخصیص کا کوئی سبب نہیں۔''

علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی ان دونوں عبارتوں کو نقل کر کے اپنا تبصرہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں: وأتى بأخبار كثيرةٍ تشهد له' و كلها لا أصل لها' ولا متصرف في الكون إلّا الله تعالىٰ كما سنبرهنُ على ذلك إن شاء الله تعالى' ويكفي في إبطال هذا قول الله تعالى: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى [(۱)] فإذا أمسك التي قضى عليها فمن أين لها التمكن من التصرف؟ ومن أين لأحدٍ أن يراها. [غایۃ الامانی ۱:۵۲]

''اُس نے اِس سلسلے میں بہت سی اَخبار و واقعات شہادت کے طور پر پیش کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ کائنات میں تصرف کرنے والا صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات مقدس ہے اور بس! ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ عن قریب اس مسئلے کو با دلائل بیان کریں گے۔ اس کے بطلان کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے: ''اللہ ہی وفات دیتا ہے جانوں کو اُن کی موت کے وقت، اور جن کی موت نہیں آئی ہوتی ہے اُن کو بھی اُن کی نیند کی حالت میں۔ تو جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے اُن کو تو روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے رہائی دیتا ہے۔'' تو جس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو روک لیتا ہے تو اب اس کو تصرف کی قدرت کہاں ہے؟ اور کسی کے لیے ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے۔''

(۱) سورۃ الزمر ۳۹:۴۲

Maktaba Tul Ishaat.com

—کچھ عجیب وغریب قسم کے دلائل—

انٹرنیٹ پر ''عقائد علماءِ دیوبند اہلسنت والجماعت مع حیات النبیؐ'' کے نام سے ایک رسالہ موجود ہے جس کے مصنفین: حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی' حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی اور حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی ہیں جب کہ اس کے مرتب مولانا عزیز الرحمٰن عزیزی ہیں جو جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں۔اس پر ناشر کا نام اس طرح لکھا ہے۔

ضیاء القرآن کتب خانہ' عبدالغنی پلازہ' اردو بازار' محلہ جنگی پشاور' 03219015499

اس رسالہ میں تفسیر کبیر ۵:۲۸۵ [طبع: دار الاحیاء التراث العربی ۷:۴۳۳] کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

—خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا عقیدۂ حیات النبی ﷺ—

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا(۱) فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ میں مدفون ہیں۔آپ کی وفات میرے حجرہ میں ہوئی۔سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے سامنے حجرہ کے پاس رکھ دینا اگر حجرہ شریف کا دروازہ کھل جائے اور روضہ شریف کے اندر سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ، تب تو حجرہ شریف میں دفن کر دینا ورنہ عام مؤمنین کے قبرستان میں دفن کر دینا، چنانچہ اُن کی وفات کے بعد وصیت کے مطابق عمل کیا گیا اور جب اُن کا جنازہ حجرہ شریف کے سامنے رکھ دیا گیا تو قبر شریف کے اندر سے آواز آئی:

أدخلوا الحبيب إلى الحبيب ''محبوب کو اپنے محبوب کے پاس لا کر دفنا دو۔''

جس سے واضح ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اگر وہ حجرہ شریف کے اندر سے آواز دیں تو ان کو اس میں دفنایا جائے ورنہ نہیں۔اگر وہ

(۱) عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ' ام المؤمنین' ۹ قبل ہجری = ۶۱۳ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ عالمہ اور فاضلہ تھیں۔علم و ادب اور علوم دینیہ میں اپنی مثال آپ تھیں۔دو ہجری کو رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوگئی۔اکابر صحابہ آپ سے فرائض [میراث] کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔۵۸ھ = ۶۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں۔آپ سے [۲۲۱۰] احادیث کی روایت کی گئی ہیں۔
[تلقیح فهوم أهل الأثر: ۳۶۳' ۳ منہاج السنۃ النبویۃ ۲:۱۸۲' ۱۹۲-۱۹۸' الاعلام ۳:۲۴۰]

یہ سمجھتے کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ مردہ لاش ہو گئے، ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں تو کیوں کر اس طرح وصیت فرماتے۔نیز صحابہ کرام ؓ نے اس وصیت پر عمل فرمایا۔معلوم ہوا کہ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کا عقیدہ بھی یہی تھا۔'' [عقائد علماءِ دیوبند اہلسنت والجماعت مع حیات النبیؐ: ۵۹-۶۰]

اس بارے میں عرض ہے کہ:

-۱: کسی بھی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں ریزہ ریزہ ہو گئے' پھر نہیں معلوم کہ عزیز الرحمٰن صاحب کس کی تردید میں ایسا لکھ رہے ہیں؟

-۲: یہ محض ایک کہانی اس لیے ہے کہ امام رازی(۱) نے اس کی کوئی سند نہیں لکھی۔کسی کہانی سے عقیدے کا استنباط کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی وفات ۱۳ ہجری کو ہوئی ہے اور امام رازی کی پیدائش ۵۴۴ھ کو ہوئی۔درمیان کے طویل عرصہ کے راوی غائب ہیں اس قسم کی روایت سے عقیدہ تو درکنار کسی عمل کے جواز کا استدلال کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے' دانا بینا عالم نہیں۔

—خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا عقیدۂ حیات النبی ﷺ—

یہ عنوان قائم کر کے جذب القلوب، ص: ۲۰۰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''وہ جب بھی مدینہ کے باہر سفر سے واپس ہوتے، روضۂ اطہر کے پاس حاضر ہو کر درود وسلام پڑھتے اور دوسرے صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔'' [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۰]

کیا جذب القلوب کے مصنف نے اس کی کوئی سند لکھی ہے؟ اگر لکھی ہے تو عزیز الرحمٰن صاحب نے کیوں نہیں لکھی اور اگر جذب القلوب میں اس روایت کی کوئی سند موجود نہیں تو اس سے عقیدہ کا اِثبات کیسے؟

قبر پر صلاۃ وسلام کے پڑھنے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ قبر اور برزخ میں دنیاوی زندگی حاصل

(۱) محمد بن عمر بن حسن بن حسین تیمی بکری' ابو عبداللہ فخر الدین رازی۔اپنے زمانے میں معقول اور علوم اوائل کے بہت بڑے عالم تھے۔طبرستان سے تعلق تھا۔''رے'' میں ۵۴۴ھ = ۱۱۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ہرات میں ۶۰۶ھ = ۱۲۱۰ء کو وفات ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۵:۱۵۷' الاعلام ۶:۳۱۳]

Maktaba Tul Ishaat.com

ہوئی؟ برزخ میں تو برزخ ہی کی زندگی ملتی ہے۔ اگر دنیاوی زندگی وہاں بھی حاصل ہے تو موت کا مقصد کیا ہے؟ انبیائے کرام علیہم السلام کو برزخ میں برزخی زندگی حاصل ہے جو دنیاوی زندگی سے اعلیٰ اولیٰ اور اَرفع ہے لیکن اُس کی کیفیت کیا ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی تفصیلی کیفیت معلوم نہیں، اس لیے اس پر ایمان لانا تو ضروری ہے لیکن اُس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

عزیز الرحمٰن صاحب نے صحیح بخاری کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کرنے والے دو شخصوں سے فرمایا تھا:

مِن أین أنتما؟ قالا: من أھل الطائف. قال: لو کُنتُما مِن أھل البلد لأوجعتکما ' ترفعان أصواتِکما في مسجد رسول اللہ ﷺ!

[صحیح بخاری' کتاب الصلاۃ [۸] باب رفع الصوت فی المساجد [۸۳] حدیث: ۴۷۰]

''تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ انہوں نے کہا: ہم طائف سے آئے ہیں۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لیے کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو؟''

مولانا صاحب نے ترجمہ میں یہ اضافہ کردیا ہے کہ ''تم مسجد نبوی میں آئے ہو اور حضور ﷺ کے پاس آواز بلند کرتے ہو؟'' اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیات اور زندہ سمجھتے تھے۔'' [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۰]

مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ حیات النبی ﷺ سے کوئی مؤمن انکار نہیں کرتا لیکن آپ جس قسم کی حیات ثابت کرتے ہیں اُس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔ نیز اس روایت کا اگر یہی مطلب ہوتا تو سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے باب رفع الصوت فی المساجد میں اسے کیوں درج کیا؟ امام بخاری کے نزدیک اس کا وہ مطلب نہیں جو عزیزی صاحب نے لیا ہے۔

اصل میں ایسا احتراماً کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جیسا کہ دنیا میں واجب الاحترام تھے ویسے ہی قبر میں واجب الاحترام ہیں۔

— خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عقیدۂ حیات النبی ﷺ —

یہ عنوان قائم کر کے جذب القلوب، ص: ۲۰۰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حضرت عثمان کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا تو بعض صحابہ کرام نے آپ کو مشورہ دیا کہ بہتر ہے آپ شام تشریف لے جائیں وہاں کی افواج زیادہ مضبوط ہیں۔ آپ کی پوری حفاظت کرے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اس کو جائز نہیں سمجھتا کہ دار الہجرۃ کو ترک کر دوں اور رسول اللہ کی ہمسائیگی کو چھوڑ دیں۔ جذب القلوب، ص ۲۰۰۔''

[عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۱]

مولوی صاحب اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کو زندہ سمجھتے تھے اور آپ کی ہمسائیگی سے جدا ہونا نہیں چاہتے آپ سے جدا ہونے کو ناجائز اور عار سمجھتے تھے۔'' [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۱]

محترم مولوی صاحب! آپ نے اس عبارت کا جو مطلب لیا ہے۔ سلف میں سے کسی ایک عالم نے اس کا یہ مطلب نہیں لیا۔ آپ برائے کرم اپنی طرف سے نصوص وعبارات کے مفہوم ومطلب نہ گھڑ لیا کریں۔

پھر یہ بھی ہے کہ کوئی بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی قبر کی حیات کا منکر نہیں مگر آپ قبر میں جو دنیاوی حیات کا قول کر کے اسے عقیدہ کا نام دیتے ہیں اس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

— خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ (1) کا عقیدۂ حیات النبی ﷺ —

یہ عنوان قائم کر کے پہلے ایک روایت اور اس کا اس طرح ترجمہ لکھتے ہیں:

من زار قبر رسول اللہ ﷺ کان في جوار رسول اللہ ﷺ.

---

(۱) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب' ہاشمی' قرشی' نبی ﷺ کے چچازاد اور داماد تھے۔ چوتھے خلیفہ راشد' سابقون اولون اور عشرۃ مبشرۃ میں سے ہیں۔ مکہ معظمہ میں ۲۳ق ھ=۶۰۰ء کو پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سایہ عاطفت میں پلے بڑھے۔ ۳۵ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ=۶۶۱ء کو شہادت پائی۔

[الاستیعاب: ۵۲۷' ترجمہ: ۱۸۶۶' الاعلام ۴: ۲۹۵]

Maktaba Tul Ishaat.com

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کرے گا وہ اس وقت نبی ؑ کا ہمسایہ اور جوار میں ہوگا۔''

یہ اگر واقعی رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک یا سیدنا علی ؓ کا ارشاد ہے تو اس کے لیے حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ درکار ہے، پھر اس کی سند کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے، نیز چونکہ یہ عقیدہ کے باب میں پیش کی جاتی ہے اس لیے اس کا متواتر اور مشہور ہونا بھی ضروری ہے۔ محض کچھ لکھنے اور بے سر وپا عبارات لکھنے کا نام شرعی دلیل نہیں۔

عزیزی صاحب نے اس کے ترجمہ میں ''اُس وقت'' کا اضافہ کر کے تحریف اور ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ زیر نظر عبارت میں یہ کسی لفظ کا معنیٰ نہیں۔

اسی صفحہ پر آگے سیدنا علی ؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت علی ؓ سے دوسری روایت ہے کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے جو پروردگار سے سنا، ہم نے آپ سے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یاد کیا ہم نے آپ سے یاد کیا۔ آپ پر جو آیات نازل ہوئیں ان میں یہ آیت بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. [سورۃ النساء ۴: ۶۴]

''اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول [ﷺ] بھی اُن کے لیے معافی چاہتا تو وہ ضرور اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔''

اس پر روضۂ اطہر کے اندر سے آواز آئی: اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔''

[عقائد علمائے دیو بند مع حیاۃ النبی ﷺ: ۶۲-۶۳]

آگے لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین ؓ اور دوسرے عام صحابہ کرام ؓ بھی حیاۃ النبی ﷺ کے قائل تھے۔ چنانچہ مذکورہ آخری روایت میں ایک دیہاتی صحابی ؓ نے حیاۃ النبی ﷺ کے عقیدے سے آپ کو خطاب کیا اور آپ کے ذریعہ گناہ بخشش کرانے کی کوشش کی۔ اندر سے آواز

آئی: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخش دیا ہے۔'' [عقائد علمائے دیو بند مع حیاۃ النبی ﷺ: ۶۳]

عزیزی صاحب کو چاہیے کہ حدیث کی کسی ایسی کتاب کا نام بتائے جس نے صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہو۔ یہ بھی معلوم رہے کہ خلفائے راشدین ؓ اور دوسرے عام صحابہ کرام ؓ کی طرح ساری امت حیاۃ النبی ﷺ کی قائل ہے، اس میں دنیاوی حیاۃ کا ٹانکا نادرست ہے اس لیے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی (۱) نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اُس کے لیے دعاءِ مغفرت کر دیں، اُس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی حیات دنیوی کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔'' [معارف القرآن ۲: ۴۵۹]

یہ تفسیر نادرست ہے اس لیے کہ آیت کو سیاق سباق سے کاٹ کر یہ تفسیر کی گئی ہے۔ اگر یہ آیت ہم عصر اور بعد کے امتیوں کو عام ہے تو:

— صحابہ کرام ؓ نے اسے عام سمجھ کر استسقاء کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر جا کر آپ ﷺ سے دعاء کیوں نہ کرائی؟ بیانِ جواز کے لیے ایک بار تو دعاء کروا ہی لیتے مگر صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی یہ کسی امام کا مذہب ہے۔

---

(۱) محمد شفیع بن مولانا محمد یاسین، ۱۳۱۴ھ = ۱۸۹۷ء کو دیو بن ضلع سہارنپور [انڈیا] میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور چچا سے حاصل کی۔ ۱۳۳۵ کو بیس سال کی عمر میں دار العلوم دیو بند میں علوم کی تکمیل کی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے باطنی تعلق تھا، بعد ازاں ۱۳۳۷ھ میں مولانا تھانوی سے بیعت ہوئے یہاں تک کہ اُن کے علمی جانشین اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہوئے۔ دار العلوم کی خدمت میں مشغول رہے۔ دار العلوم کورنگی کراچی کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۶۲ علمی کتابیں تصنیف کیں۔ دس شوال ۱۳۹۶ھ = ۱۹۷۶ء کو علم و عمل کا یہ سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

[البلاغ کا مفتی اعظم نمبر: ۹۵، ۳۴۴؛ شاہ کار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۲: ۱۴۴۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

۔۔جس طرح یہ آیت عام ہے اس طرح آیت کریمہ: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ [سورۃ النساء۴:۵۹] کے الفاظ بھی عام ہیں اور ہم عصر اور بعد کے امتیوں کو شامل ہیں' اس میں بھی تخصیص نہیں ہے' تو پھر ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے حاکموں اور قاضیوں کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست قبراطہر پر جا کر چکایا کریں' اگر ان کا اللہ اور روزِ آخر پر ایمان ہے۔

ایک آیت میں بلا دلیل تعمیم کا قول اور دوسری آیت میں تخصیص کا کیا مطلب؟ کیا آپ ﷺ شرعی فیصلہ کرنے کے لیے ہم عصر اور بعد کے امتیوں کے لیے یکساں رحمت نہیں؟ کوئی مؤمن اس بات کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس کا قائل ہو جائے کہ آپ ﷺ بعد کے امتیوں کے لیے رحمت نہیں۔ پس وجہ فرق کی کیا ہے کہ ایک آیت کو عموم پر رکھا اور دوسری میں تخصیص کر دی' جب کہ تنازع کا فیصلہ اہم ہے بنسبت استغفار کے' کیونکہ یہ موقوف علیہ ہے۔

اس تفسیر کو دیکھ کر کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قبر نبی ﷺ کے پاس جا کر اُن سے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں پوچھو وہ ضرور جواب عنایت کریں گے اس لیے کہ دین کو مفصل بیان کرنا اُن کا فرض منصبی بھی ہے' تو کیا یہ استدلال درست ہے؟ بالفاظ دیگر استشفاع بدعاء الرسول ﷺ تحکیم ذات الرسول ﷺ پر مبنی ہے اور اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہے' اور جب تحکیم ذات الرسول ﷺ موت کے بعد نہیں تو استشفاع بدعاء الرسول ﷺ کیسے؟

— حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یقولون: إذا طلبنا منه الإستغفار بعد موته كنا بمنزلة الذين طلبوا الإستغفار من الصحابة' و يخالفون بذلك إجماع الصحابة و التابعين لهم بإحسان و سائر المسلمين' فإن أحداً منهم لم يطلب من النبي ﷺ بعد موته أن يشفع' و لا سأله شيئاً و لا ذكر ذلك أحد من أئمة المسلمين۔ [مجموع الفتاوی ۱:۱۴۹]

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد اُن سے دعائے مغفرت کرا دیں تو یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ صحابہ نے اُن سے جیتے جی دعاء کرائی تھی' حالانکہ یہ لوگ ایسا کر کے اجماعِ صحابہ کرام و تابعین عظام ؒ کی مخالفت کر رہے ہیں' اس لیے کہ کسی بھی صحابیؓ سے

ثابت نہیں کہ اُس نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد اُن کے قبر کے پاس آ کر اُن سے دعاء کرائی ہو یا کوئی چیز اُن ﷺ سے پوچھی ہو مسلمانوں کے ائمہ کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ تک نہیں ہے۔''

— سید آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: وتساوي حالتي حياته ووفاته ﷺ في هذا الشان يحتاج إلى نَصٍّ' ولعل النص على خلافه' ففي صحيح البخاري عن أنس أن عمر بن الخطاب كان إذا قحطوا...... [روح المعانی ۵-۶:۴۰۴]

''اس [توسل کے] معاملے میں آپ ﷺ کی حیات اور وفات دونوں کا یکساں ہونا محتاجِ نص ہے اور شاید نص اس کے خلاف ہے' جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں خشک سالی شروع ہوئی تو آپ نے سیدنا عباسؓ کے وسیلہ سے دعاء مانگی تھی۔''

—ایک اور دلیل—

عزیزی صاحب لکھتے ہیں: ''اس کے علاوہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد آپ پر باقاعدہ نماز جنازہ جیسے عام مسلمانوں کے لیے پڑھنے کا حکم ہے نہیں پڑھی گئی بلکہ صحابہ کرامؓ کی ایک ایک جماعت اندر جاتی۔ صلاۃ و سلام اور دعائے رحمت کر کے واپس آ جاتی کیوں کہ صحابہ کرامؓ سمجھتے تھے کہ بعد الدفن آپ زندہ ہیں۔ آپ مردہ نہیں ہیں تو زندہ کی نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے اور کون پڑھتا؟'' [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ:۶۱]

اس بارے میں عرض ہے کہ:

لَوْ کَانَ حَیًّا فِی الضَّرِیْحِ حَیَاتَهٗ   قَبْلَ الْمَمَاتِ بِغَیْرِ مَا فُرْقَانٖ
مَا کَانَ تَحْتَ الْاَرْضِ بَلْ مِنْ فَوْ......قِهَا   وَاللّٰهِ هٰذِیْ سُنَّةُ الرَّحْمٰنِ

[الكافية الشافية في الإنتصار للفرقة الناجية' المعروف بالقصيدة النونية:۱۴۰]

''نبی اکرم ﷺ قبر میں اسی طرح زندہ ہوتے جس طرح دنیا میں وفات سے پہلے زندہ تھے تو قبر کی بجائے زمین کے اوپر زندہ رہتے۔ اللہ کی قسم! اللہ رحمٰن کا طریقہ یہی ہے۔''

عزیزی صاحب نے جو خود ساختہ استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کا جنازہ اس طرح کیوں پڑھا؟ اس کے کئی جواب ہیں:

Maktaba Tul Ishaat.com

-۱: امام سہیلی (۱) لکھتے ہیں: هذا خصوصٌ به ﷺ، ولایکون هذاالفعلُ إلاّ عن توقیفٍ...... و وجه الفقه فیه أن اللّٰه تعالیٰ افترض الصلاة علیه ﷺ بقوله: صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا و حکم هذه الصلاة التي تضمنتها الآیة ألاّ تکون بإمامٍ، والصلاةُ علیه عند موته داخلةٌ في لفظ الآیة وهي متناولةٌ لها، وللصلاة علیه علی کل حال. [الروض الانف ۷: ۵۹۴]

''ایسا جنازہ رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے اور ایسا کرنا توقیفاً ہی سے ممکن ہے۔ اس میں سمجھنے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' میں رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کو مسلمانوں پر فرداً فرداً فرض کیا ہے، جس طرح آپ ﷺ کی حیات میں صلاۃ وسلام بغیر امام اور بغیر جماعت کے فرض تھا اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی بغیر کسی جماعت اور امام کے صلاۃ وسلام کا فریضہ فرداً فرداً ادا کیا گیا۔''

-۲: امام شافعی لکھتے ہیں: قد صَلَّى الناس علی رسول اللّٰه ﷺ أفراداً، لایؤمُّهم أحدٌ، وذا لِـ لعظم أمر رسول اللّٰه ﷺ وتنافسهم في أن لایتولی الإمامة في الصلاة علیه واحدٌ.

[کتاب الام ۱: ۳۶۱، باب الصلاۃ علی المیت]

''صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کا جنازہ فرداً فرداً پڑھا اس لیے کہ آپ ﷺ کے حکم کو وہ بہت بڑا سمجھتے تھے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی جنازہ میں وہ کسی کو امام بنانا نہیں چاہتے تھے [بلکہ خود بغیر کسی واسطہ کے نماز پڑھنا چاہتے تھے]۔''

—ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ—

عزیزی صاحب اس عنوان کے تحت مسند احمد، حدیث: ۲۵۵۳۶ اور مستدرک حاکم ۳: ۶۱ کے حوالے سے سیدہ عائشہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: کنتُ أدخُلُ بیتيَ الذي دُفِنَ فیه رسول اللّٰه ﷺ وإني أضع ثوبي وأقول: إنما هو زوجي وأبي، فلما دُفن عمر معهم فواللّٰه مادخَلْتُ

(۱) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد خَثْعَمِي سہیلی اندلسی، حافظ اور لغت وسیر کے ماہر عالم تھے۔ ۵۰۸ھ = ۱۱۱۴ء کو مالقہ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کے تھے کہ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوئے۔ شہرت کا سورج نصف النہار پر تھا کہ مراکش کے امیر نے اپنے پاس بلالیا اور اُن کی تکریم میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اپنی کتابیں وہاں لکھوائیں۔ مراکش ہی میں ۵۸۱ھ = ۱۱۸۵ء کو وفات پائی۔ [نکت الہمیان فی نکت العمیان: ۱۸۷، الاعلام ۳: ۳۱۳]

إلاّ أنا مشدودةٌ عَلَيَّ ثیابي، حَیاءً من عمر. [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۴]

''میں اپنے حجرہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں، کھلی چادر میں داخل میں ہوجایا کرتی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ اس حجرہ میں ایک تو میرے شوہر دوسرے میرے باپ ہیں، پردہ کا اہتمام نہیں کرتی تھی لیکن جب سیدنا عمر ؓ کو اس میں دفن کیا گیا تو اللہ کی قسم! اس کے بعد سے میں کپڑے کو اچھی طرح کس کر باندھ کر پردہ کر کے اندر جاتی ہوں کیوں کہ سیدنا عمر ؓ سے حیا آتی ہے۔''

اس روایت سے اس طرح کا استدلال کرتے ہیں: ''دیکھیے! اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو صرف حیاۃ النبی ﷺ کو نہیں مان رہی بلکہ حیاتِ ابوبکرؓ اور حیاتِ عمرؓ کو بھی مان رہی ہیں جس وجہ سے اُن سے پردہ کرتی تھیں۔'' [عقائد علمائے دیوبند مع حیاۃ النبیؐ: ۶۱]

محترما! اس سے صرف احترام مقصود تھا۔ مرنے کے بعد دیکھنا ثابت نہیں۔ قال الطیبي: فیه أن إحترام المیت کإحترامه حیًّا (مرقاۃ ص۱۷۷ ج۴ (۱)) فقط واللہ تعالیٰ أعلم۔

[احسن الفتاویٰ ۴: ۲۵۱]

امام بیہقی کی اس کتاب میں کیا ہے؟ اسے آپ اس تحقیق میں پڑھیں گے، جس کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اُسے قبولیت سے نوازے اور اسے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ. آمین.

حادم السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَة

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

۲۹-شوال ۱۴۳۳ھ = ۱۵-ستمبر ۲۰۱۲ء

(۱) دیکھیے علامہ طیبی کی الکاشف عن حقائق السنن ۴: ۱۴۳۷، اور ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۴: ۲۵۷، بذیل حدیث: ۱۷۷۱۔

Maktaba Tul Ishaat.com

دلیل تھی نہ کوئی حوالہ تھا اُن کے پاس

عجیب لوگ تھے بس اختلاف رکھتے تھے

حياة الأنبياء بعد وفاتهم

تأليف

الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي

٣٨٤-٤٥٨هـ

ترجمہ، تحقیق، تعلیق

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

دار القرآن والسنة

ہوتی ○ شہباز گڑھی ○ مردان

Maktaba Tul Ishaat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

[رَبِّ! أَعِنْ بِرَحْمَتِكَ]

أخبرنا الشيخ الإمام زين الإسلام أبو نصر عبدالرحيم بن عبدالكريم بن هوازن القشيري رضي الله عنه في كتابه إلينا من نيسابور قال: أنا الشيخ الإمام أبوبكر أحمد ابن الحسين البيهقي -رحمه الله- قراءةً عليه و أنا أسمع في ربيع الآخر من سنة خمس وأربعين وأربعمائة.

وأخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبوبكر محمد بن عبد الله بن حبيب العامري أيده الله قال: أنبأ شيخ القضاة أبو علي إسماعيل بن أحمد بن الحسين البيهقي فيما قرأتُ عليه قال: أنبأ الإمام والدي شيخ السنة -رحمه الله- قال:

الحمد لله رب العٰلمين والعاقبة للمتقين وصلواته على سيدنا محمد وآله أجمعين.

ذِكر مارُوِيَ في حيات الأنبياء صلواتُ الله عليهم بعد وفاتهم.

کتاب کی سند

اس کتاب کی دو اَسناد منقول ہیں:

-۱: امام زین الاسلام ابونصر عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے نیشاپور سے مجھے خط لکھا اور فرمایا کہ: ''ہمیں امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمة الله علیه نے بتایا۔ وہ پڑھ رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔ یہ واقعہ ربیع الثانی ۴۴۵ء کا ہے۔''

-۲: شیخ امام حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن حبیب عامری أَيَّدَهُ الله نے مجھے بتایا کہ: ''ہمیں شیخ القضاۃ ابوعلی اسماعیل بن احمد بن حسین بیہقی رحمة الله علیه نے بتایا: میں نے یہ کتاب ان کے سامنے پڑھی اور امام ہمارے والد شیخ السنۃ نے فرمایا:

الحمد لله رب العٰلمين والعاقبة للمتقين وصلواته على سيدنا محمد وآله أجمعين.

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الوفات سے متعلق وارِد اَحادیث

﴿حدیث: ۱﴾

ابوسعد احمد بن محمد بن خلیل صوفی، از ابواحمد عبداللہ بن عدی حافظ، از قسطنطین بن عبداللہ رومی، از حسین بن عرفہ، از حسن بن قتیبہ مدائنی، از حجاج بن اسود از ثابت بنانی از سیدنا انس رضی اللہ عنہ (۱) مرفوعاً:

اَلأَنبِيَاءُ أَحيَاءٌ فِي قُبُورِهِم يُصَلُّونَ (۲).

''انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔''

(۱) انس بن مالک بن نضر بن ضمضم رضی اللہ عنہ نجاری، خزرجی، انصاری، ابوثمامہ یا ابوحمزہ، بلند رُتبہ صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ مرویات کی تعداد ۲۲۸۶ ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰ ق ھ=۶۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ کی وفات تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ دمشق اور بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ بصرہ میں ۹۳ھ=۷۱۲ء کو وفات پائی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ سب سے آخری صحابی ہیں۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳: ۱۴۲، تلقیح فهوم اهل الاثر: ۳۶۳، الاعلام ۲: ۲۴]

(۲) مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: وفي البيهقي عن أنس رضی اللہ عنہ و صححه ووافقه الحافظ في المجلد السادس: أن الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون، أُشْكِلَ عليهم مراده، فإن الروح نفسها حياة، لا فَنَاء لها، سواء كانت روح الكافر أو المؤمن، فالأرواح كلها أحياءٌ، فما معنى كون الأنبياء أحياءً؟ فاعلم أن تلك الأحاديث لم تَرِدْ في بيان حياة نفس الروح ومدتها، لأنَّ حياتها مفروغةٌ عنها بل في تعطلها عن الأفعال وعدمه وحينئذ معناهُ أن أرواح الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ليست بمعطَّلةٍ عن العبادات الطيبة والأفعال المباركة، بل هم مشغولون في قبورهم أيضاً كما كانوا مشغولين حين حياتهم في صلاةٍ و حج، وكذلك حال تابعيهم على قدر المراتب بخلاف مَن كان معطَّلاً عنها في حياته فإنه يكون معطَّلاً في قبره أيضاً، وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى، وإلى هذا أشار بقوله: يُصلونَ، فذكر لهم عبادة لِيُنبه على معنى حياتهم فهم يُصلون ويحجون في قبورهم، ويفعلون أفعال الأحياء فهم أحياءٌ بهذا المعنى، وهذا عُرفٌ عامٌ يقال للمعطَّل عن الأفعال إنه ميتٌ وإن كان حيًّا فعُلِمَ أن أصلَ الحياة عبارةٌ عن أفعالها، وحقيقة الموت عبارةٌ عن التعطُّل عنها على وِزان قولهم: إنَّ العلمَ حياةٌ والجهلُ موتٌ، ومن ههنا انحلَّ......

Maktaba Tul Ishaat.com

...... حديثٌ آخر رواه أبوداود في رَدِّ روحه ﷺ حين يُسَلَّمُ عليه ﷺ ليس معناه أنه يَرُدُّ روحه ﷺ أي أنه يَحيى في قبره، بل تَوَجُّهُهُ من ذلك الجانب إلى هذاالجانب، فهو ﷺ حَيٌّ في كلتاالحالتين بمعنى أنه لم يطرأ عليه التعطل قط، لكنه كان مستهلِكاً إلى حضرة الربوبية فإذا سُلِّمَ عليه رُدَّ عليه روحه بمعنى شَغَلَهُ بذلك الجانبِ الذي كان مُعَطَّلاً عنه قَبْلَهُ.

[فیض الباری ۲:۸۹، بذیل حدیث: ۴۷۰]

''امام بیہقی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجر جلد سادس میں اُن کی موافقت کی ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں، اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ان کو اس حدیث کی مراد سمجھنے میں کچھ اِشکال ہوگیا ہے کہ روح نفسِ حیات ہے۔ روح فنا نہیں ہوتی، خواہ کافر کی روح ہو یا مؤمن کی۔ ارواح کل زندہ ہیں تو پھر اس کا کیا معنیٰ کہ انبیاء زندہ ہیں؟ سو سمجھ لو کہ یہ احادیث نفس روح کی حیات میں وارِد نہیں۔ روح نے دنیا میں اپنی حیات کو پورا کردیا۔ برزخ میں وہ اپنی دنیا کی حیات سے فارغ ہے بلکہ یہ احادیث برزخ میں روح کے تعطّل اور عدم تعطّلِ اَفعال کی بحث میں ہدایت کرتی ہیں، معنیٰ یہ ہے کہ اَرواحِ انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں عباداتِ طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطّل نہیں بلکہ وہ اپنی قبروں میں بھی پاکیزہ افعال میں ایسے مشغول ہیں جیسا کہ دنیا کی زندگی میں حج اور نماز وغیرہ عبادات میں مشغول تھے اور یہی حال علیٰ قدرِ مراتب اُن کی اِتباع کرنے والوں کا ہے اور جو لوگ اعمالِ طیبہ سے دنیا میں معطّل تھے وہ قبر میں بھی ان سے معطّل ہیں۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۷۲]

''اور جو اِس [دنیا] میں اندھا بنا رہے گا وہ آخرت میں [بھی] وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ تر ہوگا۔''

اور اسی معنیٰ مراد کی طرف فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ میں اشارہ ہے۔ انبیاء کرام کے اس عمل کا ذکر کرکے اس حدیث میں اُن کی حیات پر متنبہ کردیا ہے کہ اُن کی حیات کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں اور زندوں جیسے افعال کرتے ہیں، پس وہ اس حیثیت سے زندہ ہیں۔ اور یہ عام عرف ہے کہ اَفعال سے معطّل کو میت کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ زندہ ہو۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل حیاتِ، اَفعالِ حیات سے عبارت ہے اور اَفعال سے تعطّل موت ہے جیسا کہ یہ عرف ہے کہ علم زندگی ہے اور جہل موت ہے۔ اس تفصیل سے سنن ابی داود کی اس حدیث کی مراد بھی ظاہر ہوگئی جس میں رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنے کے وقت ردِ روح کا ذکر ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ردِ روح میں رسول اللہ ﷺ زندہ کیے جاتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرتِ الٰہیہ کی جانب سے سلام کے جواب کی جانب متوجہ ہوجاتی ہے۔ زندگی دونوں جانب میں قائم تھی۔ نہ حضرتِ الٰہیہ کی جانب میں موت تھی، تعطّل تھا اور نہ سلام کے جواب کی جانب میں موت اور تعطّل ہے بلکہ سلام پڑھنے سے قبل حضرتِ ربوبیت کی جانب پوری توجہ تھی اور سلام پڑھنے کے بعد اس طرف تعطّل اٹھ گیا جو پہلے تھا اور شغل پیدا ہوا۔''

هذا يُعَدُّ في أفراد الحسن بن قتيبة المدائني.

''یہ روایت حسن بن قتیبہ مدائنی کے اَفراد میں سے شمار کی جاتی ہے۔''

تحقیق وتخریج

اس روایت کو محدث بزار، امام ابو یعلیٰ (۱) اور حافظ ابن عدی (۲) نے نقل کیا ہے۔ محدث بزار اور حافظ ابن عدی کی سند اس طرح ہے: حسن بن قتیبہ مدائنی، از مستلم بن سعید ثقفی، از حجاج بن اسود از ثابت بنانی از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[مسند البزار ۱۳:۶۲، حدیث: ۶۳۹۱، الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۷۳]

یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کا ایک راوی حسن بن قتیبہ مدائنی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی کی رائے قدرے اچھی ہے جو انہیں لا بأسَ به لکھتے ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۷۴]

لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں: قلتُ: بل هو هَالِكٌ. [میزان الاعتدال ۱:۵۱۹، ترجمہ: ۱۹۳۳]

''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: [نہیں] بلکہ وہ تو ہالک ہے۔''

(۱) احمد بن علی بن المُثَنّٰى التَّمِيمِي الموصلي، ابو یَعلیٰ، علماءِ حدیث میں سے تھے۔ حافظ تھے۔ حافظ ذہبی نے انہیں محدث موصل کہا ہے۔ ثقہ اور مشہور تھے۔ ۹۷ سال کی طویل عمر پائی۔ اُن کے پاس ہر وقت مستفیدین کا تانتا بندھا رہتا۔ ۳۰۷ھ = ۹۱۹ء کو موصل میں وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۴:۱۷۴، ترجمہ: ۱۰۰، دول الاسلام ۱:۲۷۷، الاعلام ۱:۱۷۱]

(۲) عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد ابن مبارک بن قطان جرجانی۔ ۲۷۷ھ = ۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ علم کے حصول کے لیے دمشق، صیدا، القدس، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور عراقین کا سفر کیا۔ ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں امام بغوی اور امام ابن صاعد جیسے اساطین علم بھی ہیں۔ اپنے گاؤں میں ابن القطان اور بیرونی دنیا میں ابن عدی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ عربیت میں ذرا کمزور تھے۔ لحن کا شکار ہوا کرتے تھے لیکن حدیث کے معاملے میں نہایت ثقہ مانے گئے ہیں۔ ۳۶۵ھ = ۹۷۶ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۶:۱۵۴، الاعلام ۴:۱۰۳]

Maktaba Tul Ishaat.com

آگے لکھتے ہیں: امام دارقطنی (۱) کہتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ امام ابوحاتم (۲) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ امام ازدی (۳) کہتے ہیں: حدیث کے معاملے میں واہی [کمزور] ہے جب کہ حافظ عقیلی (۴) کہتے ہیں: کثیر الوہم تھا اور یہی روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۱: ۵۱۸-۵۱۹، ترجمہ: ۱۹۳۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ ذہبی کی یہ پوری عبارت نقل کی ہے اور ان کی مخالفت میں ایک بھی لفظ نہیں لکھا۔ [لسان المیزان ۲: ۲۴۶، ترجمہ: ۱۰۳۳]

-حافظ ذہبی یہ بھی لکھتے ہیں: حجاج بن الأسود. عن ثابت البُناني. نكرة. مارَوَى عنه فيما أعلمُ سوى مستلم بن سعيد ؛ فأتى بخبرٍ منكرٍ عنه عن أنس ﷺ في أنَّ الأنبياء أحياء في قبورهم يُصلون. رواه البيهقي. [میزان الاعتدال ۱: ۴۶۰، ترجمہ: ۱۷۴۷]

''حجاج بن اسود — جو ثابت بُنانی سے روایت کرتا ہے — منکر الحدیث ہے۔ جتنا مجھے معلوم ہے مستلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے اُن سے روایت نہیں لی۔ حجاج بن اسود ہی نے سیدنا انس بن مالک ﷺ سے الأنبياء أحياء في قبورهم يُصلون والی منکر روایت نقل کی ہے، جسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) علی بن عمر بن احمد بن مہدی، ابوالحسن، دارقطنی، شافعی، اپنے دور کے إمام في الحديث والعِلَل تھے، آپ نے قراءت پر کتاب لکھی اور اس کے ابواب مقرر کیے۔ دارقطن [جو بغداد کا ایک قصبہ ہے] میں ۳۰۶ھ = ۹۱۹ء کو پیدا ہوئے، اور بغداد میں ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۲۹۷، تاریخ بغداد ۱۲: ۳۴، سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۴۴۹]

(۲) عبدالرحمٰن بن محمد ابوحاتم بن ادریس بن منذر، تمیمی، حنظلی، رازی، ابومحمد ''ری'' میں ۲۴۰ھ = ۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رجالِ حدیث کے ماہر عالم تھے۔ ۳۲۷ھ = ۹۳۸ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ۳: ۸۲۹، الاعلام ۳: ۳۲۴]

(۳) عبدالغنی بن سعید بن بشر بن مروان، ازدی، ابومحمد، اپنے زمانے میں مصر کے شیخ اور حافظ الحدیث تھے۔ ۳۳۲ھ = ۹۴۴ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ انساب کے بہت بڑے عالم تھے۔ ہر فن کے دُھنی تھے۔ ۴۰۹ھ = ۱۰۱۸ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [سیر أعلام النبلاء ۱۷: ۲۶۸، ترجمہ: ۱۶۴، الاعلام ۴: ۳۳]

(۴) محمد بن عمرو عقیلی مکی ابوجعفر، حافظ حدیث تھے۔ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ حرمین شریفین میں اقامت تھی۔ ۳۲۲ھ = ۹۳۴ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳: ۸۳۳، الاعلام ۶: ۳۱۹]

کیا ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہاں بھی حافظ ذہبی کی پوری عبارت نقل کی ہے۔

حافظ ابن قیم اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ ذِكْرِ حَيَاتِهِمْ بِقُبُوْرِهِمْ لَمَا يَصِحُّ وَ ظَاهِرُ النُّكْرَانِ

فَانْظُرْ إِلَى الإِسْنَادِ تَعْرِفُ حَالَهُ إِنْ كُنْتَ ذَا عِلْمٍ بِهٰذَا الشان

[القصيدة النونية: ۱۴۵]

''قبروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی [دنیاوی] زندگی والی حدیث ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ظاہر باہر منکر ہے۔ تم اس کی سند میں غور و فکر کرو، اس کی حیثیت جان لو گے، اگر تو اس فن [اسماءِ رجال] کے شہسواروں میں سے ہو۔''

﴿حدیث: ۲﴾

اور یحییٰ بن ابی بکیر سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے مستلم بن سعید سے انہوں نے حجاج سے انہوں نے ثابت سے اور انہوں نے سیدنا انس بن مالک ﷺ سے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمیں اہل علم میں سے ایک ثقہ فرد نے بتایا کہ انہوں نے ابوعمرو بن حمدان سے، انہوں نے ابویعلیٰ موصلی سے، انہوں نے ابوالجہم ازرق بن علی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی بکیر سے، انہوں نے مستلم بن سعید سے، انہوں نے مستلم بن سعید سے، انہوں نے حجاج سے، انہوں نے ثابت سے اور اُنہوں نے سیدنا انس ﷺ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ:

اَلأنبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

''انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔''

تحقیق و تخریج

یہ روایت امام ابویعلیٰ نے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: ابوالجہم الازرق بن علی، از یحییٰ بن ابی بکیر، از مستلم بن سعید، از حجاج، از ثابت بنانی از سیدنا انس ﷺ مرفوعاً.

[مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۴۷، حدیث: ۳۴۲۵]

Maktaba Tul Ishaat.com

یہ حدیث منکر ہے اس لیے کہ:

– امام ابویعلیٰ کے استاذ ابوالجہم الازرق بن علی الحنفی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق تھا اور غریب روایات بھی بیان کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب:٦/١٣٦، ترجمہ:٣٠١]

– اس کا راوی یحییٰ بن ابی بکیر کا اُستاذ مستلم بن سعید صدوق وعابد تھا اور بار ہا وہم کا شکار رہا(١)۔ [تقریب التہذیب:٥٥٦، ترجمہ:٦٥٩٠]

﴿حدیث:٣﴾

ابوعثمان الامام، از زاہر بن احمد، از ابوجعفر محمد بن معاذ المالینی، از حسین بن حسن، از مؤمل، از عبیداللہ بن ابی حمید ہذلی، از ابوالملیح، از سیدنا انس بن مالک ﷺ موقوفاً:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

''انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔''

تحقیق وتخریج

یہ موقوف روایت مصنف کے علاوہ کسی اور محدث کے ہاں نہیں ملتی۔ یہ بھی غیر معتبر ہے اس لیے کہ

– اس کا راوی مؤمل [بوزنِ محمد] بن اسماعیل قرشی صدوق ہونے کے ساتھ ساتھ سَيِّئُ الْحِفْظِ [خراب حافظے والا] تھا۔ [تقریب التہذیب:٥٨٤، ترجمہ:٧٠٢٩]

– اس روایت میں مؤمل بن اسماعیل قرشی کا استاذ عبیداللہ بن ابی حمید ہذلی ہے جو متروک الحدیث ہے۔ [تقریب التہذیب:٤٠٢، ترجمہ:٤٢٨٥]

﴿حدیث:٤﴾

ابوعبداللہ الحافظ، از ابوحامد احمد بن علی حسنوی اِملاءً، از ابوعبداللہ محمد بن عباس الحمصی، از ابوالربیع

(١) شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے تقریب:٢٨٨ کا حوالہ دے کر لکھا ہے:
''حافظ ابن حجر ان کو صدوق کہتے ہیں۔'' [تسکین الصدور:٣١٢]
چونکہ رُبَمَا وَهِمَ ''بار ہا وہم کا شکار ہوئے'' کے الفاظ محترم کے لیے مضر تھے اس لیے ان الفاظ کو لکھنے سے گریز کیا۔ عافاہُ اللہ وإیّانا.

زہرانی، از اسماعیل بن طلحہ بن یزید، از محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از ثابت، از سیدنا انس بن مالک ﷺ مرفوعاً: إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَايُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ.

''انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی قبروں میں چالیس راتوں کے بعد نہیں چھوڑا جاتا مگر یہ کہ وہ [اس کے بعد صور میں] پھونکے جانے تک اللہ عزوجل کے سامنے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔''

وهذا إن صحّ بهذا اللفظ فالمراد به -والله أعلم- : لايتركون لايصلون إلّا هذا المقدار، ثم يكونون مصلين فيما بين يدي الله عزوجل، كما روينا في الحديث الأول. وقد يحتمل أن يكون المراد به رفع أجسادهم مع أرواحهم.

''یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے -جب کہ پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے- کہ اس قدر نماز پڑھ کر کے وہ پھر عزوجل کے سامنے نماز میں مصروف ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث میں نقل کیا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان کے اجسام مع ارواح کے اٹھ جانا مراد ہو۔''

تحقیق وتخریج

مسند الفردوس دیلمی، حدیث:٨٥٢، إنباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ضمن الحاوی ٢:١٤٨، جمع الجوامع، حدیث: ٥٣٩٧، اللآلی المصنوعۃ ١:٢٦٠

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– اس کا راوی ابوحامد احمد بن علی حسنوی قابلِ اعتماد راوی نہیں، جو امام حاکم(١) کے استاذ ہیں۔

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اُس نے ایسے راویوں سے بھی احادیث نقل کی ہیں جن سے اُس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی، جیسے امام مسلم اور دوسرے قدماء۔
[میزان الاعتدال ١:١٢١، ترجمہ:٤٧٦، لسان المیزان ١:٢٢٣، ترجمہ:٦٩٦]

(١) محمد بن عبداللہ بن حمدویہ بن نعیم، ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، نیشاپور میں ٣٢١ھ=٩٣٣ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ ٣٤١ھ کو عراق گئے اور اسی سال فریضہ حج ادا کیا۔ ٣٥٩ھ کو نیشاپور کے قاضی مقرر ہوئے اور اسی وجہ سے حاکم لقب پڑ گیا، ان کی اکثر تصانیف حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ہیں۔ نیشاپور ہی میں ٤٠٥ھ=١٠١٤ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ٥:٤٧٣، الاعلام ٦:٢٢٧]

Maktaba Tul Ishaat.com

امام حاکم کے حوالے سے اس کے بارے میں لکھا ہے: لو اقتصر علی سماعاته الصحيحة كان أولى به، حَدَّثَ عن جماعةٍ أشهدُ بالله أنه لم يَسْمَعْ منهم.

[میزان الاعتدال ۱:۱۲۱، ترجمہ: ۴۷۶]

''اس کے لیے اپنی صحیح روایات پر اکتفا کرنا زیادہ مناسب تھا، میں اللہ تعالیٰ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ اُس نے ایسے راویوں سے بھی روایتیں نقل کی ہیں، جن سے اُس نے حدیث نہیں سنی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام حاکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی روایت نا قابل استدلال اور نا قابل احتجاج ہوتی ہے اور حافظ ابوزرعہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے۔

[لسان المیزان ۱:۲۲۳-۲۲۴، ترجمہ: ۲۹۶]

– اس کا ایک راوی محمد بن عباس حمصی ہے، جس کا کتب اسماء الرجال میں کوئی نام ونشان نہیں۔

– اس کا ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے جو صدوق ہونے کے ساتھ شدید سوءِ حفظ کا شکار تھے۔ [تقریب التہذیب: ۵۲۳، ترجمہ: ۶۰۸۱]

افظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سَيِّئُ الْحِفْظِ تھے۔

[فتح الباری ۶:۶۸۷]

حدیث: ۵

سفیان ثوری (۱) نے الجامع میں روایت کیا کہ ہمیں اپنے شیخ نے سعید بن میّب (۲) سے روایت

(۱) سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، ابوعبداللہ، کوفہ میں ۹۷ھ = ۷۱۶ء کو پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ = ۷۷۸ء کو وفات پائی۔ مضر کے مشہور قبیلہ عبد مناۃ کی شاخ بنی ثور سے تعلق تھا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ علوم دینیہ اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ منصور نے انہیں قضاء کا عہدہ پیش کیا تھا مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ [وفیات الاعیان ۲:۳۸۶، تاریخ بغداد ۹:۱۵۱، تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۰۳، الاعلام ۳:۱۰۴]

(۲) سعید بن مُسَیَّب بن حَزن بن ابی وہب، ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات بڑے فقہاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ محدث، فقیہ اور عابد و زاہد تھے۔ زیتون کی تجارت کر کے اس کی آمدنی سے اپنا پیٹ پالتے تھے اور کسی سے کسی قسم کا کوئی وظیفہ نہیں لیتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ۹۴ھ = ۷۱۳ء کو وفات پائی۔ [طبقات ابن سعد ۵:۱۱۹، الاعلام ۳:۱۰۲]

کرتے ہوئے بتایا: مَا مَكَثَ نَبِيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةٍ حَتّٰى يُرْفَعَ.

''کوئی نبی، اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا اس کے بعد اسے اٹھالیا جاتا ہے۔''

فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء يكونون حيث ينزلهم الله عز وجل. كما رَوَينا في حديث المعراج وغيره: أن النبي ﷺ رأى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره، ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام في بيت المقدس، ثم رآهم في السموات، والله تعالى فعالٌ لما يريد. ولحياة الأنبياء بعد موتهم –**صلوات الله عليهم**– شواهد من الأحاديث الصحيحة منها:

''اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام زندوں کی طرح ہوتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ انہیں ٹھہراتے ہیں، وہیں ٹھہرتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر آپ ﷺ نے ان کو بیت المقدس میں تمام انبیاء کے ہمراہ دیکھا پھر انہیں آسمانوں میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد وفات پر احادیث صحیحہ سے بکثرت دلائل موجود ہیں۔''

تحقیق وتخریج

إنباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ضمن الحاوی ۲:۱۴۸، اللآلی المصنوعۃ ۱:۲۶۰

یہ روایت کسی عقیدے یا عمل کے اِثبات کے لیے بالکل ناکافی ہے اس لیے کہ:

– اس میں سفیان ثوری کے استاذ کا نام مذکور نہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ اس لیے کہ اُن کی ذات ہی مجہول ہے۔

– سعید بن میّب تابعی ہیں، وہ بھی آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت اُنہوں نے کسی تابعی سے سنی، یا صحابی سے، اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے۔

حدیث: ٦

ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے بغداد میں اسماعیل بن محمد صفار سے حدیث سنائی، جسے اُنہوں نے محمد بن عبدالملک دقیقی سے، انہوں نے یزید بن ہارون سے، انہوں نے

Maktaba Tul Ishaat.com

سلیمان تیمی سے انہوں نے سیدنا انس بن مالک ﷛ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت سنی کہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ مَرَّ عَلَى مُوسٰى ﷤ وَهُوَ يُصَلِّي فِيْ قَبْرِهِ.

"نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات کو سیدنا موسیٰ ﷤ کی قبر کے پاس سے گذرے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

تحقیق و تخریج

مسند ابی یعلیٰ ٧: ١١٧' حدیث: ٤٠٦٧' ٧: ١٢٦' حدیث: ٤٠٨٤۔

اس کی سند صحیح ہے۔

﴿حدیث: ٧﴾

ابوالحسین بن بشران' از اسماعیل' از احمد بن منصور بن سیّار الرمادی' از یزید بن ابی حکیم' از سفیان ثوری' از سلیمان تیمی' از سیدنا انس بن مالک ﷛ مرفوعاً:

مَرَرْتُ عَلَى مُوسٰى [﷤] وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِيْ قَبْرِهِ.

"میں موسیٰ [﷤] کے پاس سے گذرا۔ تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

تحقیق و تخریج

صحیح مسلم' کتاب الفضائل [٤٣] باب من فضائل موسیٰ ﷤ [٤٢] حدیث: ١٦٥-[٢٣٧٥]' صحیح ابن حبان ١: ٢٤٢' حدیث: ٤٩' مسند احمد ٣: ١٢٠' الخصائص الکبریٰ ١: ٢٥٨۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

﴿حدیث: ٨﴾

ابو عبداللہ الحافظ' از ابوالعباس محمد بن یعقوب' از محمد بن عبداللہ المنادی' از یونس بن محمد المؤدب' از حماد بن سلمہ' از سلیمان التیمی اور ثابت بنانی' از سیدنا انس بن مالک ﷛ مرفوعاً:

أَتَيْتُ عَلَى مُوسٰى [﷤] لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِيْ قَبْرِهِ.

"میں معراج کی رات موسیٰ [﷤] کے پاس سرخ ٹیلے کے پاس آیا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز

پڑھ رہے تھے۔"

اسے ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری (١) نے حماد بن سلمہ کی سند سے دونوں سے روایت کیا نیز ثوری' عیسیٰ بن یونس اور جریر بن عبدالحمید کی سند سے تیمی سے روایت کیا۔

تحقیق و تخریج

صحیح مسلم' کتاب الفضائل [٤٣] باب من فضائل موسیٰ ﷤ [٤٢] حدیث: ١٦٤-[٢٣٧٥]' مسند ابی یعلیٰ ٦: ٧١' حدیث: ٣٣٢٥' صحیح ابن حبان ١: ٢٤٢' حدیث: ٥٠' مسند احمد ٣: ١٤٨' ٢٤٨' حلیۃ الاولیاء ٦: ٢٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ٢٠: ٣٩' حدیث: ٣٧٧٣٠' دلائل النبوۃ بیہقی ٢: ٣٨٧

یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حبان (٢) نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے:

اللّٰه جل وعلا قادرٌ على مايشاءُ' ربمايَعِدُ الشئ لوقت معلوم' ثم يقضي كونَ بعضِ ذلك الشئ قبلَ مجيءِ ذلك الوقت' كوعدِه إحياءَ الموتى يومَ القيامة وجعله محدوداً ثم قضى كونَ مثله في بعضِ الأحوال' مثل مَن ذكرهُ اللّٰه وجعله اللّٰه جَلَّ وعلا في كتابه حيث يقول: أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ أَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ [البقرة: ٢٥٩] وكإحياء اللّٰه جل وعلا لعيسى بن مريم صلوات اللّٰه عليه بعضَ الأموات.

---

(١) مسلم بن حجاج بن مسلم' قشیری' نیشاپوری' ابوالحسین' ٢٠٤ھ = ٨٢٠ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ کبار ائمہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ حجاز' شام اور عراق کے سفر کیے۔ نیشاپور ہی میں ٢٦١ھ = ٨٧٥ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ٥: ١٩٤' تذکرۃ الحفاظ ٢: ٥٨٨' الاعلام ٧: ٢٢١]

(٢) ابوحاتم ابن حِبّان [بکسر الحاء، وتشدید الباء] محمد بن حِبّان بن احمد بن حِبّان بن معاذ بن معبد' تیمی' ابوحاتم' بستی' سجستانی۔ تاریخ' جغرافیہ' رجال اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں خراسان' شام' مصر' عراق اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ٣٥٤ھ = ٩٦٥ء کو وفات پائی۔

[معجم البلدان ٢: ١٧١' تذکرۃ الحفاظ ٣: ٩٢٠-٩٢٤]

Maktaba Tul Ishaat.com

فلمَّا صَحَّ وجودُ كون هذه الحالة في البشر، إذا أراده الله جَلَّ وعلا قبل يوم القيامةِ لَمْ يُنكر أنَّ الله جَلَّ وعلا أحيا موسَى عليه السلام في قبره حتى مَرَّ عليه المصطفى ﷺ ليلةَ أُسرِيَ به، وذلك أنَّ قبر موسىَ عليه السلام بمدين - بين المدينة و بين بيت المقدس - فرآه ﷺ يَدْعُوْا في قبره - إذِ الصَّلاةُ دعاءٌ - فلما دخل ﷺ بيتَ المقدسِ و أسري به، أسري بموسَى عليه السلام حتى رآه في السماء السادسة، وجرَى بينه و بينه من الكلام ما تَقَدَّمَ ذِكره لنا، و كذلك رؤيته سائرَ الأنبياء الذين في خبر مالك بن صعصعة. [صحیح ابن حبان ۱:۲۴۳]

''اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اکثر کسی معلوم وقت کے لیے کسی کام کا وعدہ کرتا ہے پھر اُن میں سے کچھ کا ظہور قبل از وقت کر دیتا ہے جیسا کہ بعث بعد الموت کے لیے قیامت کا دن معین ہے لیکن بسا اوقات بعض مردوں کو قیامت سے پہلے بھی زندہ کر دیتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں مذکور ہے: اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۹]

''یا جیسے کہ وہ جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ بھلا اللہ اس کو اس کے فنا ہو چکنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اس کو سو سال کی موت دے دی پھر اس کو اُٹھایا۔ پوچھا: کتنی مدت [اس حال میں] رہے؟ بولا: [اس حال میں] ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ رہا۔ فرمایا: بلکہ تم پورے سو سال [اس حال میں] رہے۔''

یا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کچھ مردوں کو زندہ کیا [حالانکہ بعث بعد الموت کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کے دن کے لیے ہے، سو یہ ایک معجزہ ہے]۔

تو جس دیگر انسانوں میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں [معجزۃً] قیامت سے پہلے زندہ کیا اس لیے یہ بھی کوئی اَن ہونی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں - جو مدین میں مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے مابین تھا - زندہ کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں اپنی قبر میں دعاء کرتے ہوئے دیکھا - [عربی میں] دعاء کو بھی صلاۃ کہتے ہیں - اور

جب آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہاں اُن سے چھٹے آسمان میں پھر ملاقات ہوئی اور اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بھی اُن کی ملاقات ہوئی۔''

﴿حدیث: ۹﴾

احمد بن ابی علی الحرشی، از حاجب بن احمد، از محمد بن یحییٰ، از احمد بن خالد الوہبی، از عبد العزیز بن ابی سلمۃ، از عبد اللہ بن الفضل الہاشمی، از ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن، از سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۱) مرفوعاً: لقد رأيتُني في الحِجرِ و أنا أخبر قريشاً عن مَسراي، فسألوني عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها، فكربتُ كربة ما كربت مثله قطُّ، فرفعه الله لي أنظر إليه، مايسألوني عن شيء إلا أنبأتهم به، و قد رأيتُني في جماعةٍ من الأنبياء، فإذا موسى قائم يصلي، فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة، وإذا عيسى ابن مريم قائم يصلي أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفي وإذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم، يعني نفسه، فحانت الصلاة، فأممتهم، فلما فرغتُ من الصلاة قال لي قائلٌ: يا محمد! هذا مالك صاحبُ النار فسلم عليه، فالتفتُّ إليه فبدأني بالسلام.

''میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا [اس وقت] میں قریش کو سفرِ معراج کی تفصیل بتا رہا تھا۔ [قریش] نے بیت المقدس کی بعض ایسی چیزوں کا پوچھا جو میرے ذہن میں نہیں رہی تھیں۔ مجھے اس قدر پریشانی ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی پریشانی نہیں ہوئی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ لوگ جو بات پوچھتے رہے میں بتاتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا [اور اچانک یہ بھی دیکھا] کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام [بھی موجود ہیں] اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت اور گھنگھریالے بالوں

(۱) سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کے نام کے سلسلے میں محدثین و مؤرخین کے مابین اختلاف ہے اس بارے میں ان کے اٹھارہ اقوال ملتے ہیں۔ ایک جم غفیر کے نزدیک ان کا نام عبد الرحمٰن بن صخر تھا۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے، اُن کے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ۸۰۰ کے لگ بھگ ان کے شاگرد تھے۔ ۵۹ھ = ۶۷۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [تلقیح فهوم اهل الأثر: ۳۶۳، الاعلام ۳: ۳۰۸]

Maktaba Tul Ishaat.com

والے ہیں' گویا قبیلہ شنوءۃ سے ہوں اور اچانک یہ بھی دیکھا کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہیں' یہ عروۃ بن مسعود ثقفی (۱) سے مشابہ ہیں اور اچانک [یہ بھی دیکھا] کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جو کہ تمہارے صاحب یعنی خود رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں۔ آخر نماز کھڑی ہوئی اور میں نے ان کی امامت کی' جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا: کہ اے محمد [ﷺ]! یہ صاحب نار دوزخ کا فرشتہ ہے' اسے سلام کیجئے' میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سلام کرنے میں پہل کی۔

اسے صحیح مسلم میں عبدالعزیز کی حدیث سے روایت کی۔

وفي حديث أبي ذر ومالك بن صعصعة في قصة المعراج: أنه لقيهم في جماعةٍ من الأنبياء في السمٰوات وكلهم كلموه.

''اور سعید بن مسیب وغیرہ کی یہ روایت میں ہے کہ آپ انہیں [انبیاء علیہم السلام کو] بیت المقدس کی مسجد میں ملے۔ سیدنا ابوذر (۲) اور سیدنا مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہما (۳) کی حدیث میں واقعہ معراج کے سلسلہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ان سے انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں آسمانوں میں ملے آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ سے کلام کیا۔''

---

(۱) عروۃ بن مسعود بن معتب ثقفی رضی اللہ عنہ۔ مشہور صحابی ہیں۔ طائف سے تعلق تھا۔ اپنی قوم کے بڑے سردار تھے۔ ایمان لانے کے بعد رسول اکرم ﷺ سے اجازت مانگی کہ اپنی قوم میں جا کر انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں کہہ کر روکا کہ وہ تمہیں قتل کریں گے جس کے جواب میں انہوں نے کہا: میں اگر سویا ہوا ہوں تو بھی میری قوم مجھے جگانے کی کوشش نہ کرے گی۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہاں جا کر انہوں نے توحید کی تبلیغ کی۔ قوم نے ان کی مخالفت کی۔ ان میں سے ایک نے انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ یہ ۹ھ=۶۳۰ء کا واقعہ ہے۔ [اسد الغابۃ: ۸۴۷ ترجمہ: ۳۶۵۹' الاعلام: ۲۲۷]

(۲) جندب بن جنادۃ بن سفیان بن عبید ابوذر رضی اللہ عنہ۔ بنو غفار [کنانہ بن خزیمہ] سے تعلق تھا۔ قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ صدق وسچائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں السلام علیکم کہنے والے آپ ہیں۔ ۳۲ھ=۶۵۲ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۱۷ الاعلام ۲:۱۴۰]

(۳) مالک بن صعصعہ انصاری خزرجی مازنی نجاری رضی اللہ عنہ۔ [اسد الغابۃ: ۱۰۴۸ ترجمہ: ۴۶۰۵]

وكل ذلك صحيحٌ' لا يخالفُ بعضه' فقد يرى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره' ثم يسري بموسى عليه السلام وغيره إلى بيت المقدس كما أسري بنبينا ﷺ فيراهم فيه' ثم يعرج بهم إلى السمٰوات كما عرج بنبينا ﷺ فيراهم كما أخبر.

وحُلولُهم في أوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق' وفي كل ذلك دلالةٌ على حياتهم.

''یہ تمام روایات صحیح ہیں' ان میں کوئی حدیث ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ آپ ﷺ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی یقیناً ان کی قبر میں دیکھتے ہیں پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف رات میں سفر کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے رات میں سفر کیا چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا پھر آپ ان کے ہمراہ آسمانوں پر چڑھے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ اوپر تشریف لے گئے چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا جیسا کہ آپ ﷺ نے بتایا اور مختلف اوقات میں ان کا نماز پڑھنا بھی عقل کے لحاظ سے جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ یہ تمام احادیث سے اُن کی حیات کی دلیل ہیں (۱)۔''

تحقیق وتخریج

- عبدالعزیز کی روایت: صحیح مسلم' کتاب الایمان [۱] باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال [۷۵] حدیث: ۲۷۸-[۱۷۲]
- سعید بن مسیب کی روایت: صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب قول اللہ تعالیٰ: وھل اتاک حدیث موسیٰ [۲۴] حدیث: ۳۳۹۴۔
- سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت: صحیح مسلم' کتاب الایمان [۱] باب الاسراء [۷۴] حدیث: ۲۶۳-[۱۶۳]
- سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت: صحیح بخاری' کتاب بدء الخلق [۵۹] باب ذکر الملئکۃ [۶] حدیث: ۳۲۰۷' کتاب مناقب الانصار [۶۳] باب مناقب المعراج [۴۲] حدیث: ۳۸۸۷' صحیح مسلم' کتاب الایمان

---

(۱) بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات اور محکمات کا انکار ہے لیکن حیات کے ساتھ اس کی دائمی ... عنصریہ کی قید بڑھانا درست نہیں کیوں کہ یہ قید نہ تو قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ احادیث میں

Maktaba Tul Ishaat.com

[١] باب الاسراء [٧٤] حدیث ٢٦٢-[١٦٤]

اس سلسلے میں حافظ ابن قیم کا قول نہایت مفید ہے اور اس سے سارے اِشکالات دور ہو جاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: وأما إخبار النبي ﷺ عن رؤية الأنبياء ليلة الأسري به فقد زعم بعض أهل الحديث أن الذي رآه أشباحهم و أرواحهم قال: فإنهم أحياء عند ربهم، وقد رأى إبراهيم عليه السلام مسنداً ظهره إلى البيت المعمور ورأى موسى عليه السلام قائماً في قبره يصلي و قد نعت الأنبياء لما رآهم بنعت الأشباح، فرأى موسى عليه السلام آدماً ضرباً طوالاً كأنه من رجال شنوءة، و رأى عيسى عليه السلام يقطر رأسه كأنما أخرج من ديماس، ورأى إبراهيم عليه السلام فشبهه بنفسه، و نازعهم في ذلك آخرون وقالوا: هذه الرؤية إنماهي لأرواحهم دون أجسادهم، و الأجساد في الأرض قطعاً، إنما تبعث يوم بعثِ الأجساد، ولم تبعث قبل ذلك، إذ لو بعثت قبل ذلك لكانت قد انشقت عنها الأرض قبل يوم القيامة، و كانت تذوق الموت عنه نفخة الصور، وهذه موتة ثالثة، وهذا باطل قطعاً، ولو كانت قد بعثت الأجساد من القبور لم يعدهم الله إليها، بل كانت في الجنة، و قد صح عن النبي ﷺ أن الله حرم الجنة على الأنبياء حتى يدخلها هو، و هو أول من يستفتح باب الجنة، وهو أول من تنشق عنه الأرض على الاطلاق، لم تنشق عن أحد قبله.

[كتاب الروح ١: ٢٦٤-٢٦٥]

"رحمتِ عالم ﷺ نے جو یہ خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج میں انبیاء علیہم السلام دیکھے، سو اس بارے میں حدیث کا علم رکھنے والے بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اُن کے اَجسام مع ارواح دیکھے کیونکہ انباء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے دیکھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُن کے حلیے بیان فرمائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ گندم گوں اور طویل القامت تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے جیسے ابھی نہا کر غسل خانے سے نکلے ہوں اور فرمایا: جس نے

خلیل اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے دیکھ لے لیکن حدیث کا علم رکھنے والے دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی صرف روحیں دیکھیں ہیں کیوں کہ اُن کی جسمیں تو قبروں میں ہیں جو قیامت سے پہلے نہیں اُٹھائے جائیں گے، ورنہ اُن کا قیامت سے پہلے زمین سے اُٹھنا لازم آئے گا اور پھر نفخ صور کے وقت مرنا لازم نہیں آئے گا جس سے تین موتیں لازم آئیں گی جو قطعی غلط ہیں۔ اگر اُن کے اَجسام قبروں سے اُٹھا لیے گئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُن سے جنت کا وعدہ نہ فرماتے بلکہ وہ جنت میں ہوتے حالانکہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر جنت حرام فرمادی ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور سب سے آپ ﷺ ہی قبر سے اُٹھیں گے۔"

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ومعلوم بالضرورةِ أن جسده ﷺ في الأرض طريٌّ مطريٌّ، وقد سأله الصحابة: كيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرِمْتَ؟ فقال ﷺ: إن الله حَرَّمَ على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، ولو لم يكن جسده في ضريحه لما أجاب بهذا الجواب، وقد صحَّ عنه ﷺ: أن الله وكَّلَ بقبرِهِ ملائكةً يبلغون عن أمته السلام، و قد صحَّ عنه ﷺ أنه خرج بين أبي بكر و عمر و قال: هكذا نُبعثُ، هذا مع القطع بأن روحه الكريمة في الرفيق الأعلى في أعلى عليين مع أرواح الأنبياء، وقد صحَّ عنه ﷺ أنه رأى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره ليلة الإسراء و رآهُ في السماء السادسة أو السابعة، فالروح كانت هناك ولها اتصالٌ بالبدن في القبر و إشرافٌ عليه و تعلقٌ به بحيث يصلي في قبره و يرد سلام من سلم عليه وهي في الرفيق الأعلى. [الروح ١: ٢٦٦-٢٦٧]

"یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک قبر میں تر و تازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء کے جسم حرام فرما دیے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا جسم مبارک قبر میں نہ مانا جائے تو آپ ﷺ یہ جواب نہ دیتے۔ آپ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قبر پر فرشتے مقرر فرما دیے ہیں جو آپ

Maktaba Tul Ishaat.com

ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ایک دفعہ آپ ﷺ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نکلے اور فرمایا: اسی طرح ہم زندہ کیے جائیں گے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی معزز و پاکیزہ روح اعلیٰ علیین میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ قدوسیوں کی جماعت میں ہے۔آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُنہیں چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔معلوم ہوا کہ سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام کا جسم قبر میں تھا اور روح آسمان پر تھی اور روح کا بدن سے ایک خاص قسم کا تعلق و اتصال تھا کہ آپ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے تھے حالانکہ اُن کی روح رفیقِ اعلیٰ میں تھی۔"

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: إنَّ للروح شأناً آخر، تكون في الرفيق الأعلى في أعلى عليين ولها اتصالٌ بالبدن بحيث إذا سلَّم المُسَلِّمُ على الميت ردَّ الله عليه روحه فيرد عليه السلام وهي في الملإ الأعلى، و إنما يغلط أكثر الناس في هذا الموضع حيث يعتقد أن الروح من جنس ما يعهد من الأجسام التي إذا شغلت مكاناً لم يكن أن تكون في غيره، وهذا غلطٌ محضٌ، بل الروح تكون فوق السمٰوات في أعلى عليين و ترد إلى القبر فترد السلام و تعلم بالمسَلِّمِ وهي في مكانها هناك، وروح رسول الله ﷺ في الرفيق الأعلى دائماً و يردها الله سبحٰنه إلى القبر فترد السلام على مَن سلَّم عليه و تسمع كلامه وقد رأى رسول الله ﷺ موسى علیہ السلام قائماً يصلي في قبره و رآه في السماء السادسة أو السابعة. [کتاب الروح ۱: ۳۹۷، ومثلہ فی زاد المعاد ۳: ۴۱]

"روح کا معاملہ ہی جداگانہ ہے، وہ رفیقِ اعلیٰ اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے بھی اس حیثیت سے بدن سے متصل ہے کہ جب مُردے پر کوئی سلام کرنے والا سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اُس کی روح لوٹا دیتے ہیں اور وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے حالانکہ روح ملاءِ اعلیٰ میں ہے۔اس مقام پر اکثر لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کرتا ہے کہ جسم کی طرح بیک وقت دو مکانوں میں روح کا پایا جانا ناممکن ہے مگر یہ دھوکا ہے۔روح آسمانوں پر اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود بھی قبر میں آ کر سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے۔دیکھئے! رحمتِ عالم ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ رفیقِ اعلیٰ میں رہتی ہے لیکن قبر میں سلام کرنے والوں کے سلام سن کر اُن کے جواب دیتی ہے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اُنہیں چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔"

حدیث: ۱۰

محمد بن عبداللہ الحافظ، از ابوالعباس محمد بن یعقوب، از ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی، از الحسین بن علی الجعفی، از عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، از ابوالاشعث صنعانی از سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ (۱) مرفوعاً:

أفضل إياكم يوم الجمعة، فيه خُلِقَ آدم، وفيه قُبِضَ، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا عَلَيَّ من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة عَلَيَّ، قالوا: و كيف تعرض صلاتنا عليك و قد أرمتَ؟ - يقولون: بليتَ - فقال: إنَّ الله حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء.

"تمہارا سب سے بہترین دن جمعہ ہوتا ہے، اسی دن [سیدنا] آدم [علیہ السلام] پیدا ہوئے اور اسی [دن] اُن کی وفات ہوئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اسی روز دوبارہ اٹھنا ہوگا اس لیے اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ختم ہو چکے ہوں گے؟ یعنی جسم بوسیدہ ہو گیا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء [علیہم السلام] کے اجساد کو کھائے۔"

اسے ابوداؤد سجستانی (۲) نے کتاب السنن میں روایت کیا اور اس کے دوسرے شواہد بھی ہیں۔

---

(۱) اوس بن [ابی] اوس ثقفی رضی اللہ عنہ۔عمرو بن اوس کے والد ہیں۔[الاستیعاب: ۹۳، ترجمہ: ۱۰۱]

(۲) سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر، ابوداؤد ازدی سجستانی، اپنے زمانے میں حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، ان کی "السنن" اصول ستہ میں گنی جاتی ہے۔۲۰۲ھ = ۸۱۷ء کو ولادت ہوئی۔حصول علم کے لیے لمبے سفر کیے۔۲۷۵ھ = ۸۸۹ء کو بصرہ میں وفات پائی۔[وفیات الاعیان ۲: ۴۰۴، تاریخ بغداد ۹: ۵۵، الاعلام ۳: ۱۲۲]

Maktaba Tul Ishaat.com

تخریج وتحقیق

سنن ابی داود' کتاب الصلاۃ[۲]باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ[۲۰۷]حدیث:۱۰۴۷'باب فی الاستغفار [۳۶۱]حدیث:۱۵۳۱'سنن النسائی' کتاب الجمعۃ[۱۴]باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ[۵]حدیث: ۱۳۷۴'سنن ابن ماجہ' کتاب الصلاۃ[۲]باب فی فضل الجمعۃ[۷۹]حدیث:۱۰۸۵'سنن دارمی' کتاب الصلاۃ [۳]باب فی فضل الجمعۃ[۲۰۶]حدیث:۱۵۷۲'مسند احمد۴:۸'شفاء السقام:۳۹۳-۳۹۴۔

یہاں سے لے کر حدیث:۱۸ تک کا تعلق اس حقیقی حیاۃ سے نہیں جس کا امام بیہقی مدعی ہیں' اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ امت کی طرف سے پڑھی صلاۃ وسلام رسول اللہ ﷺ تک باقاعدہ پہنچائی جاتی ہے۔علامہ ابن عبد الہادی لکھتے ہیں:

هذه الأحاديث المعروفة عندأهل العلم التي جاء ت من وجوه حسان تصدق بعضها بعضاًوهي متفقةٌ على أنَّ مَن صَلَّى عليه وسلم مِن أمته فإن ذلك يبلغه ويعرض عليه'و ليس في شيء منها أنه يسمع صوت المصلي عليه والمسلم بنفسه'إنما فيها أن ذلك يُعرَضُ عليه ويبلغه ﷺ ومعلوم أنه أرادبذلك: الصلاةُ والسلام الذي أمرالله به' بسواء صلى عليه و سلم في مسجده أو مدينته أومكان آخر'فعلم أنَّ ما أمر الله به من ذلك فإنه يبلغه.[الصارم المنکی فی الرد علی السبکی:۱۵۹-۱۶۰]

"اہل علم کے نزدیک یہ معروف احادیث ہیں جو حسن اسانید کے ساتھ مروی ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں ان ساری روایات کا مطلب یہ ہے کہ امت میں سے جو شخص رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھے تو وہ آپ ﷺ تک پہنچا کر پیش کی جاتی ہیں اس میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں موجود کہ آپ صلاۃ وسلام پڑھنے والے کی آواز سنتے ہیں بلکہ اس میں اس قدر ہے کہ صلاۃ وسلام آپ ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ تک پہنچائی جاتی ہیں۔اس سے مراد وہی صلاۃ وسلام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' خواہ اسے اپنے شہر میں اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ کر پڑھے یا کسی اور جگہ پر۔پس معلوم ہوا کہ جہاں کہیں بھی صلاۃ وسلام پڑھے جائیں وہ آپ ﷺ

تک پہنچ جاتے ہیں(۱)۔"

حدیث:۱۱

ابو عبد اللہ الحافظ' از ابو بکر بن اسحاق الفقیہ' از احمد بن علی الابار' از احمد بن عبد الرحمٰن بن بکار الدمشقی' از ابو الولید بن مسلم' از ابو رافع' از سعید المقبری' از سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ(۲) مرفوعاً:

أكثروا الصَّلاة عَلَيَّ في يوم الجمعة ' فإنه ليس يُصلي عَلَيَّ أحدٌ يوم الجمعة إلَّا عرضت عَلَيَّ صلاته.

"جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو' اس لیے کہ جو بھی جمعہ کے روز مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔"

تخریج وتحقیق

- مستدرک حاکم۲:۴۲۱۔امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا ایک راوی ابو رافع ہے جس کا نام

---

(۱) ایک سائل نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں جلاء الافہام کے حوالے سے حدیث:

أكثروا الصلاة عليَّ فإنه يومٌ مشهودٌ تشهده الملائكة'ليس من عبد يصلي عَلَيَّ إلَّا بلغني صوته حيث كان'قلنا:وبعد وفاتك؟قال:وبعد وفاتي'إنَّ الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء

لکھ کر سوال کیا: اس حدیث میں کوئی کلام بھی نہیں کیا کہ ضعیف ہے یا موضوع؟ تو آپ نے اس کا جواب اس طرح دیا: الجواب: اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلا نسب مذکور ہے' جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں' جن کے بارے میں رُبَّمَا أخطَأ لکھا ہے۔یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں' یہ بھی غیر منسوب ہیں۔اس نام کے رُواۃ میں سے ایک کی عادت اِرسال کی ہے اور یہاں عنعنہ ہے' جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا ہے۔وهذا كله من التقريب.
پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے۔

[امداد الفتاویٰ ۵:۳۷۲' کتاب العقائد والکلام]

(۲) عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ انصاری بدری ابو مسعود رضی اللہ عنہ' صحابی تھے۔سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ اصحاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں سے تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب صفین چلے گئے تو انہیں کوفہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا۔کوفہ ہی میں ۴۰ھ=۶۶۰ء کو وفات پائی۔[الاستیعاب' الکنیٰ:۸۴۵' ترجمہ:۳۴۱' الاعلام۴:۲۴۰]

Maktaba Tul Ishaat.com

اسماعیل بن رافع ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ذہبی نے اُن کی بات کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے نہیں بلکہ اس راوی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

- شعب الایمان ۳: ۱۱۰، حدیث: ۳۰۳۰، شفاء السقام: ۳۹۷

﴿حدیث: ۱۲﴾

علی بن احمد بن حمدان الکاتب، از احمد بن عبید الصفار، از حسن بن سعید، از ابراہیم بن الحجاج، از حماد ابن سلمہ، از یزید بن سنان، از مکحول شامی، از سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ (۱) مرفوعاً:

أكثروا علَيَّ من الصَّلاة في كل يوم جمعةٍ، فإن صلاة أمتي تعرض عَلَيَّ في كل يوم جمعة، فمن كان أكثرهم علَيَّ صلاةً كان أقربهم مني منزلةً.

"ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس لیے کہ میری امت کی درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے گا وہ درجہ میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔"

تخریج وتحقیق

- شعب الایمان ۳: ۱۱۰، حدیث: ۳۰۳۲، شفاء السقام: ۳۹۵
- امام منذری (۲) لکھتے ہیں: اسے بیہقی نے نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے مگر کہا جاتا ہے کہ اس کے راوی مکحول نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔ [الترغیب والترہیب ۳: ۵۰۳]

پس یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوئی اور مکحول اور سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کا راوی اس میں مذکور نہیں کہ کون تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف؟ پھر یہ بھی ہے کہ حسب سابق اس کا حیاۃ

---

(۱) صُدَیّ بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ شام میں رہائش پذیر تھے۔ شام کے حمص میں ۸۱ھ = ۷۰۰ء کو وفات ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۵۹، الاعلام ۳: ۲۰۳]

(۲) عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ ابومحمد زکی الدین المنذری۔ حافظ حدیث اور عربیت کے بڑے عالم تھے شام سے تعلق تھا۔ ۵۸۱ھ = ۱۱۸۵ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ سال تک قاہرہ کے دارالحدیث میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز تھے جہاں اپنی ساری کتابیں لکھیں۔ ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء کو مصر میں وفات پائی۔
[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۵: ۱۰۸، الاعلام ۴: ۳۰]

الانبیاء فی القبور بالحیاۃ الدنیوی سے کوئی تعلق نہیں۔

﴿حدیث: ۱۳﴾

ابوالحسن علی بن محمد بن علی السقاء الاسفرائینی، از والد، از ابوعلی، از ابورافع اسامہ بن علی بن سعید رازی، محمد بن اسماعیل بن سالم الصائغ، از حکامہ بنت عثمان بن دینار۔ برادر مالک بن دینار۔ از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم النبی ﷺ مرفوعاً:

إنَّ أقربكم مني يوم القيامةِ في كل موطن أكثركم علَيَّ صلاةً في الدنيا، مَن صَلَّى عَلَيَّ مائة مرةٍ في يوم الجمعة وليلة الجمعةِ قضى الله له مائة حاجة، سبعين من حوائج الآخرة، وثلاثين من حوائج الدنيا، ثم يوكِّلُ الله بذلك ملكاً يُدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا، يخبرني مَن صلَّى عَلَيَّ باسمه ونسبه إلى عشيرته، فأثبته عندي في صحيفةٍ بيضاء.

"بلاشبہ قیامت کے روز ہر جگہ میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا کہ جو دنیا کے اندر تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔ جس نے جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرے گا ستر دنیا کی حاجات اور تیس آخرت کی حاجات۔ نیز ایک فرشتہ اس کا موکل بنادیا جاتا ہے۔ وہ یہ درود لے کر اس طرح میری قبر میں آئے گا کہ جیسا کہ تمہارے پاس تحائف بھیجے جاتے ہیں۔ جس نے مجھ پر درود پڑھا، وہ مجھے اس کے نام نسب اور خاندان تک کی اطلاع دیتا ہے، چنانچہ میں اس کو سفید صحیفہ میں اپنے پاس درج کر لیتا ہوں۔"

تخریج وتحقیق

- شعب الایمان ۳: ۱۱۱، حدیث: ۳۰۳۵، شفاء السقام: ۳۹۵-۳۹۶
- انباء الاذکیاء: ۱۴۸

اس روایت کے بارے میں عرض ہے کہ:

- حسب سابق اس کا بھی حیاۃ الانبیاء فی قبورہم بالحیاۃ الدنیوی سے کوئی تعلق نہیں۔
- یہ روایت باطل اور بے اصل ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عثمان بن دینار ہے جو مالک بن

Maktaba Tul Ishaat.com

دینار کا بھائی اور حکّامہ کا والد ہے' جس کے بارے میں حافظ عقیلی لکھتے ہیں: اس کی بیٹی اس کی سند سے بواطیل اور بے اصل و اَساس روایتیں نقل کرتی ہیں۔ حکّامہ کی روایتیں بے بنیاد اور قصہ گوؤں کی طرح ہوتی ہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۳: ۲۰۰' ترجمہ: ۱۱۹۹]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: لاشے ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۳۳' ترجمہ: ۵۵۰۲' لسان المیزان ۴: ۱۴۰' ترجمہ: ۳۱۲]

حدیث: ۱۴

ابوعلی حسین بن محمد الروذباری' از ابوبکر بن داسہ' از ابوداود' از احمد بن صالح' از عبداللہ بن نافع' از ابن ابی ذئب' از سعید المقبری از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

لا تجعلوا بیوتکم قبوراً' ولا تجعلوا اقبري عیداً' وصلوا عَلَيَّ فإن صلاتکم تبلغني حیث کنتم.

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور نہ ہی میری قبر میلہ گاہ بناؤ' اور مجھ پر درود پڑھو' اس لیے کہ تم جہاں بھی ہو' تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔''

تخریج و تحقیق

سنن ابی داود' کتاب المناسک [۵] باب زیارۃ القبور [۱۰۰] حدیث: ۲۰۴۲' مسند احمد ۲: ۳۶۷' مسند ابی یعلی ۱: ۳۶۱-۳۶۲' بلفظ: لا تتخذوا اقبري عیداً ولا بیوتکم قبوراً فإن تسلیمکم یبلُغني أینما کنتم.

یہ حدیث اپنی شواہد کے ساتھ صحیح ہے لیکن اس کا مسئلہ حیاۃ الانبیاء سے کوئی تعلق نہیں۔

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وھذا حدیثٌ حسنٌ ورُواته ثقاتٌ مشاھیرٌ' لکن عبد اللّٰہ بن نافع الصائغ فیه لین' لا یمنع الإحتجاج به' قال یحیی بن معین: ھو ثقةٌ' وحسبك بابن معین موثقاً' وقال أبو حاتم الرازي: لیس بالحافظ' ھو لینٌ' تَعرف وتُنکر. قلتُ: ومثل ھذا یخاف أن یغلط أحیاناً' فإذا کان لحدیثه شواھد عُلِمَ أنه محفوظٌ' و ھذا له شواھد متعددةٌ قد بسطت في غیر ھذا الموضع. [کتاب الرد علی الاخنائی: ۹۲-۹۳]

''یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوۃ ثقہ مشاہیر ہیں۔ عبداللہ بن نافع الصائغ لین الحدیث ہیں

لیکن ان کی روایت نا قابل استدلال نہیں ہے۔ امام یحییٰ بن معین (۱) انہیں ثقہ کہتے ہیں اور وہ جنہیں ثقہ کہیں وہ ثقہ ہی ہوتا ہے۔ حافظ ابوزرعہ (۲) انہیں لا بأس به کہتے ہیں اور امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں: حافظ نہیں۔ لین الحدیث ہیں۔ معروف و منکر ہر قسم کی روایتیں نقل کرتا ہے۔ میں [حافظ ابن تیمیہ] کہتا ہوں: ایسے راوی کے باری میں بسا اوقات روایت میں غلطی کرنے کا خدشہ ہوتا ہے لیکن جب ان کی اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جو اس کا ثبوت ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے' اس روایت کے متعدد شواہد ہیں جسے میں نے ایک اور جمع تفصیل سے بیان کی ہیں۔''

حدیث: ۱۵

ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار السکری' از اسماعیل بن محمد الصفار' از عباس بن عبداللہ الترقفی' از ابوعبدالرحمٰن المقری' از حیوۃ بن شریح' از ابوصخر' از یزید بن عبداللہ بن قسیط' از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ما من أحدٍ یسلم عليَّ إلا ردَّ اللّٰہ إليَّ روحي حتی أردَّ علیه السلام.

''جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دے گا یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دوں گا۔''

وإنما أراد -واللّٰہ أعلمُ- إلاَّ وقد ردَّ اللّٰہ إلَيَّ روحي حتی أرُدَّ علیه السلام.

''اس سے آپ ﷺ کی مراد ہے: وَقَدْ رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحي. یعنی اللہ تعالیٰ نے میری طرف میری روح لوٹا دی ہے اب میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

---

(۱) یحییٰ بن مَعین [بفتح المیم] بن عون بن زیاد' ابوزکریا' سید الحفاظ' ناقد' مؤرخ اور بہت بڑے محدث ہیں۔ جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ اصلاً سرخس سے تعلق تھا۔ انبار کے قریب ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء کو نقیا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے' اُن کے والد محکمہ خراج میں عامل تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے ہاتھوں سے لاکھوں احادیث لکھی ہیں۔

[تاریخ بغداد ۱۴: ۱۷۷' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۲۹' الاعلام ۸: ۱۷۲]

(۲) عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان بن عمرو النصری' ابوزرعۃ الدمشقی' الحافظ' اپنے وقت میں شام کے شیخ تھے۔ دمشق سے تعلق تھا۔ رجال و علل حدیث کے ماہر عالم تھے۔ ۲۸۰ھ = ۸۹۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔

[تہذیب الکمال ۱۷: ۳۰۱' ترجمہ: ۳۹۱۶' الاعلام ۳: ۳۲۰]

تخریج و تحقیق

مسند احمد۲:۵۲۷، سنن ابی داود، کتاب المناسک[۵] باب زیارۃ القبور[۱۰۰] حدیث:۲۰۴۱، السنن الکبریٰ، بیہقی۵:۲۴۵، مسند اسحاق بن راہویہ۱:۴۵۳، حدیث:۵۲۶۔

اس روایت کے بارے میں چند باتیں پیش نظر رہیں:

–امام نووی (۱) لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔[الاذکار:۱۳۲، تحت حدیث رقم:۴۰۴]

حافظ سخاوی (۲) اس پر لکھتے ہیں: فیہ نظرٌ۔[القول البدیع:۳۲۸] ''اس [حکم میں] کلام ہے۔''

–حافظ سخاوی یہ بھی لکھتے ہیں: وقال شیخنا: رواته ثقاتٌ. قلتُ: لكن انفراد يزيد بن عبدالله ابن قسيط بروايته له عن أبي هريرة يمنع من الجزم بصحته، لأنّ فيه مقالاً، وتوقّفَ فيه مالك فقال في حديث آخر من روايته خارجَ الموطأ: ورَجُله ليس بذاك.

[القول البدیع:۳۲۸]

''اور ہمارے شیخ نے فرمایا ہے: اس کی راوی ثقہ ہیں۔ میں [حافظ سخاوی] کہتا ہوں: [انہوں نے اس راوی کو ثقہ کہہ دیا] لیکن اس میں جو یزید ہے وہ تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں متفرد ہے اور یہ چیز ایسی ہے جو یقین کے ساتھ اس حدیث کو صحیح کہنے سے مانع ہے کیوں کہ اس میں گفتگو ہے اور امام مالک نے بھی اس میں توقف فرمایا، پھر موطأ سے باہر جو حدیث یزید بن عبداللہ کی روایت کردہ ہے اس میں آپ اس راوی کو لیس بذاك کہتے ہیں۔''

امام احمد، یزید بن عبداللہ کو لَیْسَ بِذَاکَ کہتے ہیں۔[العلل ومعرفۃ الرجال۲:۲۱۵، برقم:۲۰۵۶]

(۱) یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن، نووی، شافعی، ابوزکریا، سوریا کے علاقے حوران کے گاؤں [نوا] میں ۶۳۱ھ=۱۲۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے دمشق گئے اور طویل مدت تک وہاں اقامت پذیر رہے۔ اپنے ہی گاؤں میں ۶۷۶ھ=۱۲۷۷ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ۴:۱۴۷۰، الاعلام۸:۱۴۹]

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، شمس الدین، مصر کے ایک گاؤں سخا سے تعلق رکھنے کے باعث سخاوی کہلائے، قاہرہ میں ۸۳۱ھ=۱۴۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے طویل سفر کیے۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور ادب کے بڑے عالم تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں یادگار چھوڑیں۔ مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ=۱۴۹۷ء کو وفات پائی۔

[شذرات الذہب۸:۱۵، الاعلام۶:۱۹۴]

اُن سے یزید بن عبداللہ بن قسیط اور ابن حرملۃ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

ما أقربهما. [العلل ومعرفۃ الرجال۲:۳۵۸، برقم:۲۵۸۴]

''میں ان دونوں کے قریب بھی نہیں جاتا۔''

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں: میرے والد سے یزید بن عبداللہ بن قسیط کے بارے میں سوال ہوا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا: وہ قوی نہیں۔[الجرح والتعدیل۹:۲۷۴، ترجمہ:۱۱۵۲]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: وسألتُ شيخنا عن سماع يزيد بن عبدالله من أبي هريرة فقال: ما كان أدركه، وهو ضعيفٌ، ففي سماعه نظرٌ. [جلاء الافہام:۹۲]

''میں نے اپنے شیخ [حافظ ابن تیمیہ] سے پوچھا کہ یزید بن عبداللہ جو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اُس کی حیثیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یزید بن عبداللہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو پایا ہی نہ تھا، پھر یہ یزید ہے بھی ضعیف اس لیے یزید بن عبداللہ کا سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع منظور فیہ ہے۔''

–امام ابن قدامہ (۱) اس روایت کو اس طرح نقل کرتے ہیں: مامن أحدٍ يُسلّمُ عَلَيَّ عندقبري إِلَّا رَدَّ الله عَلَيَّ روحي، حتّى أرُدَّ عليه السلام. [المغنی۱:۷۹۵]

''جب کوئی مسلمان مجھ پر میری قبر کے قریب سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح میری طرف لوٹاتا ہے۔ آخر میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

اس روایت کے بارے میں حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وقد ذكر الموفق ابن قدامة في المغني هذاالحديث فزاد فيه بعد قوله ﷺ يُسَلِّمُ عَلَيَّ: عند قبري، ولم أقف عليها فيما رأيته من طرق الحديث. [القول البدیع:۳۲۹]

(۱) عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ جماعیلی مقدسی دمشقی حنبلی ابو محمد موفق الدین۔ نابلس [فلسطین] کے جماعیل نامی قصبہ میں ۵۴۱ھ=۱۱۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ ۵۶۱ھ کو بغداد چلے گئے جہاں چار سال تک قیام کیا۔ دمشق واپس آئے جہاں ۶۲۰ھ=۱۲۲۳ء کو وفات پائی۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔

[فوات الوفیات۱:۵۲۰، ترجمہ:۲۱۴، الاعلام۴:۶۷]

Maktaba Tul Ishaat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

"ابن قدامہ نے یُسَلِّمُ عَلَيَّ کے عند قبري کا اضافہ کیا ہے لیکن جس قدر میں نے اس حدیث کے طرق واسانید کو دیکھا ہے اُن میں عند قبري کے الفاظ میں نے نہیں دیکھے۔"

— شیخ عبدالحق دہلوی (۱) لکھتے ہیں: رَدَّالله عَلَيَّ روحي: ليس المراد بعود الروح عودها بعد المفارَقةِ عن البدن، وإنما المراد أنه ﷺ في البرزخ مشغولٌ بأحول الملكوت مستغرق في مشاهدة رب العزة عزوجل كما كان في الدنيا في حالة الوحي وفي أحوال الأخر، فَعُبِّرعن إفاقته من تلك المشاهدة وذلك الإستغراق برد الروح.

[لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ۳:۶۳، بذیل حدیث: ۹۲۵ حاشیہ مشکاۃ المصابیح: ۸۶ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ]

"حدیث: رَدَّ الله عَلَيَّ روحي میں روح کے لوٹنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ روح بدن سے نکل کر پھر بدن میں لوٹ آتی ہے بلکہ مراد یہ ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی روح عالم برزخ میں مشاہدۂ ربانی میں مشغول و مستغرق ہے جیسا کہ دنیاوی زندگی میں نزولِ وحیِ الٰہی اور دیگر احوال میں مستغرق ہو جاتے تھے، اسی مشاہدہ و استغراق سے اِفاقہ کو رَدِّ روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

— مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں: كان النبي ﷺ مُعَطّلاً عن ذلك الجانب مشغولاً بجانب القُدُسِ فإذا سُلِّمَ عليه يَرُدُّ الله عليه روحه ويُشغِلهُ بذلك الجانب حتى يَرُدَّ عليه السلام، وليس معناه: الإحياءُ والإماتة.

[فیض الباری علی صحیح البخاری ۲:۱۸۸، بذیل حدیث: ۵۹۵]

"رسول اکرم ﷺ مخلوق کی طرف التفات نہیں فرماتے بلکہ جناب الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اور جب آپ ﷺ پر سلام پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اُن کی روح اُن پر لوٹاتے ہیں یعنی اُن کی توجہ اس

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ شیر شاہ سوری کے عہد ۹۵۸ھ = ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں دینی علوم کے حصول سے فارغ ہوئے۔ مکۃ المکرمۃ میں شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ خواجہ باقی باللہ سے بیعت کی۔ ۲۲ سال کی عمر میں مسند درس پر بیٹھ گئے۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو وفات پائی۔
[ابجد العلوم ۳:۲۲۸، مقدمہ اخبار الاخیار: ۱۳-۱۴]

طرف مبذول کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سلام جواب دیں اور اس کا مطلب حیات و موت نہیں ہے۔"

﴿حدیث: ۱۶﴾

ابوالقاسم علی بن حسن بن علی طہمانی، از ابوالحسن محمد بن محمد الکازری، از علی بن عبدالعزیز، از ابونعیم، از سفیان، از عبداللہ بن السائب، از زاذان، از سیدنا ابن مسعود ﷺ مرفوعاً:

إنَّ لِلّٰهِ عزوجلَّ ملائكة سياحين في الأرض يبلغون عن أمتي السلام.

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے زمین میں پھرنے والے کچھ ایسے فرشتے بھی ہیں کہ جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔"

تخریج و تحقیق

سنن نسائی، کتاب السہو [۱۳] باب السلام علی النبی ﷺ [۴۶] حدیث: ۱۲۸۲، مسند احمد ۱:۴۴۱، سنن الدارمی ۲:۴۰۹، کتاب الرقائق [۲۰] باب فی فضل الصلاۃ علی النبی [۵۸] حدیث: ۲۷۷۴، مستدرک حاکم ۲:۴۲۱، مسند ابی یعلیٰ ۹:۱۲۷، حدیث: ۴۲۷-[۵۲۱۳]

اس روایت سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ برزخ میں رسول اللہ ﷺ کو دنیوی زندگی حاصل ہے؟ اس میں تو صرف اس کی ترغیب ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجا جائے اور بس!

پھر اس کا ایک راوی زاذان ہے جو ثقہ تھے مگر بکثرت غلطیاں کرتے تھے۔

[الثقات، ابن حبان ۴:۲۶۵، تہذیب التہذیب ۳:۲۶۹، ترجمہ: ۲۰۵۹]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق ہیں۔ ارسال کرتے ہیں اور اس میں تشیع بھی ہے۔

[تقریب التہذیب: ۲۲۸، ترجمہ: ۱۹۷۶]

جب زاذان میں تشیع ہے اور شیعوں کا مذہب ہے کہ مرنے کے بعد جسد عنصری کے نصف حصہ [حَقْوَۃ] تک اعادۂ روح کے قائل ہیں۔ [تحفہ اثنا عشریہ ۲:۲۵۷، حاشیہ: ۲]

تو زاذان بدعتی ہوئے اور بدعتی کی روایت کے بارے میں قاعدہ ہے کہ:

إنْ رَوَى ما يُقَوِّي بدعَتَهُ فَيُرَدُّ على المذهب المختار. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۳]

"بدعتی کی وہ روایت مردود ہوتی ہے جس سے اُس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ یہ پسندیدہ مسلک

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے۔"

اس کا ایک اور راوی سفیان بن سعید ثوری ہیں جو ثقہ ہونے کے باوجود مدلس تھے۔

[تعریف اہل التقدیس:۶۴' ترجمہ:۱۸]۵۱]

اُن کی یہ روایت صحیحین سے باہر کی ہے جسے وہ عن سے روایت کرتے ہیں جب کہ قاعدہ ہے کہ مدلس کی صحیحین سے باہر کی معنعن روایت مقبول نہیں ہوتیں۔

﴿حدیث:۱۷﴾

ابوالحسین بن بشران وابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ الحُر ِقی' ازحمزہ بن محمد بن عباس' از احمد بن ولید' از ابواحمد الزبیری' از اسرائیل' از ابویحیٰ' از مجاہد' از سیدنا ابن عباس ؓ(۱) موقوفاً:

ليس من أمة محمد ﷺ يصلي عليه صلاة إلا وهي تبلغه' يقول له الملك: فلانٌ يصلي عليك كذا وكذا صلاة.

"امت محمدیہ ﷺ کا جو فرد بھی آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ ایک فرشتہ آپ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ فلاں آدمی آپ پر اس اس طرح درود پڑھتا ہے۔"

تخریج وتحقیق

شعب الایمان ۲:۲۱۸' حدیث:۱۵۸۴' الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۲۱۱' ترجمہ:۴۴-[۷۲۹]

- یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی ابویحیٰ القتات ہے۔ جس کے بارے میں امام احمد(۲) فرماتے ہیں: اسرائیل نے اس کی سند سے بکثرت منکر حدیثیں نقل کی ہیں' اُن [امام احمد]

---

(۱) عبداللہ بن عباس ؓ بن عبدالمطلب' قرشی' ہاشمی' ۳ قبل ہجری = ۶۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ [امت کے عالم] اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ = ۶۸۷ء کو وفات پائی۔

[اسد الغابۃ:۶۹۲' ترجمہ:۳۰۳۸' الاعلام ۴:۹۵]

(۲) احمد بن محمد بن حنبل' ابوعبداللہ' شیبانی' ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مرو سے تھا۔ ان کے والد سرخس کے گورنر تھے۔ ۱۶۴ھ = ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے حصولِ علم میں لگے رہے اور اس سلسلہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں' ان کے زمانے میں مامون الرشید نے خلق قرآن کا فتنہ اٹھایا۔ امام موصوف ......

سے پوچھا گیا: اس کا ذمہ دار اسرائیل ہے یا ابویحیٰ؟ آپ نے فرمایا: ساری ذمہ داری ابویحیٰ پر آتی ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۵۸۶' ترجمہ:۱۰۷۲۹]

- نیز اس روایت کا حیات الانبیاء بعد وفاتہم سے کوئی تعلق بھی نہیں۔

﴿حدیث:۱۸﴾

علی بن محمد بن بشران' از ابوجعفر الرزاز' از عیسیٰ بن عبداللہ الطیالسی' از العلاء بن عمرو الحنفی' از ابوعبدالرحمٰن' از اعمش' از ابوصالح' از سیدنا ابوہریرہ ؓ مرفوعاً:

مَن صَلَّى عند قبري سمعتهُ' ومَن صَلَّى عَلَيَّ نائياً أُبلغتُهُ.

"جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں' اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔" [فضائل درود:۱۸' تسکین الصدور:۳۳۲]

اس کی سند میں ایک راوی ابوعبدالرحمٰن ہیں جس کا نام محمد بن مروان سدی ہے۔ میرے خیال میں اس میں کچھ کمزوری ہے مگر اس حدیث کے مضمون کی تائید گزشتہ احادیث سے ہوتی ہے۔

تخریج وتحقیق

تاریخ بغداد ۳:۲۹۲' میزان الاعتدال ۴:۳۳' شعب الایمان ۲:۲۱۸' تاریخ بغداد ۳:۲۹۲' الجامع الصغیر:۸۸۱۲' مشکاۃ المصابیح' حدیث:۹۳۴

یہ روایت موضوع ہے اور امام بیہقی کا یہ دعویٰ قطعاً نادرست ہے کہ یہ [موضوع] روایت دیگر شواہد کی بنیاد پر قوی ہو گئی اس لیے کہ کوئی موضوع روایت شواہد کی بنیاد پر صحیح نہیں کہلاتی۔

خطیب بغدادی(۱) اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: میں نے محدث ابن نُمیر سے اس روایت

...... نے اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی اور اس سلسلے میں انہیں ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ ۲۸ مہینے جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ ۲۴۱ھ = ۸۵۵ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۴:۴۱۳-۴۲۳' الاعلام ۱:۲۰۳]

(۱) احمد بن علی بن ثابت' بغدادی' ابوبکر' خطیب' حافظ حدیث اور مؤرخ اسلام تھے۔ ۳۹۲ھ = ۱۰۰۲ء کو غُزیہ [بالتصغیر] میں پیدا ہوئے' جو مکہ مکرمہ اور کوفہ کے بالکل درمیان میں مساوی مسافت پر واقع ہے۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے' اور وہیں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۲۷۰' الاعلام ۱:۱۷۲]

Maktaba Tul Ishaat.com

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کو چھوڑ دیجیے' اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن مروان سُدی صغیر لیس بشیئ ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ثقہ نہیں اور محدث صالح بن محمد نے فرمایا ہے: موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [تاریخ بغداد۳: ۲۹۲-۲۹۳]

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔ اعمش سے اس کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ [الضعفاء الکبیر۴: ۱۳۷]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وهذا قد رواه محمد بن مروان السدي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ﷺ وهذا هو السدي الصغير' وليس بثقة' وليس هذا من حديث الأعمش. [مجموع الفتاوی۱: ۱۹۸]

''اسے محمد بن مروان سدی نے اعمش از ابی صالح از سیدنا ابو ہریرۃ ﷺ کی روایت سے نقل کیا ہے اور یہ سدی صغیر غیر ثقہ تھا۔ نیز یہ روایت اعمش کی مرویات میں سے بھی نہیں ہے۔''

یہ بھی ارشاد فرمایا: وهذا إنما يرويه محمد بن مروان السدي عن الأعمش' وهو كذابٌ بالإتفاق' وهذا الحديث موضوع على الأعمش بإجماعهم. [مجموع الفتاوی۲۷: ۱۰۹]

''محمد بن مروان سدی صغیر اعمش کا نام لے کر اسے نقل کرتا ہے' حالانکہ محدثین کے ہاں بالاتفاق کذاب تھا اور یہ روایت ان کے اجماع کے مطابق اعمش پر وضع کی گئی ہے۔''

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَرِیبٌ جِدًّا کہتے ہیں۔ [جلاء الافہام: ۱۹]

علامہ ابن عبد الہادی فرماتے ہیں: قلتُ: هذا الحديث موضوعٌ على رسول الله ﷺ ليس له أصلٌ' ولم يحدث به أبو هريرة' ولا أبو صالح' ولا الأعمش' ومحمد بن مروان السدي متهمٌ بالكذب والوضع. [الصارم المنکی: ۲۱۶]

''یہ روایت موضوع ہے اسے نہ تو سیدنا ابو ہریرۃ ﷺ نے روایت کیا ہے' نہ ابو صالح نے اور نہ اعمش نے بلکہ اسے محمد بن مروان نے وضع کیا ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا اور روایات وضع کیا کرتا تھا۔''

حافظ ابن الجوزی (۱) حافظ ذہبی اور علامہ مناوی اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

(۱) عبد الرحمن بن علی بن محمد' جوزی' قرشی' بغدادی' ابو الفرج' بغداد میں ۵۰۸ھ=۱۱۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ ......

[الموضوعات۱: ۳۰۳: ۳۳' میزان الاعتدال۴: ۳۳' فیض القدیر۶: ۱۷۰]

حافظ ابن قیم اس قسم کی ایک روایت ان الفاظ میں لکھتے ہیں: ابو الشیخ اصبہانی (۱) نے اپنی کتاب الصلاة على النبي ﷺ میں عبد الرحمٰن بن احمد الاعرج' از الحسن بن الصباح' از ابو معاویہ' از اعمش' از ابو صالح' از سیدنا ابو ہریرۃ ﷺ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

مَن صَلّى عَلَيَّ عندَ قبري سمعتُه ومَن صَلّى عَلَيَّ من بعيدٍ أُعلِمتُهٗ.

[جلاء الافہام: ۹۲' حدیث: ۳۳]

''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اُسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دُور سے درود پڑھا تو وہ مجھے [بواسطہ فرشتوں کے] بتلایا جاتا ہے۔'' [تسکین الصدور: ۳۱۸-۳۱۹]

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَرِیبٌ جِدًّا کہتے ہیں۔ [جلاء الافہام: ۹۲' حدیث: ۳۳]

امام ابن الجوزی' حافظ ذہبی اور علامہ مناوی اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

[الموضوعات۱: ۳۰۳: ۳۳' میزان الاعتدال۴: ۳۳' فیض القدیر۶: ۱۷۰]

حافظ ابن قیم نے اس روایت کو بروایت معاویہ عن الاعمش نقل کیا ہے' اس سلسلہ میں علامہ ابن عبد الہادی فرماتے ہیں: وقد روى بعضهم هذا الحديث من رواية أبي معاوية عن الأعمش' وهو خطأٌ فاحشٌ' وإنما هو حديث محمد بن مروان' تفرَّد به' وهو متروك الحديث' متهمٌ بالكذب. [الصارم المنکی: ۲۱۶]

''اس روایت کو بواسطہ ابو معاویہ نقل کرنا صریح غلط ہے یہ بواسطہ محمد بن مروان منقول ہے جو اس کے نقل کرنے میں منفرد ہے اور وہ متروک الحدیث اور جھوٹ بولنے سے مُتَّھَم تھا۔''

...... حدیث' تفسیر' تاریخ اور مواعظ کے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تین سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ مقام جوز پر پانی کے ایک گھاٹ کی طرف ان کے آباء واجداد میں سے کوئی ایک منسوب تھے' اسی لیے ابن الجوزی کہلائے۔ ۵۹۷ھ=۱۲۰۱ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان۳: ۱۴۰' تذکرۃ الحفاظ۴: ۱۳۴۲' الاعلام۳: ۳۱۶]

(۱) عبد اللہ بن محمد بن حبان الاصبہانی ابو محمد/ ابو الشیخ ۲۷۴ھ=۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور رجال حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اپنے دادا حبان کی نسبت سے حِبّانی کہلاتے ہیں۔ حصول علم کے لیے موصل' حران' حجاز مقدس اور عراق کے سفر کیے ۳۶۹ھ=۹۷۹ء کو وفات پائی۔ [العبر۲: ۱۳۲' الاعلام۴: ۱۲۰]

Maktaba Tul Ishaat.com

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَرِیبٌ جِدًّا فرمانا بالکل درست ہے اس لیے کہ ابوالشیخ اصبہانی کا استاذ عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج اس قدر گم نام [مجہول/مستور] ہے کہ اُن کا تذکرہ اسماء الرجال کی متداول کتابوں میں نہیں ملتا اور اگر ملتا ہے تو صرف حافظ ابو نعیم [1] کی اخبار اصبہان ۱:۲۹۲،۲:۱۱۳ میں، جن سے قاضی ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم نے روایت لی ہے۔ معلوم ہوا کہ اُن کے شاگرد اس کی ساری زندگی میں صرف دو ہوئے: ایک ابوالشیخ اصبہانی اور دوسرا قاضی ابواحمد محمد بن احمد ابن ابراہیم، پھر حافظ ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کی توثیق نہیں کی ہے، اس لیے اس مجہول شخص کی روایت دلیل میں پیش نہیں کی جاسکتی، خصوصاً بابِ عقائد میں اسے پیش کرنا حق وانصاف کا خون کرنا ہے۔

سوال: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: أخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد.

[فتح الباری ۶:۴۸۸، کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب قول الله: واذكر في الكتب مريم [۴۸] بذیل حدیث: ۳۴۴۱]

''اسے ابوالشیخ نے جید سند کے ساتھ کتاب الثواب میں نقل کیا ہے۔''

اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قلتُ: و سنده جيدٌ، كما أفاده شيخنا.

[القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۳۲۵، تحقیق: استاذ ابوعوامۃ]

''میں [حافظ سخاوی] کہتا ہوں اس کی سند جید ہے جیسا کہ ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر] نے فرمایا ہے۔''

جواب: حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجہول الحال [مستور] وہ مُقِل [کم حدیث والا] راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اُس کی توثیق نہ کی ہو۔

مجہول الحال کو مستور بھی کہتے ہیں: وإن رَوَى عنه اثنان فصاعداً ولم يوثق فهو مجهول

---

(۱) احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، ابو نُعیم، حافظ حدیث اور مؤرخ تھے۔ اصفہان میں ۳۳۶ھ = ۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ و روایتِ حدیث میں ثقہ مانے جاتے ہیں۔ اصفہان ہی میں ۴۳۰ھ = ۱۰۳۸ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۱:۹۲، تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۰۹۲، الاعلام ۱:۱۵۷]

الحال وهو المستور. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰]

جمہور کے نزدیک مستور کی روایت مقبول نہیں ہے، وہ تب روایت کو قبول کرتے ہیں جب راوی کا ثقہ ہونا متحقق ہو جائے اور چونکہ مستور کا حال مخفی ہے اس لیے اُس کی روایت قبول نہیں ہوگی اس باب میں تحقیقی بات یہ ہے کہ کسی مقبول راوی کی روایت اُس وقت تک مقبول یا مردود نہیں ہوگی جب تک اُس کی حالت واضح نہ ہو جائے: وقد قبل روايته جماعةٌ بغير قيد، وردَّها الجمهور، **والتحقيق**: أن رواية المستور ونحوه ممافيه الإحتمال، لايُطلق القول بِردِّها ولا بِقبولها بل هي موقوفةٌ إلى إستبانة حاله كماجزم به إمام الحرمين. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰-۱۰۱]

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: الجهالةُ تستوجبُ ضعف الحديث، ولا حُجَّةَ في رواية المجهول. [فتح الباری ۱:۲۴۶، ۳:۳۴۸، ۶:۶۳۵، ۹:۱۷۴، ۱۰:۴۰، ۱۹۵]

''جہالت' حدیث کے ضعف کا موجب ہے اور مجہول کی روایت میں کوئی حجت نہیں۔''

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ليس بمجهولٍ مَن رَوَى عنهُ أربعة ثقات. [الہدی الساری: ۳۹۸]

''جس راوی سے چار ثقہ راویوں نے روایت کی ہو، وہ مجہول نہیں رہتا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان اقوال کے تناظر میں معلوم ہوا کہ اس روایت کو جید کہنا حافظ صاحب موصوف کا تسامُح ہے۔ عَافَانَا اللّٰه وَ إيَّاهُ۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر لکھتے ہیں:

''مشہور محدث امام دارقطنی [وفات: ۳۸۵ھ] لکھتے ہیں کہ: وارتفاعُ اسم الجهالة أن يروي عنه رجلان فصاعداً، فإذا كان هذه صفته ارتفع عنه اسم الجهالة، وصار حينئذٍ معروفاً.

[الدارقطنی ۲:۳۶۱، وفي نسخة دار نشر الكتب الإسلامية ۳:۱۷۴]

''جب دو یا دو سے زیادہ راوی کسی سے روایت کریں تو وہ جہالت کے دائرہ سے نکل جاتا ہے اور جب یہ صفت اس میں پائی جائے تو وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ معروف ہو جاتا ہے۔''

امام دارقطنی کے اس ضابطہ کے مطابق عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اور عن قریب ذکر ہوگا کہ حافظ ابن حجر اور امام سخاوی وغیرہ محدثین اس حدیث کی سند کو جید کہتے ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

جس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج نہ تو مجہول العین ہیں اور نہ مجہول العدالت بلکہ ثقہ ہے لہٰذا ان کو مجہول قرار دے کر اُن کی حدیث سے اِعراض کرنا علم وانصاف سے کوسوں دور ہے۔'' [تسکین الصدور: ۳۱۸' بذیل چھٹی دلیل]

اس سلسلے میں مؤدبانہ عرض ہے کہ:

—۱: حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول: وإن رَوَی عنه اثنان فصاعداً ولم یوثق فهو مجهول الحال وهو المستور. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰] کے تناظر میں عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج مجہول ہے۔

امام دارقطنی کا قول پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے' جب کہ اس بارے میں حافظ ابن حجر کا اپنا قول موجود ہے؟

—۲: شیخ الحدیث صاحب کے اس قول پر کہ ''نافع بن محمود مجہول ہیں۔'' مولانا مبارک پوری صاحب (۱) نے فرمایا تھا کہ: ''نافع بن محمود سے مکحول اور حرام بن حکیم روایت کرتے ہیں لہٰذا یہ مستور نہ ہوں گے۔''

جس کے جواب میں شیخ الحدیث صاحب نے اپنی کتاب احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ایک طویل بحث کی ہے' جو من وعن سپردِ قلم ہے' اب یہ قارئین پر ہے کہ اُن کے نزدیک محترم شیخ الحدیث کی ان ہر دو تحقیقات میں کون سی تحقیق درست اور کون سی نادرست ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''امام ابن حبان اور دارقطنی کا توثیق رجال کے بارے میں مسلک ہی جمہور محدثین سے الگ ہے۔ جمہور تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی سے دو راویوں نے روایت کی ہو اور اُس کی توثیق کسی سے ثابت نہ ہو [حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ متفرد خود یا غیر جب کہ توثیق کا اہل ہو اور اُس کی توثیق کرے تو صحیح

(۱) عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارک پوری اعظم گڑھی۔ ۱۲۸۳ھ کو اعظم گڑھ کے مبارک پور نامی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ مولانا عبداللہ غازی پوری اور شیخ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ کافی عرصے تک مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے' پھر تصنیف وتالیف کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ اس سلسلے میں تین سال تک علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے پاس ٹھہرے رہے۔ علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ۱۶ شوال ۱۳۵۳ھ کو وفات پائی۔ [نزہۃ الخواطر ۸: ۲۵۹-۲۶۰' ترجمہ: ۲۲۸]

قول پر وہ ثقہ ثابت ہو جائے گا۔ شرح نخبۃ الفکر' ص: ۷۰' اور اسی قاعدہ سے مؤلف خیر الکلام نے ص: ۲۳۶ میں سہارا لیا ہے لیکن شرح نخبۃ الفکر ص: ۷۰ میں اسی قول کے رد میں لکھا ہے: الصحیح الذي علیه أکثر العلماء من أهل الحدیث وغیرهم أنه لایُقبلُ مطلقاً کہ اکثر محدثین وغیرہم کے نزدیک مطلقاً یہ توثیق غیر مقبول ہے] تو وہ مجہول ومستور ہی رہتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: إن روی عنهُ اثنان فصاعداً ولم یؤثق فهو مجهول الحال وهو المستور. [شرح نخبۃ الفکر: ۷۰]

'' اگر کسی شخص سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت بیان کریں اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو تو وہ مجہول الحال ہوتا ہے اور وہی مستور کہلاتا ہے۔''

اور امام ابن صلاح (۱) نے نچلے دو راویوں کے عادل ہونے کی قید بھی لگائی ہے۔

[شرح شرح نخبۃ الفکر' ص: ۱۵۴' طبع مصر]

لیکن امام ابن حبان اور امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے دو راویوں نے روایت کی ہو تو وہ مجہول نہیں رہتا اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ امام دارقطنی لکھتے ہیں: وارتفاع اسم الجهالةِ له عنه أن یروي عنه رجلان فصاعداً' فإذا کانت هذه صفته ارتفع عنه اسم الجهالة' وصار حینئذ معروفاً. [دارقطنی جلد ۲ صفحہ: ۳۶۱' ۳: ۱۷۴' دار نشر الکتب الاسلامیۃ]

''راوی سے جہالت کا اسم اس وقت اٹھتا ہے جب کہ اس سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں جب ایسا ہو تو اس سے جہالت کا اسم مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ راوی معروف ہو جاتا ہے۔''

اور علامہ سخاوی [وفات: ۹۰۲ھ] نے ان کا مسلک یوں نقل کیا ہے کہ: من روی عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته. [فتح المغیث' ص: ۱۳۷' وفي نسخة المدینة المنورة ۱: ۲۹۸]

''جس شخص سے دو ثقہ راوی روایت کریں تو اُس سے جہالت رفع ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت

(۱) عثمان بن عبدالرحمٰن صلاح الدین بن عثمان بن موسیٰ بن ابی نصر' شہرزوری' کردی' ابو عمرو' تقی الدین ابن الصلاح' ۵۷۷ھ = ۱۱۸۱ء کو شرخان میں پیدا ہوئے' جو شہرزور کے قریب ہے۔ موصل' خراسان اور بیت المقدس آتے جاتے رہے۔ بیت المقدس کے مدرسہ صلاحیہ میں مدرس تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصولِ حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ تیرہ سال تک دمشق کے دار الحدیث کے مدرس رہے ہیں۔ دمشق ہی میں ۶۴۳ھ = ۱۲۴۵ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۲۴۳' الاعلام ۴: ۲۰۷]

Maktaba Tul Ishaat.com

ثابت ہو جاتی ہے۔"

مطلب یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک اس صورت میں راوی اگر چہ مجہول العین نہیں رہا مگر مجہول الوصف اور مجہول الحال بدستور رہے گا لیکن امام دارقطنی وغیرہ کے نزدیک باوجود مجہول الحال اور مستور ہونے کے وہ عادل ہو جاتا ہے اور اس کی حدیث حسن، صحیح اور جید ہو جاتی ہے اور جمہور نہ تو اس کو ثقہ اور عادل تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں چنانچہ علامہ خطیب الشافعی [وفات: ۴۶۳ھ] **لکھتے ہیں کہ:** قلت: إلا أنه لا يثبت له حكم العدالة بروايتهما عنه، وقد زعم قومٌ أن عدالته تبثت بذلك، ونحن نذكر فساد قولهم بمشية الله تعالى وتوفيقه.

[الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۸۹]

"میں [خطیب بغدادی] **کہتا ہوں کہ ایسے مجہول راوی سے دو راویوں کی روایت کر لینے سے اس کی عدالت ثابت نہیں ہو سکتی اور ایک قوم نے** [مثلاً ابن حبان اور دارقطنی وغیرہ۔ صفدر] **یہ خیال کیا ہے کہ اس طرح اس کی عدالت ثابت ہو جائے گی مگر ہم إن شآء اللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس قول کا فساد اور بطلان ذکر کریں گے۔"**

اور جو مسلک امام دارقطنی کا ہے سو وہی نظریہ امام ابن حبان کا ہے چنانچہ اس کی تصریح موجود ہے کہ: وتبعه ابن حبان إذِ العدلُ عنده مَن لا يعرفُ فيه الجرح. [شرح شرح نخبۃ الفکر، ص: ۱۷]

"ابن حبان بھی اسی نظریہ کے حامی ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ وہ ہے جس پر کوئی جرح معلوم نہ ہو۔"

علامہ ذہبی، عمارۃ بن حدید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: إنه مجهولٌ، ولا تفرح بذكر ابن حبان له في الثقات، فإن قاعدته معروفة من الإحتجاج لمن لا يعرف.

[میزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ: ۲۲۳؛ طبع دار المعرفۃ ۳: ۱۷۵، ترجمہ: ۶۰۲۰]

"وہ مجہول ہے اور اس پر خوش مت ہو کہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ ان کا قاعدہ ہی یہ مشہور ہے کہ مجہول راویوں سے بھی احتجاج کر لیتے ہیں۔"

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ويحيى الكندي غير معروف، ذكره البخاري وابن أبي حاتم، و

لم يذكرا فيه جرحاً، وذكره ابن حبان في الثقات كعادته فيمن لم يجرح.

[فتح الباری، پ: ۲۱، ص: ۵۴، باب ما یحل من النساء وما یحرم، وطبع دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۹: ۱۵۶]

"یحییٰ الکندی مجہول ہے۔ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس پر انہوں نے جرح ذکر نہیں کی اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں لکھا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ جن راویوں پر جرح نہیں ہوتی وہ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔"

ان تمام ٹھوس حوالوں سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ جس راوی کو امام دارقطنی اور امام ابن حبان ثقہ اور عادل کہتے ہیں وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور رہتا ہے اس لیے ان کے نافع کو ثقہ کہنے میں اور جمہور کے اس کو مستور اور مجہول کہنے میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ:

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں درِ جاناں پہ جا ملے

[احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ۲: ۱۰۱-۱۰۳، طبع نہم ۲۰۰۴ء]

حدیث: ۱۹

ابو عبداللہ الحافظ، از ابو عبداللہ الصفار، از ابو بکر بن ابی الدنیا، از سوید بن سعید، از ابن ابی الرجال، از سلیمان بن سحیم، وہ کہتے ہیں:

رأيتُ النبي ﷺ في النوم فقلتُ: يا رسول الله! هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك، أتفقهُ سلامهم؟ قال: نعم: وأَرُدُّ عليهم.

"میں نے نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ لوگ آپ کے [مزار] پر آ کر سلام پیش کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کے سلام سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔"

تخریج و تحقیق

امام بیہقی کے علاوہ کسی اور مصنف کے ساتھ یہ روایت نہیں ملتی اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس سے نہ کسی عمل کا جواز ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی عقیدہ اس لیے کہ شرعی حجت صرف انبیائے

Maktaba Tul Ishaat.com

کرام علیہم السلام کے خواب ہوتے ہیں یا کسی ایسے امتی کا خواب جس کی تائید رسول اکرم ﷺ نے کی ہو یعنی وہ مؤید بالوحی ہو۔

حدیث:۲۰

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ، از ابومحمد المزنی، از علی بن محمد بن عیسیٰ، از ابوالیمان، از شعیب، از زہری، از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیب، از سیدنا ابوہریرہ ؓ جو فرماتے ہیں کہ:

"ایک مسلمان اور ایک یہودی کی آپس میں گالم گلوچ اور تلخ کلامی ہوگئی۔ مسلمان نے کہا، کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے محمد ﷺ کو تمام جہانوں پر افضلیت بخشی چنانچہ اس نے ایک قسم کھائی اور یہودی بولا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر افضلیت بخشی، اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کو طمانچہ مار دیا۔ یہودی، رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اپنا اور اس مسلمان کا باہم واقعہ بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتُخَيِّروني على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول مَن يفيق فإذا موسى باطشٌ بجانب العرش، فلا أدري أكان ممن صعق فأفاق قبلي، فأفاق قبلي، أو كان ممن استثنى الله جل وعز."

"مجھے موسیٰ [علیہ السلام] پر افضلیت نہ دو کیوں کہ لوگ کڑک سے بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ آئے گا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ [علیہ السلام] عرش کا ایک کنارہ پکڑے ہوں گے اب میں نہیں سمجھتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا یا ان میں سے ہوں گے کہ جن کو اللہ عزوجل اس سے مستثنیٰ فرمائے گا۔"

اسے صحیح بخاری میں سیدنا ابوالیمان ؓ سے اور صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن ؓ سے روایت کیا ہے۔

تخریج وتحقیق

— صحیح بخاری، کتاب الخصومات[۴۴] باب ما یذکر من الاشخاص والخصومۃ بین المسلم والیہود[۱] حدیث:۲۴۱۱، کتاب الانبیاء[۶۰] باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام وذکرہ بعدہ[۳۱] حدیث:۳۴۰۸، کتاب الرقاق[۸۱] باب نفخ الصور[۴۳] حدیث:۶۵۱۷، کتاب التوحید[۹۸] باب فی المشیئۃ والارادۃ[۳۱] حدیث:۷۴۷۲

— صحیح مسلم، کتاب الفضائل[۴۳] باب من فضائل موسیٰ[۴۲] حدیث:۱۵۹-[۲۳۷۳]

بادیٔ النظر میں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ کسی نبی کو کسی دوسرے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں حالانکہ بات اس کے بالکل خلاف ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ:

—تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۳]

"یہ رسول جو ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کیے۔"

—وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۵۵]

"اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

اور حدیث میں وارد ہے کہ:

—أنا سيّدُ الناس يوم القيامة. [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء[۶۰] باب قول اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ[۳] حدیث:۳۳۴۰]

"روزِ قیامت میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔"

—أنه سَيِّدُ وُلدِ آدم يوم القيامة، وأول مَن يُنشقُّ عنه القبرُ، وأول شافِعٍ وأول مُشَفَّعٍ.

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل[۴۳] باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق[۲] حدیث:۳-[۲۲۷۸]

"میں قیامت کے دن اولادِ آدم [علیہ السلام] کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی [اور میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا] میں سب سے پہلے سفارشی ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی۔"

رہی وہ نہی جو اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والی حدیث میں وارد ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ از راہِ فخر ایسا کرنا ممنوع ہے کہ کسی ایک نبی کو کسی دوسرے نبی پر فضیلت دی جائے۔ اس طرح کسی نبی کی کوئی ایسی فضیلت ایسے انداز میں بیان نہ کی جائے جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص ہوتی ہو۔ زیر بحث روایت اور اس کے بعد آنے والی روایت میں یہی تفضیل مراد

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے۔[شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۱:۱۶۰]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین ایک دوسرے پر فضیلت دینا ممنوع ہے البتہ اگر کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر کسی نبی کی دوسرے نبی پر فضیلت اس طرح بیان کی جائے کہ دوسرے انبیاء کی تنقیص اس سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو جائز اور درست ہے۔[فتح الباری ۶:۴۴۶ بذیل حدیث:۳۴۰۸]

﴿حدیث:۲۱﴾

اعرج از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

لَا تُفَضِّلُوا بين أنبياء الله تعالى فإنه يُنفَخُ في الصُّورِ فيصعق مَن في السماوات ومن في الأرض إلَّا من شاء الله،ثم يُنفخ فيه أخرىٰ فأكون أول من بُعِثَ ، فإذا موسىٰ آخذٌ بالعرش فلا أدري أحوسبَ بصعقة يوم الطور أم بُعِثَ قبلي.

''اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو؛ اس لیے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ہر ایک جان پر غشی طاری ہو جائے گی، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اچانک [میں دیکھوں گا] کہ موسیٰ [علیہ السلام] عرش کو پکڑے ہوں گے اب میں نہیں سمجھتا کہ کیا طور کی غشی سے ہی ان کا محاسبہ ہو چکا یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے ہوں گے۔''

تخریج و تحقیق

صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء[۶۰] باب قول اللہ تعالیٰ: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ[۳۵] حدیث: ۳۴۱۴، صحیح مسلم، کتاب الفضائل[۴۳] باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام[۴۲] حدیث:۱۵۹-[۲۳۷۳]

ان احادیث کو نقل کر کے امام بیہقی لکھتے ہیں:

وهذا إنما يصحُّ على أنَّ الله جل ثناؤه ردَّ إلى الأنبياءِ عليهم السلام أرواحهم، فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء ، فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا في من صعق، ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلَّا في ذهاب الإستشعار،فإن كان موسى عليه السلام

ممن استثنى الله عزوجل بقوله: إلَّا مَنْ شَآءَ الله ، لا يذهب بإستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطور. و يُقال : إنَّ الشهداء من جملة مَن استثنى الله عزوجل بقوله : إلَّا مَنْ شَآءَ اللهُ .و روينا فيه خبراً مرفوعاً وهومذكورٌ مع سائرماقيل في كتاب البعث و النشور. وبالله التوفيق.

''اور یہ تب صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اَرواحِ طیبہ وفات کے بعد اُن کی طرف لوٹا دی ہوں، پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں اور جب پہلی بار صور میں پھونک مارا جائے گا تو وہ بھی دوسرے بے ہوش ہونے والے لوگوں کی طرح بے ہوش ہو جائیں گے، جو ہر اعتبار سے موت نہیں ہوگا البتہ عدم شعور ہوگا جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ کیے گئے ہیں، جس کی طرف إلَّا مَنْ شَآءَ الله [سورۃ الزمر ۳۹:۶۸] میں اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ادراک و شعور اُس حالت میں زائل نہیں کریں گے۔''

اور ایک اور جگہ لکھتے ہیں: نبينا ﷺ أخبر عن رؤيته جماعة من الأنبياء ليلة المعراج في السماء، وإنما يصح ذلك على أن الله جل ثناؤه ردَّ إليهم أرواحهم فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء،فإذا نفخ في الصور النفخة الأولى صعقوا فيمن صعق ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلَّا في ذهاب الإستشعار،فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله بقوله إلَّا مَنْ شَآءَ الله ، فإنه عز وجل لا يذهب استشعاره في ذلك الحالة ويحاسب بصعقة يوم الطور. [کتاب البعث والنشور ۲:۳۶۰]

''ہمارے نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ اُنہوں نے معراج کی رات انبیاء کرام علیہم السلام سے آسمان میں ملاقات کی اور یہ تب صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ارواح انہیں لوٹا دی ہیں اور اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں، پس جب پہلی بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح بے ہوش ہو جائیں گے لیکن یہ ہر لحاظ سے موت تصور نہیں ہوگی، بس صرف شعور و ادراک ختم ہو جائے گی، البتہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے إلَّا مَنْ شَآءَ الله میں مستثنیٰ کر دیا ہے تو اُن کا شعور و ادراک بحال ہوگی اس لیے کہ اُنہیں طور میں بے ہوشی ہوئی تھی

Maktaba Tul Ishaat.com

جس کی وجہ سے اُنہیں یہ استثنیٰ ملی۔"

حافظ بیہقیؒ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ:

—انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَرواح موت کے بعد اُن کے اَجسادِ مبارکہ میں لوٹا دی جاتی ہیں۔

—انبیاءِ کرام علیہم السلام کو شہداء کی طرح کی حیات حاصل ہے۔

—انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جب روح لوٹائی جاتی ہے تو نفخ صورِ اولیٰ تک اُن کے اَجسادِ مبارکہ کے اندر ہوتی ہیں۔

—نفخ صورِ اولیٰ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام بے ہوش تو ہو جائیں گے، مگر اُن پر موت وارِد نہیں ہوگی البتہ انہیں بے ہوشی کی حالت میں شعور و اِدراک نہیں رہے گا۔

حافظ بیہقیؒ کی آخری دو باتیں: انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ میں ارواحِ طیبہ کا استمرار و دوام اور نفخِ صورِ اولیٰ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کا بے ہوش ہو جانا محلِ نظر ہیں۔ پہلی بات کا تعلق غیب سے ہے، جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور دوسری بات ایک مرجوح روایت پر مبنی ہے۔

حدیث میں ہے کہ: إنَّ الناسَ يَصعقونَ فأكونُ أولَ مَن يُفِيقُ، فإذا موسى باطشٌ بجانب العرش، فلا أدري أكان فيمن صَعِقَ فأفاقَ قبلي أو كان ممن استثنى الله؟

[صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام [۳۱] حدیث: ۳۴۰۸]

"بے شک سارے لوگ [قیامت کے روز] بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا پس میں [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا، پس مجھے نہیں معلوم کہ آپ بھی بے ہوش لوگوں میں سے تھے یا مجھ سے پہلے اُنہیں ہوش آیا یا اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔"

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ: فإن قيل: فما تصنعون بقوله ﷺ: فلا أدري أفاق قبلي أم كان ممن استثنى الله، والذين استثناهم الله إنما هم مستثنون من صعقة النفخة، لا مِن صعقةِ يوم القيامةِ كما قال تعالى: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَآءِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ [سورۃ الزمر ۳۹:۶۸] ولم يقع الإستثناء من صعقة الخلائق يوم القيامة، قيل: هذا - والله أعلم - غير محفوظ، وهو وهمٌ من بعض الرواة، و المحفوظ ما تواطأت عليه الرواياتُ الصحيحةُ من قوله ﷺ: فلا أدري أفاقَ قبلي أم جُوزِي بصعقة الطور، فظَنَّ بعضُ الرُّواة أنَّ هذه الصعقةَ هي صعقة النفخة، وأنَّ موسى علیہ السلام داخلٌ فيمن استثني منها، وهذا لا يلتئمُ على مساق الحديث قطعاً، فإنَّ الإفاقة حينئذٍ هي إفاقةُ البعث، فكيف يقول: لا أدري أبعث قبلي أم جوزي بصعقة الطور فتأمله وهذا بخلاف الصعقة التي يصعقها الخلائق يوم القيامة إذا جاء الله سبحانه لِفَصلِ القضاءِ بين العباد وتَجَلّى لهم فإنهم يصعقون جميعاً، وأما موسى علیہ السلام فإن كان لم يصعق معهم فيكون قد حوسب بصعقته يوم تجلّى ربه للجبل فجعله دَكّاً، فجعلت صعقة هذا التجلي عوضاً عن صعقة الخلائق لتجلي الرب يوم القيامة، فتأمل هذا.

[الروح ۱: ۲۴۹-۲۵۰، فتح الباری ۶: ۴۴۵، بذیل حدیث: ۳۴۰۸]

"اگر کہا جائے کہ حدیث کے ان الفاظ کا کیا کرو گے: "معلوم نہیں [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔" ظاہر ہے کہ استثنا موت والی بے ہوشی سے ہے، موقف والی بے ہوشی سے نہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ.

[سورۃ الزمر ۳۹:۶۸]

"اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو کے گر پڑیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ غیر محفوظ اور کسی راوی کے وہم پر مبنی ہیں۔ جن الفاظ پر صحیح روایتوں کی موافقت ہے اور وہ محفوظ ہیں تو وہ یہ ہے کہ: "معلوم نہیں کہ [سیدنا] موسیٰ [علیہ السلام] مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔" لیکن کسی راوی نے یہ خیال کیا کہ یہاں موت والی بے ہوشی مراد ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان میں شامل ہیں جنہیں مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، مگر یہ مطلب سیاقِ حدیث کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اس صورت

Maktaba Tul Ishaat.com

میں إفاقہ سے زندگی بعد الموت والا إفاقہ مراد ہوگا تو آپ ﷺ کا یہ قول غلط ہو جائے گا کہ ”نہ معلوم مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔“ یہ مقام بڑے غور و فکر کا ہے۔“

یہ بات صحیح ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر ان کی ارواح لوٹا لوٹا دیں۔ اب وہ اپنے پروردگار کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں چنانچہ پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب پر صعقہ طاری ہوگا اور یہ ہر اعتبار سے موت نہ ہوگی بلکہ محض شعور کھو جانے کا نام ہوگا اب اگر اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہ [سوائے اس کے کہ جسے اللہ چاہے] سے مراد یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور طور کے صعقہ میں ہی ان سے محاسبہ ہو چکا تو اللہ تعالیٰ اب اس حالت میں ان کے شعور بھی نہ کھونے دے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہ کے قول میں مستثنیٰ فرمایا ہے۔ شہداء کے بارے میں ہم نے ایک مرفوع روایت کا ذکر کیا ہے جو دوسری روایات کے ہمراہ کتاب البعث النشور میں تحریر کردی ہے اور اللہ ہی سے توفیق کی درخواست ہے۔

آخِرُ كِتَابِ حَيَاةِ الأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَاتُهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا.

آج سات ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ مطابق بائیس ستمبر ۲۰۱۲ء کو بوقت دو بج کر سینتیس منٹ اس کتاب کا ترجمہ اور تحقیق پایہ تکمیل کو پہنچا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

أَنْبَاءُ الأَذْكِيَاءِ بِحَيَاةِ الأَنْبِيَاءِ

تأليف

الحافظ جَلَالُ الدِّين عَبْدُ الرَّحمٰن بن أبي بَكْر السيوطي

٨٤٩-٩١١ھ

ترجمہ، تحقیق، تعلیق

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

دَارُ القُرآن وَالسُّنَّة
ھوتی ۰ شہباز گڑھی ۰ مردان

Maktaba Tul Ishaat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جب کہ حدیث میں ہے کہ:

۱: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (۱).

''جب کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دوں۔''

اس روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ روحِ اقدس بعض اوقات جسدِ اطہر سے مفارقت کرتی ہے پھر اِن دونوں روایتوں میں تطبیق کیوں کر ممکن ہے؟

یہ ایک اچھا اور قابلِ غور سوال ہے۔ میں [حافظ سیوطی] کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ رہنا ہمارے نزدیک قطعی طور پر معلوم ہے اس لیے کہ ہمارے ہاں اس مسئلہ پر بہت سی دلیلیں قائم ہیں اور اس بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ اپنی قبور میں انبیاء کرام کے زندہ ہونے سے متعلق امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے اس مضمون سے متعلق چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۲: أَخْرَجَ مسلم عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبي ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ مَرَّ بِمُوْسٰى علیہ السلام وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ (۲).

''امام مسلم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شبِ معراج میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اس حالت میں گزرے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے (۱)۔''

(۱) سنن ابی داود کتاب المناسک [۵] باب زیارۃ القبور [۱۰۰] حدیث: ۲۰۴۱، مسند اسحاق بن راہویہ ۱: ۴۵۳، حدیث: ۵۲۶، السنن الکبریٰ بیہقی ۵: ۲۴۵۔
اس کی تحقیق امام بیہقی کی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حدیث: ۱۵ کے تحت کی گئی ہے۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الفضائل [۴۳] باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام [۴۲] حدیث: ۱۶۵-[۲۳۷۵]

(۱) حافظ ابن حبان نے صحیح [۱: ۲۴۲، حدیث: ۵۰] میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے: اللّٰه جل وعلا قادرٌ على ما يشاءُ، ربما يَعِدُ الشيئَ لوقت معلوم، ثم يقضي كونَ بعضِ ذلك الشئ قبلَ مجيءِ ذلك الوقت، كوعدِه إحياءَ الموتى يومَ القيامة وجعله محدودًا، ثم قضى كونَ مثله في بعض الأحوال، مثل مَن ذكرهُ اللّٰه وجعله اللّٰه جَلَّ وعلا في كتابه حيث يقول: اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ [سورۃ البقرۃ: ۲۵۹] وكإحياء اللّٰه جل وعلا لعيسى بن مريم صلوات اللّٰه عليه بعضَ الأموات. فلمّا صَحَّ وجودُ كون هذه الحالة في البشر، إذا أراده اللّٰه جَلَّ وعلا قبل يوم القيامة لَم يُنكر أنَّ اللّٰه جَلَّ وعلا أحيا موسى علیہ السلام في قبره حتى مَرَّ عليه المصطفى ﷺ ليلةَ أُسرِيَ به، وذلك أنَّ قبر موسى علیہ السلام بمدين - بين المدينة وبين بيت المقدس - فرآه ﷺ يَدْعُوا في قبره - إذِ الصَّلاةُ دعاءٌ - فلما دخل ﷺ بيتَ المقدسِ وأسري به، أسري بموسى علیہ السلام حتى رآه في السماء السادسة، وجَرَى بينه وبينه من الكلام ما تَقَدَّمَ ذِكره لنا، وكذلك رؤيته سائرَ الأنبياء الذين في خبر مالك بن صعصعة. [صحیح ابن حبان ۱: ۲۴۳]

''اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اکثر کسی معلوم وقت کے لیے کسی کام کا وعدہ کرتا ہے پھر اُن میں سے کچھ کا ظہور قبل از وقت کر دیتا ہے جیسا کہ بعث بعد الموت کے لیے قیامت کا دن معین ہے لیکن بسا اوقات بعض مردوں کو قیامت سے پہلے بھی زندہ کر دیتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں مذکور ہے: اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۹] ''یا جیسے کہ وہ جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ بھلا اللہ اس کو اس کے فنا ہو چکنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اس کو سو سال کی موت دے دی پھر اس کو اُٹھایا۔ پوچھا: کتنی مدت [اس حال میں] رہے؟ بولا: [اس حال میں] ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ رہا۔ فرمایا: بلکہ تم پورے سو سال [اس حال میں] رہے۔''

یا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کچھ مردوں کو زندہ کیا [حالانکہ بعث بعد الموت کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کے دن کے لیے ہے، سو یہ ایک معجزہ ہے]۔ تو جس دیگر انسانوں میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں [معجزۃً] قیامت سے پہلے زندہ کیا اس لیے یہ بھی کوئی اَن ہونی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں — جو مدین میں مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے مابین تھا — زندہ کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں اپنی قبر میں دعاء کرتے ہوئے دیکھا — [عربی میں] دعاء کو بھی صلاۃ —

Maktaba Tul Ishaat.com

...... کہتے ہیں-اور جب آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہاں اُن سے چھٹے آسمان میں پھر ملاقات ہوئی اور اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بھی اُن کی ملاقات ہوئی۔"

۞ اِسراء کی رات کو انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر اَحادیث میں موجود ہے لیکن اس سے حیاتِ دنیوی کا استدلال و اِستخراج آخر کیوں کر کیا جا سکتا ہے جب کہ ائمہ سنت کے اس کے متعلق دو مسلک ہیں:

-۱: بعض اس ملاقات کو روحانی سمجھتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ: وفي حديث أبي هريرة عند البزار و الحاكم أنه صلى ببيت المقدس مع الملائكة و أنه أُتي هناك بأرواح الأنبياء فأثنوا على الله، وفيه قول إبراهيم: لقد فضَّلكم محمد. [فتح الباری ۷: ۲۰۰، بذیل حدیث: ۳۸۸۶]

"مسند بزار اور مستدرک حاکم میں سیدنا ابو ہریرۃ ﷛ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس میں ملائکہ کو نماز پڑھائی اور وہاں انبیاء کرام کی روحیں لائی گئیں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی۔ اس روایت میں سیدنا ابراہیم ﷤ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے: محمد ﷺ تم سب پر فضیلت میں سبقت لے گئے۔"

-۲: دوسرا مسلک یہ ہے کہ برزخ میں ان اَرواح کو مماثل اجسام دیے گئے اور ان اجسام نے بیت المقدس میں شب اِسراء میں ملاقات فرمائی۔ ان کا ذکر حافظ عسقلانی اس طرح کرتے ہیں: اختلف في حال الأنبياء عند لقي النبي ﷺ إياهم ليلة الإسراء هل أسري بأجسادهم لملاقاة النبي ﷺ أو أن أرواحهم مستقرة في الأماكن التي لقيهم النبي ﷺ وأرواحهم مُشَكَّلَةٌ بشكل أجسادهم كما جزم به أبو الوفاء بن عقيل، واختار الأول بعض شيوخنا، واحتج بما ثبت في مسلم عن أنس أن النبي ﷺ قال: رأيتُ موسى ليلة أسري بي قائما يصلي في قبره، فَدَلَّ على أنه أسري به لما مَرَّ به قلت: وليس ذلك بلازم، بل يجوز أن يكون لروحه اتصالٌ بجسده في الأرض فلذلك يتمكن من الصلاة و روحه مستقرةٌ في السماء. [فتح الباری ۷: ۲۱۲]

"شب اسراء میں انبیاء علیہم السلام کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ ملاقات اَجساد و اَجسام کے ساتھ تھی یا یہ کہ اُن کی اَرواح اُن اَماکن میں تھیں جہاں رسول اللہ ﷺ سے اُن کی ملاقات ہوئی اور اُن کی اَرواح اُن کی اَشکال جسدی میں ظاہر ہوئی تھیں جیسا کہ ابو الوفاء بن عقیل نے فرمایا ہے۔ ہمارے بعض شیوخ نے حدیث: رأيتُ موسى ليلة أسري بي قائما يصلي في قبره کو بنیاد بنا کر پہلی رائے کو اختیار کیا ہے میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں: اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ ملاقات اجسام ہی سے ہو بلکہ جائز ہے کہ اُن کی روح آسمان میں اپنی مستقر میں ہو اور اُس کا زمینی جسد سے اتصال ہو جس کی بنا پر نماز پڑھ سکتے ہوں۔"

یہ دونوں صورتوں برزخ میں ہو سکتی ہیں اسے دنیوی زندگی کہنا بلا دلیل ہے اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وهذه الحياةُ ليست حياةً دنيويةً، إنَّما هي أُخرويةٌ.

[فتح الباری ۷: ۴، کتاب فضائل الصحابۃ [۶۲] باب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۱]] ......

-۳: أخرَجَ أبو نُعَيم فِي الْحِلْيَة عن ابن عباس ﷛ أن النبي ﷺ مَرَّ بِقَبْرِ مُوسَى ﷤ و هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِيهِ (۱).

"حافظ ابو نعیم نے سیدنا ابن عباس ﷛ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا موسیٰ ﷤ پر اس حالت میں گزرے کہ وہ کھڑے ہو کر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

-۴: أخرَجَ أبو يَعلَى في مسنده و البيهقي في كتاب حياة الأنبياء عن أنس ﷛ أن النبي ﷺ قال: الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون (۲).

"حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیاۃ الانبیاء میں سیدنا انس ﷛ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (۳)۔"

...... "اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلکہ اُخروی ہے۔"

یہ بھی فرمایا: لأنه ﷺ بعد موته و إن كان حيًّا فهي حياةٌ أخرويةٌ، لا تُشبِهُ الحياةَ الدنيا. [فتح الباری ۷: ۳۴۹]

"کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ دوسری قسم کی حیات ہے، وہ دنیا کی حیات جیسی نہیں۔"

(۱) حلیۃ الاولیاء ۳: ۳۵۲

(۲) مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۴۷، حدیث: ۳۴۲۵؛ اس کی تحقیق امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں حدیث: ۱۵ کے تحت کی گئی ہے۔

(۳) اس روایت امام ابو یعلیٰ نے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: ابو الجہم الازرق بن علی، از یحییٰ بن ابی بکیر، از مستلم ابن سعید، از حجاج، از ثابت بنانی از سیدنا انس ﷛ مرفوعاً۔ [مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۴۷، حدیث: ۳۴۲۵]

یہ حدیث منکر ہے، اس لیے کہ:

- امام ابو یعلیٰ کے استاذ ابو الجہم الازرق بن علی الحنفی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق تھا اور غریب روایات بھی بیان کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۱۳۶، ترجمہ: ۳۰۱]

- اس کا راوی یحییٰ بن ابی بکیر کا اُستاذ مستلم بن سعید صدوق و عابد تھا اور بار ہا وہم کا شکار ہوا۔ [تقریب التہذیب: ۵۵۶، ترجمہ: ۶۵۹۰]

اس روایت کو محدث بزار اور حافظ ابن عدی نے بھی نقل کیا ہے جس کی سند اس طرح ہے: حسن بن قتیبہ مدائنی، از مستلم بن سعید ثقفی، از حجاج بن اسود از ثابت بنانی از سیدنا انس ﷛ مرفوعاً۔

Maktaba Tul Ishaat.com

-۵: أخرَجَ أبو نُعَيم فِي الْحِلْيَة عن يوسف بن عطية قال: سمعتُ ثابتًا البناني يقول لِحُمَيد الطويل: هل بلغك أن أحداً يصلي في قبره إلَّا الأنبياء؟ قال: لا (١)

......[مسند البزار ۱۳: ۶۲' حدیث: ۶۳۹۱' الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۷۳]
یہ حدیث ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کا ایک راوی حسن بن قتیبہ مدائنی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی کی رائے قدرے اچھی ہے جو انہیں لا بأس به لکھتے ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۷۴]
لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں: قلتُ: بل هو هَالِكٌ. [میزان الاعتدال ۱: ۵۱۹' ترجمہ: ۱۹۳۳]
''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: [نہیں] بلکہ وہ تو ہالک ہے۔''
آگے لکھتے ہیں: امام دار قطنی کہتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ امام ابو حاتم اسے ضعیف کہتے ہیں۔ امام ازدی کہتے ہیں: حدیث کے معاملے میں واہی [کمزور] ہے جب کہ حافظ عقیلی کہتے ہیں: کثیر الوہم تھا اور یہی روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۵۱۸-۵۱۹' ترجمہ: ۱۹۳۳]
حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ ذہبی کی یہ پوری عبارت نقل کی ہے اور ان کی مخالفت میں ایک بھی لفظ نہیں لکھا۔ [لسان المیزان ۲: ۲۴۶' ترجمہ: ۱۰۳۳]
-حافظ ذہبی یہ بھی لکھتے ہیں: حجاج بن الأسود. عن ثابت البُناني. نكرة. ماروَى عنه فيما أعلمُ سوى مستلم بن سعيد ؛ فأتى بخبرٍ منكرٍ عنه عن أنس ﷺ في أنّ الأنبياء أحياء في قبورهم يُصلون. رواه البيهقي. [میزان الاعتدال ۱: ۴۶۰' ترجمہ: ۱۷۲۷]
''حجاج بن اسود —جو ثابت بُنانی سے روایت کرتا ہے— منکر الحدیث ہے۔ جتنا مجھے معلوم ہے مستلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے اُن سے روایت نہیں لی۔ حجاج بن اسود ہی نے سیدنا انس بن مالک ﷺ سے الأنبياء أحياء في قبورهم يُصلون والی منکر روایت نقل کی ہے' جسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔''
حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہاں بھی حافظ ذہبی کی پوری کی پوری عبارت نقل کی ہے۔
حافظ ابن قیم اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ ذِكْرِحَيَاتِهِمْ بِقُبُوْرِهِمْ لَمَا يَصِحُّ وَ ظَاهِرُ النُّكْرَانِ
فَانْظُرْ إِلَى الْإِسْنَادِ تَعْرِفُ حَالَهٗ إِنْ كُنْتَ ذَا عِلْمٍ بِهٰذَا الشَّانِ
[القصيدة النونية: ١٤٥]

''قبروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی [دنیاوی] زندگی والی حدیث ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ظاہر باہر منکر ہے۔ تم اس کی سند میں غور و فکر کرو' اس کی حیثیت جان لو گے' اگر تو اس فن [اسماءِ رجال] کے شہ سواروں میں سے ہو۔''
(۱) اس کا راوی یوسف بن عطیہ بصری صفار مولی انصار ہے جو قتادہ اور ثابت بنانی سے روایت کرتا ہے۔......

''ابو نعیم نے حِلیۃ الاولیاء میں یوسف بن عطیہ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی کو حمید الطّویل سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا تمہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ سوائے انبیاء کے کوئی اور بھی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں!''

-۶: أخرَجَ أبو داود والبيهقي عن أوس بن أوس الثقفي ﷺ عن النبي ﷺ أنه قال:
أفضل أيا كم يوم الجمعة' فيه خُلِقَ آدم' وفيه قُبِضَ' وفيه النفخة' وفيه الصعقة' فأكثروا عَلَيَّ من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة عَلَيَّ ' قالوا: و كيف تعرض صلاتنا عليك و قد أرمتَ؟ -يقولون: بليتَ- فقال: إنَّ الله حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء.
''تمہارا سب سے بہترین دن جمعہ ہوتا ہے' اسی دن [سیدنا] آدم [علیہ السلام] پیدا ہوئے اور اسی [دن] اُن کی وفات ہوئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اسی روز دوبارہ اُٹھنا ہوگا اس لیے اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ختم ہو چکے ہوں گے؟ یعنی جسم بوسیدہ ہو گیا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء [علیہم السلام] کے اجساد کو کھائے۔''

اسے ابو داود نے سیدنا اوس بن اوس ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے (۱)۔

...... اُس کے ضعیف ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں: متروک ہے۔ امام فلاس کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ قصداً عمداً جھوٹ نہیں بولتا مگر خطأ میں ایسا کر جاتا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں: اس کی کنیت ابو سہل ہے اور منکر الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۴۶۸-۴۶۹' ترجمہ: ۹۸۷۷]
(۱) سنن ابی داود' کتاب الصلاۃ [۲] باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ [۲۰۷] حدیث: ۱۰۴۷' باب فی الاستغفار [۳۶۱] حدیث: ۱۵۳۱' سنن النسائی' کتاب الجمعۃ [۱۴] باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ [۵] حدیث: ۱۳۷۴' سنن ابن ماجہ' کتاب الصلاۃ [۲] باب فی فضل الجمعۃ [۷۹] حدیث: ۱۰۸۵' سنن دارمی' کتاب الصلاۃ [۳] باب فی فضل الجمعۃ [۲۰۶] حدیث: ۱۵۷۲' مسند احمد ۴: ۸' شفاء السقام: ۳۹۳-۳۹۴۔
معلوم نہیں کہ اس کا دنیاوی حیاۃ سے کیا تعلق ہے' نہیں' اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ امت کی طرف سے پڑھی صلاۃ وسلام رسول اللہ ﷺ تک باقاعدہ پہنچائی جاتی ہے۔
اس کی تحقیق امام بیہقی کی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حدیث: ۱۰ کے تحت کی گئی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

-۷: أخرَجَ البيهقي في شعب الإيمان والأصبهاني في الترغيب عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: مَن صَلَّى عَلَيَّ عِندَ قَبرِي سَمِعتُهُ ومَن صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبلِغتُهُ(۱).

''جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں' اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔''

-۸: أخرَجَ البخاري في تاريخه عن عمار بن ياسر رضي الله عنه: سمعت النبي ﷺ يقول: إنَّ لِلّٰهِ تعالى ملكاً أعطاهُ أسماع الخلائق قائم على قبري' فما من أحدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ صَلاَةً إلاَّ بُلِّغتُها(۱).

''امام بخاری نے اپنی تاریخ میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ(۲) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جس کو اس نے خلائق کی باتیں سننے کی قدرت عطا کی ہے۔ وہ میری قبر پر کھڑا رہتا ہے پس جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے(۳)۔''

---

(۱) تاریخ بغداد۳: ۲۹۲' میزان الاعتدال۴: ۳۳' شعب الایمان۲: ۲۱۸' تاریخ بغداد۳: ۲۹۲' الجامع الصغیر: ۸۸۱۲' مشکوٰۃ المصابیح' حدیث: ۹۳۴

اس کی تحقیق امام بیہقی کی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حدیث: ۱۸ کے تحت کی گئی ہے۔

(۱) التاریخ الکبیر۶: ۴۱۶' ترجمہ: ۲۸۳۱' الجرح والتعدیل۶: ۲۹۶' ترجمہ: ۱۶۴۴

(۲) عمار بن یاسر بن عامر الکنانی المذحجی العنسی القحطانی' ابوالیقظان رضی اللہ عنہ' جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ ۵۷ قبل ہجری = ۵۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ بدر و اُحد اور سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ ہجرت کے بعد اسلام کی پہلی مسجد ''قباء'' آپ نے بنائی۔ جمل اور صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرکت کی۔ ۳۷ھ = ۶۵۷ء کو ۹۳ سال کی عمر میں جنگ صفین میں شہادت پائی۔ آپ سے ۶۲ احادیث مروی ہیں۔ [الاستیعاب: ۵۴۷' ترجمہ: ۱۸۸۰' الاعلام۵: ۳۶]

(۳) امام بخاری اس روایت کو عمران بن حمیری کے ترجمہ کے تحت نقل کر کے لکھتے ہیں: لاَ يُتَابعُ عليه.

[التاریخ الکبیر۶: ۴۱۶' ت: ۲۸۳۱] یعنی اس روایت کا کوئی شاہد اور تابع نہیں۔''

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عمران بن حمیری از سیدنا عمار بن یاسر کی روایت إنّ الله أعطاني ملكاً غیر معروف ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۲۳۶' ترجمہ: ۶۲۷۸]

یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی حیات الانبیاء سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

-۹: أخرَجَ البيهقي في حياة الأنبياء والأصبهاني في الترغيب عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: مَن صَلَّى عَلَيَّ يوم جمعة وليلة جمعة مائة من الصلاة قضَى الله له مائة حاجة: سبعين من حوائج الآخرة' وثلاثين من حوائج الدنيا' ووَكَّلَ الله بذلك ملكاً يدخله عليَّ في قبري كما يدخل عليكم الهدايا' إنَّ علمي بعد موتي كعلمي في الحياة.(۱) ولفظ البيهقي: يُخبرني مَن صَلَّى عَلَيَّ بإسمه ونسبه فأثبته عندي في صحيفةٍ بيضاء(۲).

''بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں اور اصبہانی(۳) نے الترغیب میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو شخص جمعہ یا شب جمعہ کو مجھ پر سو بار درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی سو حاجتیں پوری کر دیں گے۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی اور اُس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر پر پیش کرے گا جس طرح تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ بے شک میرا علم میری

---

(۱) الترغیب والترہیب اصبہانی۱: ۵۲۵' حدیث: ۹۵۶

(۲) شعب الایمان۳: ۱۱۱' حدیث: ۳۰۳۵' شفاء السقام: ۳۹۵-۳۹۶

اس روایت کی سند یہ ہے: ابوالحسن علی بن محمد بن علی السقاء الاسفرائینی' از والد اُو: ابوعلی' از ابورافع اسامہ بن علی بن سعید رازی' محمد بن اسماعیل بن سالم الصائغ' از حکّامہ بنت عثمان بن دینار — برادرِ مالک بن دینار — از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم النبی ﷺ مرفوعاً:

اس کے بارے میں عرض ہے کہ: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عثمان بن دینار ہے جو مالک بن دینار کا بھائی اور حکّامہ کا والد ہے' جس کے بارے میں حافظ عقیلی لکھتے ہیں: اس کی بیٹی اس کی سند سے بواطیل اور بے اصل و اساس روایتیں نقل کرتی ہیں۔ حکّامہ کی روایتیں بے بنیاد اور قصہ گوؤں کی طرح ہوتی ہیں۔ [الضعفاء الکبیر۳: ۲۰۰' ترجمہ: ۱۱۹۹]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: لاشے ہے اور یہ روایت ظاہر باہر جھوٹ ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۳۳' ترجمہ: ۵۵۰۲' لسان المیزان۴: ۱۴۰' ترجمہ: ۳۱۲]

(۳) اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی طلیحی تیمی اصبہانی' ابوالقاسم۔ قِوام السنۃ کے لقب سے مشہور تھے۔ اعلام حفاظ میں سے تھے۔ ۴۵۷ھ = ۱۰۶۵ء کو پیدا ہوئے۔ تفسیر' حدیث اور لغت میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ امام سمعانی نے حدیث اُن سے سنی۔ ۵۳۵ھ = ۱۱۴۱ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب۴: ۱۰۵' الاعلام۱: ۳۲۳]

Maktaba Tul Ishaat.com

وفات کے بعد ویسا ہی ہوگا جیسا کہ میرا علم میری زندگی میں ہے۔"

"اور بیہقی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ وہ فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام ونسب مجھے بتائے گا پس میں اس کو اپنے پاس روشن صحیفہ میں ثبت کرلوں گا۔"

-۱۰: أخرَجَ البيهقي في حياة الأنبياء عن أنس ﷺ أن النبي ﷺ قال:

إنَّ الأنبياء لايُترکون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يُصلُّونَ بين يدي الله سبحانه وتعالى حتى ينفخ في الصور (۱).

"بیہقی نے سیدنا انس ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء چالیس شب کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو نماز پڑھتے ہیں اور اُن کا یہ حال نفخ صور تک رہے گا۔"

-۱۱: روى السفيان الثوري في الجامع قال: قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال:

ما مكث نبيٌّ في قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يرفع.

"سفیان ثوری نے جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمارے ایک شیخ نے سعید بن میسّب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرا بلکہ اس کے بعد اُٹھالیا

---

(۱) مسند الفردوس دیلمی، حدیث: ۸۵۲، اِنباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ضمن الحاوی ۲: ۱۴۸، جمع الجوامع، حدیث: ۵۳۹۷، اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۶۰

اس کی سند یہ ہے: ابوعبداللہ الحافظ، از ابوحامد احمد بن علی حسنوی اِملاءً، از ابوعبداللہ محمد بن عباس الحمصی، از ابوالربیع زہرانی، از اسماعیل بن طلحہ بن یزید، از محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از ثابت، از سیدنا انس بن مالک ﷺ مرفوعاً:

امام بیہقی لکھتے ہیں: وهذا إن صَحَّ بهذا اللفظ فالمراد به — والله أعلم —: لايتركون لايصلون إلّا هذا المقدار، ثم يكونون مصلين فيها بين يدي الله عزوجل، كما روينا في الحديث الأول. وقد يحتمل أن يكون المراد به رفع أجسادهم مع أرواحهم. [حیاۃ الانبیاء: ۷۶، بذیل حدیث: ۴]

"یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے — جب کہ پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے — کہ اس قدر نماز پڑھ کر کے وہ پھر عزوجل کے سامنے نماز میں مصروف ہوجاتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث میں نقل کیا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان کے اجسام مع ارواح کے اٹھ جانا مراد ہو۔"

یہ روایت موضوع ہے اس کی تفصیل امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں حدیث: ۴ کے تحت پڑھی جاسکتی ہے۔

گیا (۱)۔"

امام بیہقی لکھتے ہیں: فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء يكونون حيث ينزلهم الله عزوجل كما رَوَينا في حديث المعراج وغيره: أن النبي ﷺ رأى موسى ﷺ قائماً يصلي في قبره، ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام في بيت المقدس، ثم رآهم في السموات، و الله تعالى فعالٌ لما يريد. ولحياة الأنبياء بعد موتهم — صلوات الله عليهم — شواهد من الأحاديث الصحيحة.

"اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام زندوں کی طرح ہوتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ انہیں ٹھہراتے ہیں، وہیں ٹھہرتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ ﷺ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر آپ ﷺ نے ان کو بیت المقدس میں تمام انبیاء کے ہمراہ دیکھا پھر انہیں آسمانوں میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد وفات پر احادیث صحیحہ سے بکثرت دلائل موجود ہیں (۲)۔"

حیاتِ انبیاء پر قرائن وشواہد

بیہقی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات پر چند شواہد بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

-۱۲: قصہ معراج میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت سے ملے اور آپ نے اُن سے اور اُنہوں نے آپ سے بات چیت کی۔

---

(۱) یہ روایت کسی عقیدے یا عمل کے اِثبات کے لیے بالکل ناکافی ہے اس لیے کہ:

-اس میں سفیان ثوری کے استاذ کا نام مذکور نہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ اس لیے کہ اُن کی ذات ہی مجہول ہے۔

-سعید بن میسّب تابعی ہیں، وہ بھی آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت اُنہوں نے کسی تابعی سے سنی، یا صحابی سے اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے۔

(۲) بعد از موت حیاتِ ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیاتِ ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات اور محکمات کا انکار ہے لیکن حیات کے ساتھ اپنی دانش وفہم سے عنصریہ کی قید بڑھانا درست نہیں کیوں کہ یہ قید نہ تو قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ احادیث میں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

قصہ معراج میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ:

-۱۳: وقد رأيتني في جماعةٍ من الأنبياء، فإذا موسى قائم يصلي، فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة، وإذا عيسى ابن مريم قائم يصلي...... و إذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم، يعني نفسه، فحانت الصلاة، فأممتهم (۱).

میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا [اور اچانک یہ بھی دیکھا] کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام [بھی موجود ہیں] اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت اور گھنگھریالے بالوں والے ہیں، گویا قبیلہ شنوءۃ سے ہوں اور اچانک یہ بھی دیکھا کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہیں (۲)۔"

-۱۴: وأخرج حديث:

الناس يصعقون فأكون أول مَن يفيق فإذا موسى باطشٌ بجانب العرش، فلا أدري أكان ممن صعق فأفاق قبلي، فأفاق قبلي، أو كان ممن استثنى الله جل وعز (۳).

اور بیہقی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ:

"لوگ کڑک سے بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ آئے گا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ [علیہ السلام] عرش کا ایک کنارہ پکڑے ہوں گے اب میں نہیں سمجھتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آ جائے گا یا ان میں سے ہوں گے کہ جن کو اللہ عز وجل اس سے مستثنیٰ فرمائے گا۔"

---

(۱) یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے جس کی تفصیل امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں حدیث: ۹ کے تحت کی گئی ہے۔

(۲) حیاۃ الانبیاء علیہم السلام: ۱۱۱-۱۱۲، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ﷺ: ۳۹۷

(۱) صحیح بخاری، کتاب الخصومات [۴۴] باب ما یذکر من الاشخاص والخصومۃ بین المسلم والیہود [۱] حدیث: ۲۴۱۱، کتاب الانبیاء [۶۰] باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام وذکرہ بعدہ [۳۱] حدیث: ۳۴۰۸، کتاب الرقاق [۸۱] باب نفخ الصور [۴۳] حدیث: ۶۵۱۷، کتاب التوحید [۹۸] باب فی المشیئۃ والارادۃ [۳۱] حدیث: ۷۴۷۲، صحیح مسلم، کتاب الفضائل [۴۳] باب من فضائل موسیٰ [۴۲] حدیث: ۱۵۹-[۲۳۷۳]

ان احادیث کو نقل کر کے امام بیہقی لکھتے ہیں:

وهذا إنما يصحُّ على أنَّ الله جل ثناؤه ردَّ إلى الأنبياءِ عليهم السلام أرواحهم، فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء، فإذا نفخَ في الصور النفخة الأولى صعقوا في من صعق، ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلّا في ذهاب الإستشعار، فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عزوجل بقوله: إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ، لا يذهب بإستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطور. و يُقال: إنَّ الشهداء من جملة مَن استثنى الله عزوجل بقوله: إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ. و روينا فيه خبراً مرفوعاً وهو مذكورٌ مع سائر ما قيل في كتاب البعث والنشور. وبالله التوفيق.

"اور یہ تب صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اَرواحِ طیبہ وفات کے بعد اُن کی طرف لوٹا دی ہوں، پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں اور جب پہلی بار صور میں پھونک مارا جائے گا تو وہ بھی دوسرے بے ہوش ہونے والے لوگوں کی طرح بے ہوش ہو جائیں گے، جو ہر اعتبار سے موت نہیں ہوگا البتہ عدم شعور ہوگا جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ کیے گئے ہیں، جس کی طرف اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ [سورۃ الزمر ۳۹: ۶۸] میں اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ادراک و شعور اُس حالت میں زائل نہیں کریں گے (۱)۔"

-۱۵: وأخرج أبو يعلى عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعتُ رسول الله ﷺ يقول:

والَّذي نفسي بيده لينزلنَّ عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد! لأجيبنه (۲).

---

(۱) اس کی تحقیق امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں حدیث: ۲۰-۲۱ کے تحت کی گئی ہے۔

(۲) مسند ابی یعلیٰ ۱۱: ۴۶۲، حدیث: ۶۴۷-[۶۵۸۴] تاریخ دمشق الکبیر ۴۷: ۴۹۳-۴۹۴

اس کی سند احمد بن عیسیٰ مصری تستری حافظ نزیل بغداد کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ امام ابوداود کہتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین قسم اُٹھا کر احمد بن عیسیٰ مصری کو کذاب کہا کرتے تھے۔ امام ابوزرعۃ سے اُن کے بارے میں پوچھا گیا کہ امام مسلم نے صحیح میں ان سے روایت لی ہے؟ تو اُنہوں نے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اہل مصر اُن سے اِس کی شکایت کرتے تھے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۱۲۵-۱۲۶]

Maktaba Tul Ishaat.com

''اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زمین پر اُتریں گے اس کے بعد اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو میں ضرور اُن کو

...... اس تناظر میں حافظ ہیثمی کا قول رجاله رجال الصحيح [مجمع الزوائد ٨: ٢١١] اور حسین اسلم اسد کا إسناده صحيح کہنا [ہامش مسند ابی یعلیٰ ١١: ٤٦٢] چنداں مفید نہیں بلکہ غلط ہے اس لیے کہ کسی کذاب کی روایت موضوع ہوتی ہے۔

اس قسم کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے: لَيَهبطنَّ عيسى ابن مريم حَكَماً و إماماً مقسِطاً ويسلكن فَجّاً حَاجاً أو معتمراً ولياتينَّ قبري حتى يسلِّمَ عَلَيَّ ولأَرُدَّنَّ عليه.

[المستدرک ٢: ٥٩٥]

''البتہ ضرور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ضرور نازل ہوں گے۔ منصف اور امام عادل ہوں گے اور البتہ وہ ضرور فج [ایک جگہ کا نام ہے] کے راستے پر حج یا عمرہ کے لیے چلیں گے اور بلاشبہ وہ میری قبر پر آئیں گے حتیٰ کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلاشک میں اُن کے سلام کا جواب دوں گا۔'' [تسکین الصدور: ٣٢٩]

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر اس روایت کو الجامع الصغیر کے حوالے سے درج کر کے لکھتے ہیں: یہ روایت مسند احمد ٢: ٢٩٠ اور مستدرک ٢: ٥٩٥ میں بھی ہے اور امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں۔ اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عند القبر آں حضرت ﷺ کا صلاۃ و سلام کا سماع متحقق ہے اور آپ ﷺ کا جواب دینا بھی ثابت ہے اور اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ [تسکین الصدور: ٣٢٩-٣٣٠]

شیخ الحدیث صاحب نے اس کی سند نہیں لکھی جو یہ ہے: محمد بن اسحاق عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عطاء مولیٰ ام حبیبہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً۔ [المستدرک ٢: ٥٩٥]

اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جن کی مٹی مولانا صاحب نے احسن الکلام ٢: ٧٨-٧٩ میں خوب پلید کی ہے۔ عجیب بات ہے کہ قراءت خلف الامام جیسے فرعی مسئلہ کی جس روایت میں محمد بن اسحاق موجود ہیں تو شیخ الحدیث صاحب اُنہیں دجال و کذاب کہہ کر اُس کی حدیث کو رد کر دیتے ہیں اور غیب و عقیدہ سے متعلق اُس کی روایت کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں اس لیے کہ:

- محمد بن اسحاق مدلس ہیں [تقریب التہذیب: ٤٩٨، ترجمہ: ٥٧٢٥] اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے جب کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین سے باہر کسی مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔
- محمد بن اسحاق اسے سعید بن ابی سعید مقبری سے نقل کرتے ہیں جو ثقہ تھے لیکن وفات سے چار سال قبل اِختلاط کا شکار ہو گئے۔ [تقریب التہذیب: ٢٧٠، ترجمہ: ٢٣٢١] یہ معلوم نہیں کہ اس شاگرد نے اپنے اس استاذ سے یہ روایت قبل از اختلاط سنی ہے یا بعد از اختلاط اس لیے اصول کے مطابق یہ روایت نا قابل استدلال ٹھہری۔
- کوئی نہیں جانتا کہ عطاء مولیٰ ام حبیبہ کون ہے۔

جواب دوں گا۔''

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں، زبیر بن بکار (١) نے اخبار مدینہ میں، ابن سعد (٢) نے طبقات میں اور دارمی (١) نے سنن میں سعید بن مسیّب کی زبانی اُن کا حال لکھا ہے کہ:

لقد رأيتُني ليالي الحَرَّةِ وما في مسجد رسول الله ﷺ غيري، وما يأتي وقت صلاةٍ إلَّا سمعتُ الأذان من القبر، ثم أتقدَّمُ فأقيم وأصلي، و إن أهل الشام ليدخلون المسجد زمراً فيقولون: أنظروا إلى الشيخ المجنون (٢).

---

(١) زبیر بن بکار بن عبد اللہ قرشی اسدی مکی ابو عبد اللہ، ١٧٢ھ = ٧٨٨ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سیدنا زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ تاریخ کے راوی اور اَنساب و اَخبارِ عرب کے عالم تھے۔ مکہ مکرمہ میں قضاء کے عہدہ پر فائز تھے جہاں ٢٥٦ھ = ٨٧٠ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ٢: ٣١١-٣١٢، الاعلام ٣: ٤٢]

(٢) محمد بن سعد بن منیع زہری، ابو عبد اللہ، ثقہ مؤرخ، حافظ حدیث اور قاضی محمد بن عمر واقدی کے کاتب و سیکرٹری تھے۔ بصرہ میں ١٦٨ھ = ٧٨٤ء کو اُن کی ولادت ہوئی۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ٢٣٠ھ = ٨٤٥ء کو وفات پائی۔ واقدی کے کاتب رہنے کے باوجود بھی اُن کی وثاقت اور عدل میں کوئی کمی تسلیم نہیں کی گئی۔

[تاریخ بغداد ٥: ٣٢١، الاعلام ٦: ١٣٧]

(١) عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن فضل بن بہرام، تیمی، دارمی، سمرقندی، ابو محمد، ١٨١ھ = ٧٩٧ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ حجاز، مصر، عراق اور خراسان تک حصولِ علم کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ سمرقند کے قاضی بنا دیے گئے۔ صرف ایک فیصلہ دیا اور مستعفی ہوئے۔ عالم و فاضل، محدث و مفسر اور فقیہ تھے۔ سمرقند میں علوم حدیث کی نشر و اشاعت کا سہرا اُن کے سر ہے۔ ٢٥٥ھ = ٨٦٩ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ٢: ٥٣٤، تہذیب التہذیب ٥: ٢٦١، الاعلام ٤: ٩٥]

(٢) سنن الدارمی ١: ٥٧، مقدمہ، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ [١٥] رقم: ٩٣، دلائل النبوۃ: ٥٦٧، رقم: ٥١٠، طبقات ابن سعد ٥: ١٣٢، تاریخ ابن ابی خیثمہ ٢: ١١٩-١٢٠، رقم: ٢٠١١، کرامات اولیاء اللہ عز و جل، لالکائی، ضمن شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ٢: ٤٢٤، رقم: ١٢٦، سیر اعلام النبلاء ٤: ٢٢٨، تاریخ اسلام، ذہبی ٦: ٣٧٥۔

امام دارمی نے باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ میں، حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور علامہ لالکائی نے کرامات اولیاء اللہ عز و جل میں اس روایت کو اس لیے درج کیا ہے کہ اس سے نبوت کے دلائل و معجزات یا اولیاءِ کرام کی کرامت کا استنباط کیا جا سکے۔ ہر باہوش عالم جانتا ہے کہ معجزہ معجزہ ہوتا ہے اور کرامت کرامت ہوتی ہے یہ کوئی ایسا عام قانون نہیں جس سے کسی اور مسئلے کا استنباط و اِخراج کیا جا سکے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

''جن ایام میں واقعہ حرہ پیش آیا مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی متنفس نہ تھا ان ایام میں جب نماز کا وقت آجاتا تو میں قبر مبارک سے اذان کو سنتا اس کے مطابق نماز ادا کرتا۔ تین دن تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہوئی میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سن کر اُٹھ کر اِقامت سے نماز پڑھتا تھا اور شام کے [باغی] باسی گروہ در گروہ مسجد کے اندر داخل ہو کر کہتے: اس پاگل کو دیکھو۔''

حیاۃ انبیاء پر ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (۱).

---

(۱) سورۃ آل عمران ۳:۱۶۹۔ حیاۃ شہداء کی جو تفصیل صحیح احادیث میں وارِد ہے اُس میں نہ تو دنیوی کا ذکر ہے اور نہ جسمانی کا بلکہ مطلق حیاۃ کا تذکرہ ہے اور اس پر اس طرح اجمالی ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ ان احادیث میں وارِد ہے اس میں اپنی طرف سے جسمانی اور دنیوی کا اِضافہ تحریف اور سینہ زوری ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا: أرواحهم في جوفِ طيرٍ خُضْرٍ، لهاقناديلُ معلقةٌ بالعرش، تَسرح من الجنة حيث شاء ت، ثم تأوي إلى تلك القَناديل، فاطَّلَعَ إليهم ربهم اطِّلاعَةً فقال: هل تشتهون شيئًا؟ قالوا: أيُّ شيءٍ نشتهي و نحن نسرح من الجنة حيث شئنا؟ ففعل ذلك بهم ثلاث مراتٍ، فلمَّا رأوا أنهم لن يتركوا مِن أن يُسألوا قالوا: يا ربِّ! نريدُ أن تَرُدَّ أرواحَنا في أجسادنا حتى نُقتَلَ في سبيلك مرةً أُخرى، فلما رأى أنْ ليس لهم حاجةٌ تُرِكُوا.

[صحیح مسلم ۳:۱۵۰۲-۱۵۰۳، کتاب الامارۃ [۳۳] باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون [۳۳] حدیث: ۱۲۱-[۱۸۸۷]

''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہوتی ہیں اور اُن کے لیے عرش کے ساتھ ساتھ کچھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں، وہاں سیر کرتی پھرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ اُن کے پروردگار نے اُن کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہم کس چیز کی خواہش کریں، ہم جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں اُن کے رب نے اُن سے تین بار یہی سوال کیا، اُنہوں نے جب دیکھا کہ جواب دیے بغیر کوئی چارہ نہیں تو کہا اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں ہماری جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم تیری راہ میں پھر جہاد کریں اور پھر شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھے گا کہ اُن کو کوئی اور حاجت نہیں، تو اُنہیں اُن کی حال پر چھوڑ دے گا۔''

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔''

جب شہیدوں کو یہ معزز حیات عطا ہوئی تو انبیاء علیہم السلام بدرجہ اَولیٰ اس کے مستحق ہیں کیوں کہ وہ زیادہ محترم و بزرگ ہیں۔ دوسرے یہ کہ اکثر انبیاء وصفِ نبوت کے ساتھ وصفِ

...... سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ ملے اور پوچھا:

یاجابرُ! مالي أراك منكسراً؟ قلتُ: يارسولَ الله استُشهِدَ أبي قُتِلَ يومَ أُحُدٍ، وترك عيالًا ودَيناً، قال: أفلا أُبشِّرُكَ بمالَقِيَ اللّٰهُ به أباك؟ قلتُ: بلى يارسولَ الله! قال: ما كَلَّمَ اللّٰهُ أحداً قَطُّ إلَّا من وراءِ حجاب، وأحيا أباكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحاً فقال: يا عبدي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ. قال: يا ربِّ تُحيِيني فأُقْتَلَ فيكَ ثانيَةً. قال الربُّ عزوجل: إنه قدسبق مني أنَّهُمْ إلَيْهَا لَا يُرْجِعُوْنَ، قال: وأُنزلت هذه الآية: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا. الآية.

[سنن ترمذی ۵:۲۱۵، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب [۴] تفسیر سورۃ آل عمران، حدیث: ۳۰۱۰]

''کیا بات ہے جابر! میں تمہیں شکستہ خاطر دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ دوں کہ اُس کی اللہ تعالیٰ سے کیسے ملاقات ہوئی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے سے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا پھر اُس سے رُودررُو بات کی اور پوچھا: کچھ آرزو کرو جو میں تمہیں عطاء کروں۔ تیرے باپ نے کہا: میرے پروردگار! مجھے دوبارہ زندگی دے تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات پہلے سے طے ہو چکی ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ راوی کہتا ہے: یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی۔''

ان روایات کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور اسی معنی میں شاعر نے کہا ہے:

لَیْسَ مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیْتٍ   اِنَّمَا الْمَیْتُ مَیِّتُ الْاَحْیَآءِ

''جو شخص مر کر راحت کی نیند سو گیا وہ درحقیقت مردہ نہیں ہے۔ حقیقتاً مردے وہ ہیں جو زندہ ہونے کے باوجود مردے بنے ہوئے ہیں۔''

Maktaba Tul Ishaat.com

شہادت کے بھی جامع ہیں اس لیے وہ بھی اس آیت کے عمومِ الفاظ میں داخل ہیں (۱)۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

۱۶- لأن أحلف تسعاً أن رسول الله ﷺ قُتِلَ قتلاً أحبُّ إليَّ من أن أحلف واحدةً أنه لم يقتل' وذلك أنَّ الله اتخذه نبيا واتخذه شهيداً (۲).

''مجھے رسول اللہ ﷺ کے قتل ہونے پر نو قسمیں کھانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اُن کے عدمِ قتل پر ایک قسم کھاؤں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مرض الوفاۃ میں فرماتے تھے کہ:

۱۷- لم أزل أجدُ ألم الطعام الذي أكلتُ بخيبر فهذا أوان انقطع أبهري من ذلك السم (۳).

---

(۱) بالکل درست! اس حیاۃ کا مطلب حیاۃِ برزخی ہے جو وفات پا جانے کے بعد عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئی اور جو شہداء کو بھی عطا ہوتی ہے بلکہ ایک درجہ کی برزخی حیاۃ تو سب ہی کو ملتی ہے کیوں کہ بغیر اس حیاۃ کے عذاب وثواب کا اِمکان ہی نہیں' ہاں! ہر طبقہ کی حیاۃ اُس کے درجہ اور شان کے مطابق ہوگی اور چونکہ انبیاء علیہم السلام سب سے اعلیٰ وارفع ہیں اس لیے اُن کی برزخی حیاۃ بھی سب سے حتیٰ کہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اَجسادِ مطہرہ بالکل جوں کے توں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور زمین اُن کو گلا نہیں سکتی جیسا کہ حدیث میں ہے:

إنَّ الله حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء.

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء [علیہم السلام] کے اجساد کو کھائے۔''

سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ [۲] باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ [۲۰۷] حدیث: ۱۰۴۷' باب فی الاستغفار [۳۶۱] حدیث: ۱۵۳۱' سنن النسائی' کتاب الجمعۃ [۱۴] باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ [۵] حدیث: ۱۳۷۴' سنن ابن ماجہ' کتاب الصلاۃ [۲] باب فی فضل الجمعۃ [۷۹] حدیث: ۱۰۸۵' سنن دارمی' کتاب الصلاۃ [۳] باب فی فضل الجمعۃ [۲۰۶] حدیث: ۱۵۷۲' مسند احمد ۴: ۸' شفاء السقام: ۳۹۳-۳۹۴

(۲) مسند ابی یعلیٰ ۹: ۱۳۲' حدیث: ۲۳۱-[۵۲۰۷] معجم کبیر طبرانی ۱۰: ۱۰۹' حدیث: ۱۰۰۱۹' دلائل النبوۃ بیہقی ۷: ۱۲۳

(۳) صحیح بخاری' کتاب المغازی [۶۴] باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ [۸۴] حدیث: ۴۴۲۸ تعلیقاً۔

''مجھے اس کھانے کا زہر جو میں نے خیبر میں کھایا تھا برابر محسوس ہوتا رہا یہاں تک کہ اب وہ وقت آ گیا کہ اس زہر سے میری شہ رگ کٹ جائے۔''

پس نصِ قرآن سے باعتبارِ عمومِ لفظ یا باعتبارِ مفہومِ موافقت کے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مزارِ مبارک میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی لکھتے ہیں: والأنبياءُ عليهم الصلاة والسلام بعد ما قُبِضُوا رُدَّتْ إليهم أرواحهم فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء (۱).

''انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی اَرواحِ طیبہ وفات کے بعد اُن میں لوٹا دی گئیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زندہ ہیں جیسے کہ شہداءِ کرام۔''

امام قرطبی (۲) نے حدیث الصعقۃ کے ذیل میں لکھا ہے کہ: إنَّ الموتَ ليس بعدمٍ محضٍ وإنما هو انتقالٌ من حالٍ إلى حال' ويدلُّ على ذلك أنَّ الشهداء بعد موتهم وقتلهم أحياءٌ يُرزَقون فرحين مستبشرين' وهذه صفة الأحياء في الدنيا' وإذا كان هذا في الشهداء كان الأنبياء بذلك أحق وأولى' مع أنه قد صحَّ عن النبي ﷺ أنَّ الأرضَ لا تأكل أجسادَ الأنبياء' وأن النبي ﷺ قد اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء وخصوصاً بموسى عليه السلام وقد أخبرنا النبي ﷺ بما يقتضي أنَّ الله تبارك وتعالى يردُّ عليه روحَهُ حتى يرد السلام على كل مَن يُسلِّم عليه إلى غير

---

(۱) الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد: ۳۶۵

حیاۃ شہداء کی تفصیل وتفسیر حدیث کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کر لی ہے جو ایک ایسی حیاۃ ہے جو زندوں کے شعور و اِدراک سے بالاتر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے رد ارواح کا تعلق غیب اور عقیدہ سے ہے جس کے لیے کسی صحیح قطعی نص کی ضرورت ہے۔ کسی کا قول اس سلسلے میں مفید نہیں۔

(۲) محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی ابو عبداللہ قرطبی' تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بہت بڑے مفسر اور صالح وعابد تھے۔ قرطبہ [اندلس] سے تعلق تھا۔ شرق اوسط کے اَسفار کیے۔ مصر کے شمال میں اسیوط کے مضافات میں منیۃ ابن خصیب میں اقامت پذیر ہے اور وہیں ۶۷۱ھ = ۱۲۷۳ء کو وفات پائی۔ سادہ اور متقشفانہ زندگی گزارتے تھے۔ ایک ہی کپڑا از یب تن فرمایا کرتے تھے۔

[نفح الطیب ۱: ۴۲۸' الاعلام ۵: ۳۲۲]

Maktaba Tul Ishaat.com

ذلك مما يحصلُ مِن جملته القطع بأنَّ موت الأنبياء إنما هو راجعٌ إلى أن غُيّبُوا عَنَّا بحيث لا نُدركهم، وإن كانوا موجودين أحياءَ، وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياءَ و لا يراهم أحدٌ من نوعنا إلَّا مَنْ خَصَّهُ الله بكرامة من أوليائه (۱).

''موت، عدم محض کونہیں کہتے بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنی موت اور قتل کیے جانے کے بعد زندہ ہیں، خوش ہیں اور خوش خبری سناتے ہیں (۲)۔ یہ دنیا میں زندہ لوگوں کی صفت ہے۔ جب شہداء کی یہ حالت ہے تو انبیاء علیہم السلام کو یہ زندگی بطریقہ اولیٰ حاصل ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجساد کو زمین نہیں کھاتی۔ یہ بھی صحیح روایات سے ثابت ہے کہ شب معراج کو رسول اللہ ﷺ کی دوسرے انبیاء سے آسمانوں پر ملاقات ہوئی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس کو اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ ان سب سے مجموعی طور پر یہ باب قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا مآل صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب ہیں کہ ہم ان کو نہیں پا سکتے، گو زندہ موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کہ وہ زندہ اور موجود ہیں (۳) مگر ہم میں سے کوئی اُنہیں نہیں دیکھ سکتا بجز اُن

(۱) کتاب التذکرۃ فی أحوال الموتی وأُمور الآخرۃ ۱:۴۵۹-۴۶۰

(۲) قرآن مجید نے خوش خبری سنانے کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اُنہیں رزق دی جاتی ہے اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۴]

جس کی تفصیل کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے لکھا ہے: أي: لاتُحِسُّونَ ولاتُدرِكونَ ماحالُهُم بالمشاعِرِ لأنها من أحوال البرزخِ التي لايُطَّلَعُ عليها، ولاطريق للعلم بها إلَّا بالوحي. [روح المعانی ۳:۲۲]

''یعنی تم اپنے حواس کے ذریعے اس کا احساس اور اِدراک نہیں کر سکتے اس لیے کہ یہ برزخ کے اَحوال ہیں جس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا اور جس کا علم صرف وحی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔''

(۳) یہ اصل میں اُن کے استاذِ محترم حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی [۵۷۸-۶۵۶ھ] کا ......

اولیاءِ کرام کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامات کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

البارزی (۱) سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا جانے کے بعد زندہ ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ بے شک! آپ زندہ ہیں (۲)۔

.... ارشاد ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: أنَّ موت الأنبياء إنما هو راجعٌ إلى أنهم غُيِّبُوا عنَّا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياءَ، وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياءَ، ولا يراهم أحدٌ من نوعنا إلَّامن خَصَّهُ الله بكرامة من أوليائه، وإذا تقرَّرَ أنهم أحياءٌ فَهُمْ فيما بين السماءِ والأرض.

[المُفهِمُ لما أشكَلَ من تلخيصِ كتاب مسلم ۶:۲۳۴، بذیل حدیث: ۲۲۹۱، کتاب الروح ۱:۲۴۶-۲۴۷]

اسی کے لگ بھگ حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ: وأمّا ﷺ كونه رأى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره، ورآه في السماء أيضاً فهذا لامُنافاةَ بينهما، فإنَّ أمرالأرواح من جنس أمرالملائكةِ، في اللحظة الواحدة تصعد، وتهبط كالملك، ليست في ذلك كالبدن. [مجموع الفتاویٰ ۴:۱۶۹]

روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۵]

''کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور تمہیں تو بس تھوڑا ہی سا علم عطا ہوا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا علم کسی کو دیا ہی نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اس سے بحث کر سکے؟ رہا ملائکہ کا موجود ہونے کے باوجود انسانوں کا انہیں نہ دیکھ سکنا سو عرض ہے کہ قطعی نصوص سے ثابت ہے کہ ملائکہ اس دنیا میں موجود ہیں اور رہے اَرواح تو اُن کے بارے میں کوئی صحیح نص موجود نہیں کہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں لیکن ہم اُنہیں نہیں دیکھ پاتے۔ یہ مسئلہ شرعی نص کا محتاج ہے۔ علماء کی آراء سے اسے ثابت نہیں کیا جا سکتا!!

(۱) البارزی کے نام کا کوئی عالم نہیں ملا۔ البتہ ابن البازری کے نام سے دو علماء مشہور ہیں: عبدالرحیم بن ابراہیم ابن ہبۃ اللہ جہنی [۶۰۸-۶۸۳ھ = ۱۲۱۱-۱۲۸۴ء] اور ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم بن ابراہیم جہنی [۶۴۵-۷۳۸ھ = ۱۲۴۸-۱۳۳۸ء] اور دونوں عالم و فاضل ہیں۔

(۲) حیات بعد الممات اور حیات فی القبر والبرزخ کا انکار کون کیوں کر سکتا ہے؟ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی [وفات: ۱۲۷۰ھ] لکھتے ہیں: والمراد بتلك الحياةِ نوعٌ من الحياةِ غيرمعقول لنا، وهي فوق حياة الشهداء بكثير، وحياة نبينا ﷺ أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام.

[روح المعانی ۲۱:۳۵۱، بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳:۴۰] ....

Maktaba Tul Ishaat.com

استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی (۱) — جو فقیہ، اصول کا عالم اور شافعی المسلک تھے — نے أجوبةُ مسائل الجاجرميين میں لکھا ہے کہ: ہمارے اصحاب میں سے اربابِ تحقیق متکلمین کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اپنی امت کی نیکی سے خوش اور گناہ سے غمگین ہوتے ہیں (۲)۔ اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود بھیجتا ہے اُس کا درود آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور فرمایا ہے کہ انبیاء نہ سڑتے گلتے ہیں اور نہ زمین اُن کا کوئی جزو کھا سکتی ہے (۳)۔ دیکھو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں فوت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی

..... ''اور اُس [قبر کی] حیات سے مراد حیات کی ایک ایسی قسم ہے جو ہماری عقل و سمجھ سے بالاتر ہے، جو شہداء کی حیات سے بھی بڑھ کر ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی حیات سارے انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل و اتم ہے۔''

(۱) عبد القاہر بن طاہر بن محمد بن عبد اللہ بغدادی، تمیمی اسفرائینی، ابو منصور، محقق اور اصول الدین کے ماہر عالم تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بغداد میں پلے بڑھے۔ سترہ مختلف علوم و فنون کا درس دیا کرتے تھے۔ خراسان چلے گئے۔ نیشاپور میں رہائش اختیار کی۔ ۴۲۹ھ = ۱۰۳۷ء کو اسفرائین میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۲۰۳، الاعلام ۴: ۴۸]

(۲) استاذ عبد القاہر بغدادی نے اس کیفیت پر کوئی شرعی دلیل پیش نہیں کی ہے۔

(۳) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: والنبي ﷺ فمفارقٌ لسائر أمته في ذلك فلا يُبْلَى، ولا تأكل الأرض جَسَدَهُ، ولا يتغَيَّرُ ريحه، بل هو الآن وما زال أطيبَ ريحاً من المِسك، و هو حيٌّ في لحده حياةً مثله في البرزخ، التي هي أكملُ من حياةِ سائرالنبيين، و حياتُهم بلا ريب أتَمُّ وأشرفُ من حياة الشهداء الذين هُم بِنَصِّ الكتاب اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، و هؤلاء حياتهم الآن التي في عالم البرزخِ حَقٌّ، و لكن ليست هي حَيَاةَ الدُّنيا من كل وجه، و لا حياةَ أهلِ الجنة من كل وجهٍ، و لهم شِبْهٌ بحياةِ أهل الكهفِ. [سیر اعلام النبلاء ۹: ۱۶۱]

''نبی اکرم ﷺ اس معاملہ میں ساری امت سے جدا ہیں۔ آپ ﷺ کا جسد مبارک نہ تو پرانا ہوتا ہے اور نہ مٹی اس کو کھاتی ہے۔ آپ ﷺ کی خوش بو بھی متغیر نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ کے لیے مشک سے زیادہ معطر اور خوش بودار ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات جس طرح برزخ میں ہے جو کہ تمام انبیاء سے اکمل ہے اسی طرح لحد مبارک میں بھی آپ ﷺ کا جسدِ اطہر بھی زندہ [تر و تازہ] ہے اور اُن کی حیات میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ وہ حیاتِ شہداء سے بھی اتم اور اشرف ہے جن کی حیات کے بارے میں قرآن مجید میں نص آئی ہے: اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. [سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۹]''۔

کہ میں نے اُنہیں قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اور حدیثِ معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا اور اُنہوں نے آپ ﷺ کے حق میں فرمایا:

مرحباً بالإبن الصالح و النبي الصالح.

''اے نیک فرزند اور نیک نبی! خوش رہو۔''

جب ہمارے ہاں اصولی طور پر یہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور اپنی نبوت پر بدستور قائم ہیں (۱)۔

..... علامہ نعمان خیر الدین بن سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: نعتقِدُ أنَّ الأنبياء عليهم السلام جميعُهم طَرِيُّونَ، لا تأكلُ الأرضُ أجسادَهُم الشَّرِيفَةَ للأحاديث الواردةِ في ذلك.
[جلاء العینین بمحاکمۃ الاحمدین: ۵۲۸]

''ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ تر و تازہ ہیں۔ اُن کے اَجسادِ مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی اس لیے کہ اس بارے میں کئی اَحادیث وارد ہیں۔''

(۱) علامہ سبکی لکھتے ہیں: إنكار الرسالة بعد الموت معزوة إلى الأشعري، وهي من الكذب عليه.
[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳: ۳۸۴]

''امام اشعری کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وفات کے بعد رسالت باقی نہیں رہی، لیکن یہ نسبت جھوٹی ہے۔''

اور امام قشیری کی کتاب شكاية أهل السنة کے حوالے سے لکھتے ہیں: فأمّا ما حكي عنه و أصحابه أنهم يقولون: إنَّ محمداً ﷺ ليس بنبيٍ في قبره، ولا رسولٍ بعد موته، فبهتانٌ عظيمٌ، و كذبٌ محضٌ، لم ينطق منهم أحد، ولا سُمِعَ في مجلس مناظَرةٍ عنهم، ولا وُجِدَ ذلك في كتاب لهم، و كيف يصح ذلك و عندهم محمد ﷺ حيٌّ في قبره؟ [شكاية أهل السنة: ۱۰، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳: ۴۰۶]

..... ''امام ابو الحسن اشعری کی طرف یہ بات جو منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں رسول اور نبی نہیں رہے، سو یہ اُن پر ایک بہتانِ عظیم باندھی گئی ہے اور یہ خالص جھوٹ ہے، جو ہرگز آپ نے نہیں کہا، نہ اُن سے کسی مناظرہ کی مجلس میں سنا گیا اور نہ اُن میں سے کسی کی کتاب میں پایا گیا ہے، اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے جب کہ اُن کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔''

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: قلتُ: و أمّا ما نُسِبَ إلى الإمام الأشعري إمام أهل السنة و الجماعة من إنكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراءٌ و بهتانٌ، و المصَرَّحُ به في كتبه و كتب أصحابه خلاف .....

Maktaba Tul Ishaat.com

شیخ السنۃ، حافظ ابوبکر بیہقی نے کتاب الاعتقاد (۱) میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں وفات کے بعد اُن کے اَجسام میں پھر واپس کردی گئیں (۲) چنانچہ وہ اپنے رب کے نزدیک شہداء کی طرح زندہ ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے معراج میں کئی انبیاء کو دیکھا اور نماز میں اُن کی امامت کی اور یہ خبر دی ہے ـــ اور آپ ﷺ کی خبر سچی ہے ـــ کہ ہمارا درود آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارا اسلام آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اَجساد کو کھانا زمین پر حرام کیا ہے۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات کے ثبوت میں ایک جداگانہ کتاب لکھی ہے (۳) اور بیان کیا ہے کہ: وهُوَ ﷺ بعدَ ما قُبِضَ نبيُّ اللّٰهِ ورسولهُ وصَفِيُّهُ وخيرتهُ من خلقه (۴).

......مانسب إليه بعض أعدائه'لأنَّ الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أحياءٌ في قبورهم.

[ردالمحتار ۳:۲۵۹]

"میں کہتا ہوں کہ امام اہل سنت وجماعت امام اَشعری کی طرف جو اس [رسالت] کا انکار موت کے بعد منسوب ہے، وہ اِفتراء اور بہتان ہے۔ اُن کی اور اَشاعرہ کی کتابوں میں اس بات کے خلاف تصریح پائی جاتی ہے جو اُن کے دشمنوں نے اُن کی طرف منسوب کردیا ہے، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

(۱) الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد: ۳۶۵-۳۶۸

(۲) یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اس کے لیے کسی ظنی دلیل کے بجائے قطعی دلیل کی ضرورت ہے۔

(۳) اس کتاب کا نام حياةُ الأنبياء عليهم السّلام بعد وفاتهم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس کا ترجمہ اور احادیث کی تحقیق کرکے اسے کئی بار شائع کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وهذه الحياةُ ليست حياةٌ دنيويةٌ، إنَّما هي أُخرويةٌ.

[فتح الباری ۷:۴، کتاب فضائل الصحابۃ [۶۲] باب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۱]

"اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلکہ اُخروی ہے۔"

انہوں نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لأنه ﷺ بعدموته وإن كان حيًّا فهي حياةٌ أخرويةٌ لاتُشبِهُ الحياةَ الدنيا. [فتح الباری ۷:۳۴۹]

"کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ دوسری قسم کی حیات ہے، وہ دنیا کی حیات جیسی نہیں۔"

(۴) الحاوی للفتاوی ۲:۱۴۹

"رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے نبی، رسول، صفی اور بہترینِ خلق ہیں۔"

شیخ عفیف الدین یافعی (۱) نے کہا ہے کہ: اولیاء اللہ پر ایسی ایسی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں جن سے وہ آسمان وزمین کے عجائبات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو زندہ دیکھتے ہیں (۲) جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں زندہ دیکھا اور شیخ موصوف نے کہا ہے کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جو امر انبیاء علیہم السلام کے لیے بطورِ معجزہ کے جائز ہے وہ اولیاءِ کرام کے لیے بطورِ کرامت کے جائز ہے بشرطے کہ تحدی نہ ہو اور کہتے ہیں کہ سوائے جاہل کے اور کوئی اس کا انکار نہیں کرتا۔

علماء کے نصوص دربارۂ حیاتِ انبیاء بکثرت ہیں لیکن اتنے ہی پر اِکتفا کرتے ہیں۔

فصل

رہی دوسری حدیث سوا سے احمد نے اپنی مسند میں، ابوداود نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب

(۱) عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی عفیف الدین، مؤرخ، باحث، صوفی اور شافعی تھے۔ یافع بن حمیر کی نسبت سے یافعی کہلاتے ہیں۔ ۶۹۸ھ = ۱۲۹۸ء کو عدن میں پیدا ہوئے۔ ۷۱۲ھ میں حج کرکے یمن واپس آئے۔ ۷۱۸ھ کو مکہ مکرمہ تشریف لے گئے جہاں اپنی وفات ۷۶۸ھ = ۱۳۶۷ء تک رہے۔

[الدررالکامنۃ ۲:۲۴۷، الاعلام ۴:۷۲]

(۲) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: والذي يغلبُ على الظن أنَّ رؤيته ﷺ بعد وفاته بالبصر ليست كالرؤية المتعارَفة عندالناس من رؤيةِ بعضهم لبعضٍ، وإنما هي جمعيَّةٌ حاليةٌ وحالةٌ برزخيةٌ وأمرٌ وِجدانيٌّ لا يَدْرِكُ حقيقَتَهُ إلَّا مَن باشَرَهُ، و لِشَدَّةِ شبه تلك الرؤية بالرؤيةِ البصرية المتعارفة يَشْتَبِهُ الأمرُ على كثير من الرائين، فيظُنُّ أنه رآهُ ﷺ بِبَصَرِهِ الرؤية المتعارفة، وليس كذلك. [روح المعانی ۲۱:۳۴۸]

"غالب گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وفات پاجانے کے بعد انہیں دیکھنا لوگوں کے آپس میں متعارَف دیکھنے کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاطر جمعی، حال برزخی اور ایک وِجدانی امر ہے جس کا اِدراک وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کا یہ مشاہدہ رہا ہو اور چونکہ یہ متعارَف اور آنکھوں سے دیکھنے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لیے بہت سے دیکھنے والے اس گمان میں پڑ جاتے ہیں کہ اُنہوں نے واقعی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ایسا کچھ ہوتا نہیں۔"

Maktaba Tul Ishaat.com

الایمان میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن مغربی نے حیوۃ بن شریح' انہوں نے ابو صخرہ سے' انہوں نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے اور انہوں نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِن أحدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ إِلَيَّ رُوحِي حَتّٰى أَرُدَّ عليه السلام (۱).

''جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دے گا یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دوں گا۔''

بظاہر اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پرفتوح بعض اوقات آپ کے جسدِ اَطہر سے جدا ہوتی ہے [اس لیے کہ اس میں لوٹانے کے الفاظ موجود ہیں] یہ مضمون سابقہ احادیث کے خلاف ہے۔ میں نے اس میں خوب غور و فکر کیا تو مجھے اس کے کئی جواب سوجھے جو یہ ہیں:

–۱: سب سے کمزور جواب یہ ہے کہ اس بات کا دعویٰ کیا جائے کہ راوی کو حدیث کے کسی لفظ میں وہم ہوگیا ہے، جس سے یہ اِشکال پیدا ہوا ہے چنانچہ علماء نے بہت سی حدیثوں کے بارے میں ایسا ہی دعویٰ کیا ہے لیکن چونکہ اصل اس کے خلاف ہے اس لیے یہ دعویٰ قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتا۔

–۲: سب سے قوی جواب جس کو صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس کو عربی زبان میں کمال حاصل ہو، یہ ہے کہ رَدَّ اللہ جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فعل ماضی حال واقع ہوتا ہے تو اس میں لفظ قَدْ مقدر مانا جاتا ہے جیسے آیت کریمہ:

اَوْ جَآءُوْا حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (۲).

میں مقدر مانا گیا ہے یعنی قَدْ حَصِرَتْ۔ پس اسی طرح حدیث کے اِس جملہ میں بھی قَدْ مقدر مانا جائے گا اور چونکہ جملہ ماضی کا ہے اس لیے اس کا وقوع اُس سلام سے پہلے مقدّم ہوگا جو ہر شخص سے صادر ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حَتّٰی تعلیلیہ نہیں ہے بلکہ واوٗ کے معنیٰ میں مجرد حرفِ عطف

(۱) مسند احمد ۲: ۵۲۷' سنن ابی داوٗد' کتاب المناسک [۵] باب زیارۃ القبور [۱۰۰] حدیث: ۲۰۴۱' مسند اسحاق ابن راہویہ ۱: ۴۵۳' حدیث: ۵۲۶' السنن الکبریٰ' بیہقی ۵: ۲۴۵' شعب الایمان ۳: ۴۹۱: حدیث: ۴۱۶۱۔

(۲) سورۃ النساء ۴: ۹۰

ہے۔ اس تقدیر کے لحاظ سے حدیثِ مذکور کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر ایک شخص کا مجھ پر سلام بھیجنا اس حالت میں ہوگا کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری روح میرے جسم میں واپس آچکی ہوگی اور میں اُس کے سلام کا جواب دوں گا۔

ہماری اس تقریر سے اِشکال کا بالکلیہ استیصال ہوجاتا ہے جو صرف اس خیال سے پیدا ہوتا ہے کہ رَدَّ اللہ کا جملہ حال یا اِستقبال کے معنیٰ میں اور حَتّٰی کو تعلیلیہ مانا جائے اور جب اِن دونوں لفظوں میں تاویل کردی گئی تو صحیح معنیٰ نکل آیا۔

ہماری اس تقریر کی تائید اس معنوی حیثیت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر لفظِ رَدّ حال یا استقبال کے معنیٰ میں لیا جائے تو سلام کی تکرار سے رَدّ کی تکرار اور رَدّ کی تکرار سے مفارَقتِ روح کی تکرار لازم آئے گی اور تکرارِ مفارَقت سے کئی محذور لازم آئیں گے۔

–اول: یہ کہ روح کے بار بار نکلنے سے جسدِ اَطہر کو اذیت ہوگی اور اگر اذیت نہ ہوگی تو تعظیم و تکریم کے خلاف بات پائی جائے گی۔

–دوم: روح کا بار بار نکلنا اور واپس لوٹ آنا شہداء کی شان کے خلاف ہے کیوں کہ ان میں سے کسی کے لیے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ اُس کی روح عالم برزخ میں بار بار نکلتی اور عود کرتی ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ، جن کا درجہ سب سے اعلیٰ' اَولیٰ اور اَرفع ہے، بدرجہ اَولیٰ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کی روح مبارک ہمیشہ جسدِ اَطہر میں رہے۔

–سوم: یہ کہ یہ بات قرآن مجید کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآن مجید سے صرف دو موت اور دو حیات کا پتا چلتا ہے (۱) اور ردِّ روح کی تکرار بہت سی موت اور حیات کو مستلزم ہے جو باطل ہے۔

–چہارم: یہ کہ یہ امر سابقہ احادیث متواترہ کے خلاف ہے اور جو امر قرآن مجید اور متواتر احادیث

(۱) اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ . [سورۃ حم المؤمن ۴۰: ۱۱]
''[وہ کہیں گے کہ] اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی۔''
دو بار موت سے ایک تو وہ حالتِ موت مراد ہے جو اِس دنیا میں وجود پذیر ہونے سے پہلے انسان پر طاری ہوتی ہے اور دوسری وہ موت ہے جس سے ہر زندہ کو لازماً دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح زندگی ایک تو وہ ہے جو اس دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور دوسرہ وہ جو قیامت کو حاصل ہوگی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

کے خلاف ہو اُس کی اگر تاویل ہو سکے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث میں وہ تاویل کی جائے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے۔

۔۳: لفظ رَدّ بعض اوقات مفارقت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس سے کنایۃً مطلق صیرورت مراد ہوتی ہے جیسا کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کے اس کلام میں ہے:

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (۱).

"ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاتے اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں۔"

کہا جاتا ہے کہ اس میں لفظِ عود سے مطلق صیرورت مراد ہے نہ کہ منتقل ہونے کے بعد عود کرنا اس لیے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کبھی اُن کی ملت میں داخل ہی نہیں ہوئے تھے (۲)۔

اس تقریر پر حدیث مذکور میں لفظ رَدّ کا استعمال اس لیے مستحسن ہوا کہ اس میں اور مابعد کے جملہ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ میں لفظی مناسبت ملحوظ تھی اس لیے لفظ رَدّ کا ذکر صدرِ حدیث میں آخرِ حدیث کی مناسبت سے ہوا ہے۔

۔۴: سب سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ ردِ روح سے یہ مراد نہیں ہے کہ روح بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر اس میں واپس کی جاتی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ برزخ میں اَحوالِ ملکوت میں مشغول اور مشاہدۂ ربانی میں مستغرق ہیں جیسے آپ ﷺ کی حالت دنیا میں وحی کے وقت اور دوسرے اوقات میں تھی۔ پس آپ کے اِفاقہ کو ردِ روح سے تعبیر کیا گیا اور یہی قول علماء کا اس لفظ میں ہے جو معراج کے بعض اَحادیث میں واقع ہوا ہے کہ:

فاستَيقظتُ وإذا أنا بِالمسجدِ الحرام (۳).

"میں بیدار ہوتے ہی مسجدِ حرام میں تھا۔"

(۱) سورۃ الاعراف ۷:۸۹

(۲) لفظ عود کا اِطلاق و استعمال پہلی مرتبہ کسی کام کے کرنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ امام واحدی نے سورۃ الاعراف ۷:۸۹ کے تحت لکھا ہے کہ: معنى العودِ هاهنا: الإبتداء. [التفسیر البسیط ۹:۲۳۲]

(۳) ان الفاظ میں یہ روایت تلاشِ بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔

یہاں اِستیقاظ سے مراد نیند سے بیدار ہونا نہیں ہے اس لیے کہ معراج خواب میں نہیں ہوئی ہے بلکہ عجائبات ملکوت کی غفلت و غشی سے اِفاقہ میں آنا مراد ہے۔ پہلے اگرچہ میں نے دوسرے جواب کو ترجیح دی تھی لیکن اب میرے نزدیک لفظ رَدّ کے سب جوابوں سے یہ جواب زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔

۔۵: یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ ردِ روح استمرار کو مستلزم ہے اس لیے کہ کوئی وقت اَطرافِ عالم میں کسی درود بھیجنے والے سے خالی نہ ہوگا پس لامحالہ کوئی زمانہ ایسا نہیں نکلے گا جس میں روح بدن سے جدا ہو۔

۔۶: یہ توجیہ بھی کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے اس امر کی وحی ہوئی تھی اس لیے آپ نے اس کی خبر دی جس کے بعد یہ وحی ہوئی کہ آپ اپنی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اس لیے آپ نے یہ خبر دے دی لہٰذا ان دونوں خبروں میں کوئی تعارُض نہیں اس لیے کہ خبرِ ثانی خبرِ اول سے مؤخر ہے۔

یہ وہ جوابات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اِلقاء فرمائے ہیں اور اِن میں سے کوئی جواب ایسا نہیں ہے جو کسی سے منقول ہو۔ اس طرح لکھنے کے بعد میں نے شیخ تاج الدین فاکہانی مالکی (۱) کی کتاب الفجرُ المنير فيما فضل به البشير النذير (۲) دیکھی تو اس میں حسبِ ذیل تقریر نظر آئی: ہم کو ترمذی کی یہ روایت پہنچی ہے:

ما مِن أحدٍ يُسلِّمُ عَلَيَّ إلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ روحِي حتى أَرُدَّ عليه السلام.

"جب کوئی مجھ پر درود بھیجے گا، میری روح مجھ پر لوٹائی جائے گی یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دوں۔"

اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اس لیے کہ دن رات

(۱) عمر بن علی بن سالم بن صدقہ لخمی اسکندری تاج الدین فاکہانی مالکی۔ ۶۵۴ھ=۱۲۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ نحو کے بہت بڑے عالم تھے۔ اسکندریہ سے تعلق تھا۔ حافظ ابن کثیر سے اُن کی ملاقاتیں رہی ہیں اور آپس میں اِفادہ اور اِستفادہ بھی ہوتا رہا ہے۔ ۷۳۴ھ=۱۳۳۴ء کو وفات پائی۔

[البدایۃ والنہایۃ ۱۴:۱۶۱، الاعلام ۵:۵۶]

(۲) کتاب کا نام الفجرُ المنير في الصلاة على البشير النذير ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

میں کوئی ایسا وقت نہیں ہوتا جس میں کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام نہ پڑھتا ہو۔ اگر کوئی یہ سوال اُٹھائے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹائے گا۔" حیاتِ دائمی کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتا اور اس سے ایک ساعت سے کم مدت میں متعدد حیات اور وفات کا لازم ہونا آتا ہے اس لیے کہ جیسا اوپر بیان ہوا، کوئی زمانہ سلام بھیجنے والوں سے خالی نہیں ہے بلکہ ایک وقت میں رسول اللہ ﷺ پر بے شمار سلام بھیجے جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں روح سے مجازاً نطق مراد ہے، پس گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے نطق کو مجھ پر لوٹائے گا۔ گو آپ ہر وقت زندہ ہیں لیکن حیات کے ساتھ نطق کا وجود لازمی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سلام بھیجنے والے کے سلام کے وقت آپ کے نطق کو آپ کی طرف لوٹاتا ہے۔ علامتِ مجاز یہ ہے کہ نطق بالفعل یا بالقوۃ اور روح دونوں آپس میں متلازِم ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ایک تلازُم کو دوسرے تلازُم کے ساتھ تعبیر فرمایا جس کا ثبوت یہ ہے کہ بموجب آیت کریمہ رَبَّنَـا اَمَتَّنَـا اثْنَتَيْـنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (1). روح کا عود صرف دو ہی مرتبہ ثابت ہے لہٰذا حدیث مذکور میں روح سے نطق مراد ہے۔

شیخ تاج الدین کا یہ جواب ہمارے مذکورہ بالا جوابات سے بالکل جداگانہ ہے۔ اگر یہ جواب تسلیم کر لیا جائے تو یہ ساتواں جواب ہوگا لیکن میرے نزدیک یہ جواب اس لیے نادرست ہے کہ اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ برزخ میں زندہ رہنے کے باوجود بعض اوقات نطق سے محروم کیے گئے ہیں اور وہ نطق آپ کو اُس وقت لوٹا دیا جاتا ہے جب کوئی شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ یہ مفہوم بہت قبیح بلکہ ممنوع ہے کیوں کہ عقل و نقل اس کے برخلاف شاہد ہے۔

دلیلِ نقلی یہ ہے کہ جو دلائل اور نشانیاں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے برزخی حالات کی نسبت وارِد ہوئی ہیں وہ اس اس سلسلے میں تصریح کرتی ہیں کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برزخ میں بولتے ہیں اور انہیں بات کرنے سے نہیں روکا گیا ہے بلکہ سارے مؤمن اور شہداء بھی برزخ میں اپنی مرضی کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ انہیں کسی بات سے محروم نہیں کیا گیا

(1) سورۃ حم المؤمن ۴۰:۱۱

اور کسی کی نسبت یہ نہیں آیا ہے کہ اُسے برزخ میں گویائی سے محروم کیا گیا ہے بجز اُس شخص کے جو بلا وصیت مرا ہو جیسا کہ ابوالشیخ نے کتاب الوصایا میں قیس بن قبیصۃ رضی اللہ عنہ (1) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۸- مَنْ لم يُوصِ لَمْ يُؤْذَن له في الكلام مع الموتَى‘قيل:يارسولَ الله!وهل يَتَكَلَّمُ الموتَى؟قال:نعم‘ويتزاورون (2).

"جو شخص وصیت کیے بغیر مرا ہوگا اُس کو مُردوں سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! کیا مُردے بات کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اور باہم ملاقات بھی کرتے ہیں۔"

شیخ تقی الدین سبکی نے کہا ہے کہ انبیاء اور شہداء اپنی اپنی قبروں میں ویسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں زندہ تھے، چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس پر شاہد ہے کیوں کہ نماز کے لیے زندہ جسم درکار ہے اسی طرح وہ صفات جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت قصہ معراج میں وارِد ہوئی ہیں وہ سب اَجسام کی صفات ہیں مگر اِس حیات کے حیات حقیقی ہونے سے یہ لازِم نہیں آتا کہ جس طرح دنیا میں کھانے پینے کی حاجت تھی ویسے ہی آخرت میں بھی ہو۔ البتہ اِدراکات مثلاً علم

(1) حافظ ابن الاثیر اور حافظ ابن حجر نے عبدان مروزی کے حوالہ سے انہیں صحابہ کرام میں سے تسلیم کیا ہے۔
[اسد الغابۃ: ۴:۱۰۲۴، ترجمہ: ۴۳۹۱، الاصابۃ ۳:۲۵۷، ترجمہ: ۷۲۲۲]

(2) اسد الغابۃ: ۴:۱۰۲۴، ترجمہ: ۴۳۹۱، اہوال القبور: ۱۵۹، الاصابۃ ۳:۲۵۷، ترجمہ: ۷۲۲۲
حافظ ابن رجب لکھتے ہیں: قال أبو أحمد الحاكم: هذا حديثٌ منكرٌ، وأبو محمد هذا رجلٌ مجهولٌ.
[اہوال القبور: ۱۵۹]
"ابو احمد حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اور اس کا راوی ابو محمد کوفی مجہول ہے۔"
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ابو محمد کوفی نے ابن المنکدر سے یہ منکر روایت نقل کی ہے۔
[المقتنی فی سرد الکنی ۲:۵۸، ت: ۵۵۴۰]
یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ خبر باطل ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۵۷۰، ت: ۱۰۵۶۹]
یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ خبر موضوع ہے۔ [المغنی فی الضعفاء ۲:۸۰۶، ت: ۷۷۰۵]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔ [الاصابۃ ۳:۲۵۷، ت: ۷۲۲۲]

Maktaba Tul Ishaat.com

وسماع یہ بے شک انبیاء علیہم السلام اور تمام مُردوں کے لیے ثابت ہیں (١)۔

دلیلِ عقلی یہ ہے کہ نطق سے بعض اَوقات روکنا ایک قسم کی قید و تعذیب ہے اسی لیے تارکِ وصیت کو یہ سزا دی گئی ہے (٢) اور رسول اللہ ﷺ اس سے منزہ ہیں لہٰذا آپ کو وفات کے بعد ہرگز کسی طرح قید لاحق نہیں ہو سکتی، چنانچہ آپ نے خود مرض الوفاۃ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (٣) سے فرمایا تھا:

-١٩: لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ (٤).

''آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی سختی نہیں ہوگی۔''

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جب شہداء اور مؤمنین بجز مستثنیٰ لوگوں کے ممانعتِ نطق کی سزا کسی کو نہیں دی گئی تو رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ کیوں کر درست ہوگا۔

-٧: شیخ تقی الدین سبکی کے کلام سے ایک اور جواب نکلتا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ روح سے نطق

---

(١) شِفاءُ السقام في زيارةِ خيرِ الأنام ﷺ: ٤٠٩

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام قبر و برزخ میں زندہ ہیں۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا لیکن اس کی پوری کیفیت اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فرمایا ہے اسی طرح ردِ روح اور اعادہ روح سے جو مراد ہے وہ حق ہے۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا لیکن اُس کی کیفیت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ہمارے پاس اس کی کوئی تفصیل شرعی نصوص میں موجود نہیں۔

(٢) حافظ سیوطی کی حالت بڑی عجیب و غریب ہے۔ حدیث کی اِسنادی تحقیق کیے بغیر اُس سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ روایت منکر اور موضوع ہے جیسا کہ حافظ ابن رجب، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریحات پہلے پیش کی گئی ہیں۔

(٣) فاطمہ بنت سید البشر محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب رسول اللہ ﷺ ہاشمیہ قرشیہ، سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ نہایت قابل، لائق اور فصیح و بلیغ تھیں۔ ١٨ سال کی عمر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی شادی ہوئی۔ سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہم کی والدہ محترمہ ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ٦ ماہ تک زندہ رہیں۔ ١١ھ=٦٣٢ء کو وفات پا گئیں۔

[اسد الغابۃ: ١٥٦٣، ترجمہ: ٧١٨٦، الاعلام ٥: ١٣٢]

(٤) صحیح بخاری، کتاب المغازی [٦٤] باب مرض النبی ووفاتہ ﷺ [٨٤] حدیث: ٤٤٦٢

اور رد سے استمرار بلا مفارقت مراد ہے، جیسا کہ ہم نے جوابِ سوم میں بیان کیا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اِس تقدیر پر حدیث میں دو مجاز ہیں: ایک لفظِ رد میں اور دوسرا لفظ روح میں (١)۔ پہلا استعارہ تشبیہیہ ہے اور دوسرا مرسل ہے جب کہ ہمارے جوابِ سوم کی تقریر میں صرف ایک مجاز لفظ رد میں مانا گیا ہے۔

-٨: جوابِ مذکور سے ایک دوسرا جواب یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ روح سے کنایۃً سمع مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اِس سمع کو - جو خارقِ عادت ہے - آپ پر رد کر دے گا جس سے آپ کسی مسلمان کا سلام دور سے بھی سن لیں گے اور اس کے آپ تک پہنچنے میں قاصد کی وساطت کی ضرورت نہ پڑے گی (٢)۔ اس سے معمولی سمع مراد نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں ایسی حالت ہوتی تھی جس میں آپ کی سماعت خارقِ عادت ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ آسمان کے اوپر کی آواز سُن لیا کرتے تھے جیسا کہ کتاب المعجزات میں بیان کیا گیا ہے (٣) اور آپ کی یہ سماعت بعض اوقات آپ سے منفک ہو جاتی تھی اور پھر عود کر آتی تھی۔ اس میں کوئی بُعد نہیں ہے اور آپ کی برزخی اور دنیاوی حالت برابر ہے (٤)۔

-٩: آٹھویں جواب سے ایک اور جواب یہ بھی نکلتا ہے کہ روح سے معمولی سمع مراد ہے اور ردِ

---

(١) روح سے نطق مراد لینے میں یہ اِشکال پھر بھی باقی ہے کہ لمحہ نطق آجا تا رہا ہے۔ دفن نبوی سے لے کر آج تک مسلسل دن رات میں کوئی ایسا لمحہ نہیں ملے گا جس میں ہزاروں لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام نہ بھیج رہے ہوں اور آپ مسلسل وعلیکم السلام وعلیکم السلام وعلیکم السلام ہی ہر لمحہ بلا توقف فرماتے رہیں اور یہ بھی ایک مستقل باعثِ کوفت ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ برزخ اور قبر کے معاملات مدرَک بالقیاس نہیں بلکہ اِدراک و قیاس سے باہر ہیں۔ اس لیے اَسلم و اَصلح یہی ہے کہ اس کی کیفیت اور تفصیل سے بحث نہ کی جائے اور اس سلسلے میں یہی اجمالی ایمان کافی ہے کہ حياةُ القبر و كذا جزاؤه وعذابه حقٌّ.

(٢) اِس تاویل سے کسی عقیدہ کا ثبوت کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ عقیدہ میں قطعی نص کی ضرورت ہوتی ہے۔

(٣) معجزہ سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا۔ یہاں معجزہ کی نہیں بلکہ عام حالات کی بات ہو رہی ہے۔

(٤) سید آلوسی نے وسیلہ کے بحث کے تحت لکھا ہے کہ: وتَساوِي حالتَي حياته ووفاته في هذا الشان يحتاج إلى نص. [روح المعانی ٧: ١٧٦، بذیل تفسیر سورۃ المائدۃ ٥: ٣٥]

''آپ کے حالات حیات اور وفات دونوں کی یکسانی اس معاملے میں محتاجِ نص ہے۔''

Maktaba Tul Ishaat.com

روح سے استغراقِ ملکوتی اور مشاہدۂ خاص سے ہوش میں آنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی آپ پر سلام بھیجے گا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیں گے اور جب جواب سے فارغ ہوں گے تو پھر اپنے استغراق اور مشاہدے میں مصروف ہو جائیں گے (۱)۔

—۱۰: نویں جواب سے ایک جواب یہ بھی نکلتا ہے کہ ردروح سے ایسے کاموں سے آزاد اور فارغ البال ہونا مراد ہے جن میں آپ عالمِ برزخ میں مشغول رہا کرتے ہیں، مثلاً امت کے اعمال پر نظر کرنا (۲) اُس کے لیے گناہوں سے مغفرت چاہنا (۳) اس کے لیے دفع بلیات کی دعاء کرنا،

---

(۱) غیب سے متعلق کسی چیز کے بارے میں اس قسم کی تأویلات کسی عالم دین کے شایانِ شان نہیں لگتے۔ حافظ سیوطیؒ کو چاہیے تھا کہ اس حدیث کے ظاہر پر ایمان لاتے اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے۔

(۲) حافظ سیوطیؒ کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے: حياتي خيرٌ لكم و موتي خيرٌ لكم ، أما حياتي فأحدث لكم وأما موتي فتعرض عَلَيَّ أعمالكم عشية الإثنين والخميس ، فما كان من عمل صالح حمدتُ الله عليه وما كان من عمل سيئٍ استغفرت لكم.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۵۳۳، احیاء علوم الدین ۴: ۱۴۸]

"میری زندگی اور موت دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں۔ زندگی اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے بات چیت کرتا ہوں اور موت اس لیے کہ مرنے کے بعد پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر مجھے اس میں کوئی نیک عمل دکھائی دے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر کوئی بُرا عمل دکھائی دے تو تمہارے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

—اس کی سند میں خراش بن عبد اللہ ہے، جو وضع حدیث سے متہم تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۵۳۵]

— حافظ ذہبی فرماتے ہیں: خراش بن عبد اللہ ایک ساقط الاعتبار راوی ہے اس سے نقل کرنے والا سوائے ابو سعید کذاب کے کوئی دوسرا نہیں۔ [میزان الاعتدال ۱: ۶۵۱، فیض القدیر ۳: ۴۰۱]

— اس کی سند میں عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد مکی ہے، جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: سخت منکر الحدیث ہے۔ اخبار و روایات میں الٹ پلٹ اور ہیر پھیر کرتا ہے۔ مشاہیر سے مناکیر کی روایت کرتا ہے اس لیے چھوڑ دینے کا مستحق ہے۔ [المجروحین ۲: ۱۵۰]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: امام مسلم نے اگرچہ اپنے صحیح میں عبد المجید سے روایت لی ہے اور ابن معین اور نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے تاہم اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۱۴۸] ....

......اس کا ایک راوی ابو سعید حسن بن علی بن صالح بن زکریا بن یحییٰ بن صالح بن زفر عدوی ہے جو احادیث وضع کرنے اور احادیث چوری کرنے سے بدنام تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۹۵]

—نیز یہ روایت اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے، جس میں ارشاد ہے: تعرض أعمال الناس في كل جمعةٍ مرتين: يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبدٍ مؤمن إلَّا عبداً بينه و بين أخيه شحناء، فيقال: أتركوا هذين حتى يصطلحا.

[صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ [۴۵] باب النہی عن الشحناء والتہاجر [۱۱] حدیث: ۳۵، ۳۶-[۲۵۶۵]

"ہفتہ میں دو دن: پیر اور جمعرات کو انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائے ہیں، ہر مسلمان کی کوتاہیاں اور غلطیاں معاف کی جاتی ہیں مگر ان دو مؤمنوں کو معاف نہیں کیا جاتا جن کے درمیان عداوت ہو، اُن کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک یہ دونوں آپس میں صلح نہ کر لیں۔"

—نیز اُس صحیح روایت کے بھی خلاف ہے، جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر اور جمعرات کے روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس فأحب أن يعرض عملي وأنا صائمٌ.

[سنن ترمذی، کتاب الصوم [۶] باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس [۶] حدیث: ۷۴۷]

"اَعمال، پیر اور جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میں ان دنوں کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ میرا عمل روزہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو۔"

(۴) ان کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. [سورۃ النساء ۴: ۶۴]

"اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول [ﷺ] بھی اُن کے لیے معافی چاہتا تو وہ ضرور اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔"

مصنف ابن شیبۃ [۱۷: ۶۴، حدیث: ۳۲۶۶۵] کے حوالے سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ: أصاب الناسُ قحطٌ في زمن عمر، فجاءَ رجلٌ إلى قبر النبي ﷺ فقال: يا رسول الله! استسقِ لأمتك فإنهم قد هلكوا، فأُتيَ الرجلُ في المنامِ فقيل له: ائتِ عمر فأقرئهُ السلام وأخبرهُ أنَّكُم مُسقِيُّونَ وقل له: عليكَ الكَيْسَ عليكَ الكَيْسَ، فأتى عمر فأخبره، فبكى عمر، ثم قال: يا ربِّ! لا آلوا إلَّا ما عجزتُ عنه.

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا اور اس کی وجہ سے بے حد تکلیف پیش آئی۔ گاؤں کا رہنے والا ایک شخص [أعرابي] رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ کی امت نہایت تکلیف میں ہے اور اس کی ہلاکت اور بربادی کا خطرہ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ......

Maktaba Tul Ishaat.com

...... بارش برسائے۔آپ کی قبر کے پاس دعاء کر کے یہ شخص چلا گیا۔رات کو خواب میں رسول اللہ ﷺ اس شخص سے ملے اور فرمایا کہ عمر [رضی اللہ عنہ] کے پاس جاؤ اور اس سے میرا اسلام کہو اور یہ خبر دے دو کہ اِن شآء اللہ تعالیٰ بارش ہوگی اور عمر [رضی اللہ عنہ] سے کہہ دو کہ وہ عقل مندی ہی کو لازم پکڑے۔صبح ہوئی تو وہ شخص عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کا یہ سارا ماجرا اُن کو سنا دیا۔یہ خبر سن کر [مارے خوشی کے] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا کہ میرے رب! جو چیز میرے بس میں ہے اُس کے بارے میں تو کبھی میں نے کوتاہی نہیں کی۔"

اس روایت کی صحت پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ہم اس کی سند کو صحیح مانتے ہیں' لیکن اِسناد کا صحیح ہونا روایت کو قبول کرنے کے لیے کافی نہیں بلکہ اِسناد کے صحیح ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا متن صحیح' معروف اور غیر منکر ہو' حالانکہ یہ متناً منکر ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے بارے میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے' چنانچہ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: فَيَاأخِي! إنْ أحببتَ أن تعرِفَ هذاالإمام حقَّ المعرفة فعليك بكتابي "نعم السَّمرفي سيرة عمر رضي الله عنه" فإنه فارقٌ بين المسلم والرافضي' فوالله ما يَغُضُّ مِن عمر إلَّاجاهلٌ دائصٌ أورَافضيٌ جائرٌ وأين مثل أبي حفص؟ فمادَارَالفَلكُ على مثلِ شكل عمر رضي الله عنه وهو الذي سَنَّ للمحدثين التثبت في النقل' وربما كان يتوقفُ في خبرالواحدإذاارتابَ.

[تذکرۃ الحفاظ ۱:۶]

"میرے بھائی! اگر آپ اس امام کے بارے میں صحیح علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میری کتاب نعم السمر فی سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ کا مطالعہ کیجئے' جو مسلمان اور رافضی کے مابین تمیز اور جدائی کرنے والی ہے۔اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ کوئی جاہل ومتکبر یا کوئی ظالم رافضی گھٹائے گا۔سیدنا ابو حفص رضی اللہ عنہ جیسے لوگ کہاں ہیں؟ فلک نے عمر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا ہوگا اور آپ ہی نے محدثین کے لیے خبر واحد کو نقل کرنے کی جانچ پڑتال کا اصول وضع کیا اور جب اُنہیں خبر واحد میں کسی قسم کا شک ہو جاتا تو آپ اُس کو قبول کرنے میں توقف کرتے تھے۔"

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایات واحادیث کے سلسلے میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا۔آپ سے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی استیذان سے متعلق روایت کو اُس وقت تسلیم کیا جب سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اُن کی تائید فرمائی۔ [صحیح بخاری' کتاب البیوع [۳۴] باب الخروج فی التجارۃ [۹] حدیث: ۲۰۶۲' کتاب الاستیذان [۷۹] باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً [۱۳] حدیث: ۶۲۴۵' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [۲۲] باب الحجۃ علی مَن قال: أن احکام النبی ﷺ کانت ظاہرۃً [۲۲] حدیث: ۷۳۵۳' صحیح مسلم' کتاب الآداب [۳۸] باب الاستیذان [۷] حدیث ۲۱۵۳]

ایک روایت میں ہے: أن عمر رضي الله عنه قال لأبي موسى رضي الله عنه: أما إني لم أتَّهِمكَ' و لكني أردت ألَّا يتجرأ الناس على الحديث عن رسول الله ﷺ.

[موطا امام مالک ۲:۹۶۴' کتاب الاستئذان [۵۴] باب الاستئذان [۱] حدیث: ۳] ....

...... "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں اس معاملے میں آپ پر بدگمانی نہیں کرتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ لوگ رسول اکرم ﷺ پر جھوٹی احادیث وضع نہ کریں۔"

جب کہ زیر نظر حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک آدمی [رَجُل] کے اس قول کو بلا چوں وچرا تسلیم کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے خلاف ہے۔رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر اس طرح کا اِستشفاع جائز ہوتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو باہر لے جا کر بارش کے لیے اُن سے دعاء نہ کرتے اور نہ یہ کہتے کہ اب نبی اکرم ﷺ موجود نہیں ہیں اس لیے ہم آپ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دعاء سے توسل کرتے ہیں۔یہ چیز اس روایت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

- تنبیہ -

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر اُس اعرابی [رَجُل 'ایک نامعلوم شخص] کے بارے میں لکھتے ہیں: "طبری ۴:۹۹ اور البدایۃ والنہایۃ [۷:۸۸] وغیرہ کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ خواب دیکھنے والے یہ اَعرابی بزرگ سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ [وفات: ۶۰ھ] جلیل القدر اور مشہور صحابی تھے۔اُنہوں نے جس وقت یہ خواب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا سفیر اور قاصد ہوں ......۔[سماع الموتی: ۱۱۷]

لیکن شیخ الحدیث صاحب نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے' جس میں اَعرابی کے بجائے سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا نام لیا گیا ہے اُس کا راوی سیف بن عمر ضبی ہے۔

[تاریخ ابن جریر طبری ۳:۱۹۲' البدایۃ والنہایۃ ۷:۸۸' حوادث: ۱۸ھ' وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ ۴:۱۹۵]

جب کہ سیف بن عمر ضبی اسیدی کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ: وہ واقدی کی طرح تھا۔جابر جعفی اور دیگر مجہول راویوں سے روایت کرتا ہے۔امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ایک پیسہ اُس سے بہتر ہے۔امام ابوداود فرماتے ہیں: کوئی شے نہیں۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک تھا۔حافظ ابن حبان کہتے ہیں: زندقہ سے بدنام ہے۔حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اُس کی عام روایتیں منکر ہوتی ہیں۔......احادیث وضع کرنے سے بدنام تھا۔

[میزان الاعتدال ۲:۲۵۵-۲۵۶' ترجمہ: ۳۶۳۷]

کیا ایسے شخص کی روایت صحیح ہوتی ہے؟ نہیں' بلکہ موضوع ہوتی ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ محترم شیخ الحدیث کا یہ لکھنا مفید نہیں کہ حافظ ابن کثیر' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ سمہودی تینوں بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

[سماع الموتی: ۱۱۷]

اس لیے کہ اِن اَکابر نے اُس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے جس میں سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا گیا ہے' رہی وہ روایت جس میں اُن صحابی کا نام ذِکر ہے یہ اَکابر اُس کی تصحیح کرنے سے خاموش ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

اطراف زمین میں نزول برکت کی غرض سے آمد و رفت کرنا اور صالحین امت کے جنازہ میں (۱) شریک ہونا' کیوں کہ یہ سب کام برزخ ہی میں آپ کے اَشغال میں سے ہے جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہوا ہے (۲)۔ پس چونکہ آپ پر سلام بھیجنا بہترین اعمال اور اَشرف ترین عبادات میں سے ہے اس لیے سلام بھیجنے والے کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس کے لیے ایک لحظہ اپنے ضروری اَشغال سے فارغ ہو کر اس میں براہِ بخشش و معاوضہ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

یہ دس جواب ہیں جو سب کے سب میرے مستنبط کیے ہوئے ہیں۔ جاحظ (۳) کہتے ہیں:

إِذَا نَكَحَ الْفِكْرُ الْحِفْظَ وَلَدَ الْعَجَائِبَ.

''جب فکر اور حافظہ میں باہم میل جول ہوتا ہے تو اس سے عجیب عجیب باتیں پیدا ہوتی ہیں۔''

-۱۱: پھر مجھے گیارہواں جواب سوجھا جو یہ ہے کہ روح سے روحِ حیات مراد نہیں ہے بلکہ اس سے راحت و مسرت مراد ہے جیسا کہ آیت: فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ (۴)۔

''تو [اُس کے لیے] راحت اور سرور ہے۔''

اس آیت میں ضمہ راء کی قراءت پر رُوْحٌ سے راحت و مسرت مراد لی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

(۱) ان چیزوں کے بارے میں سید آلوسی لکھتے ہیں: وَمَا تَقَدَّمَ مِن أنَّ الأنبياء عليهم السلام يخرجون من قبورهم أي بأجسامهم وأرواحهم كما هو الظاهرُ و يتصرفون في الملكوت العلوي والسفلي فيمّا لا أقولُ به. [روح المعانی ۲۱: ۳۵۰' بذیل سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۰]
''اور جو آگے گزرا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے اپنی اَجسام اَرواح سمیت نکلتے ہیں جیسا کہ ماتقدم سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور کائنات میں اوپر نیچے تصرف کرتے ہیں، سو میں اس کا قائل نہیں ہوں۔''

(۲) کاش کہ حافظ سیوطی اس سلسلہ میں کوئی ایک صحیح روایت پیش کرتے!!

(۳) عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی اللیثی ابوعثمان' معتزلہ میں سے فرقہ جاحظیہ کے رئیس تھے۔ ۱۶۳ھ = ۷۸۰ء کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آخری عمر میں فالج کا شکار ہوئے۔ ۲۵۵ھ = ۸۶۹ء کو کتابوں کی الماری اوپر گرنے سے وفات پائی۔ [معجم الادباء ۱۶: ۷۴' الاعلام ۵: ۷۴]

(۴) سورۃ الواقعۃ ۵۶: ۸۹

رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجنے سے مسرت و شادمانی ہوتی ہے اس لیے کہ سلام آپ کو مرغوب ہے اور یہی مسرت آپ کو جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

-۱۲: پھر مجھے بارہواں جواب سوجھا اور وہ یہ ہے کہ روح سے وہ رحمت مراد ہے جو درود و سلام کے ثواب سے پیدا ہوتی ہے۔ لفظ روح کبھی رحمت کے معنیٰ میں بھی آتا ہے' چنانچہ ابن اثیر (۱) نے لکھا ہے کہ: قد تَكَرَّرَ ذِكرُ الروح في الحديث' كما تَكَرَّرَ في القرآن' وَوَرَدَتْ فيه على مَعَانٍ' و الغالبُ منها أنَّ المراد بالرُّوح الذي يقومُ به الجَسَد وتكون به الحياةُ' و قد أطلق على القرآن والوحي والرحمة' وعلى جبريل عليه السلام (۲).

''روح کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں بار بار آیا ہے۔ یہ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا غالب معنیٰ اُس روح کے ہیں جس سے بدن کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے اور اسی سے زندگی ملتی ہے۔ اس کا اطلاق قرآن' وحی' رحمت اور سیدنا جبریل علیہ السلام پر بھی ہوتا ہے۔''

ابن منذر (۳) نے اپنی تفسیر میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آیت فَرُوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ میں ''راء'' کو ضمہ سے پڑھا ہے اور کہا ہے کہ روح کا معنیٰ رحمت ہے (۴)۔

(۱) ابو السعادات مبارک بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی' ۵۴۴ھ = ۱۱۵۰ء کو جزیرہ ابن عمر ؓ میں پیدا ہوئے۔ محدث تھے۔ لغت اور اصول کے عالم تھے۔ موصل میں نقرس کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس کے باعث ان کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے' مگر پھر بھی اپنی ساری کتابیں اسی مرض ہی کے زمانے میں املاء کروائیں۔ موصل ہی میں ۶۰۶ھ = ۱۲۱۰ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۴: ۱۴۱' الاعلام ۵: ۲۷۲]

(۲) النِهاية في غريب الحديث والأثر ۲: ۲۴۶

(۳) محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوری' ابوبکر' فقیہ و مجتہد اور حافظ حدیث تھے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ الحرم تھے۔ ۲۴۲ھ = ۸۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ اَن گنت مفید کتابیں لکھیں۔ ۳۱۹ھ = ۹۳۱ء کو مکۃ المکرمۃ میں وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۴: ۲۰۷' الاعلام ۵: ۲۹۴]

(۴) امام ابو منصور اَزہری لکھتے ہیں: قرأ يعقوب وحده فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ. قال أبو منصور: فحياةٌ دائمةٌ لا موتَ فيها. [معانی القراءات ۳: ۵۲]
''اکیلے یعقوب [بن اسحاق بن زید حضرمی: ۱۱۷-۲۰۵ھ = ۷۳۵-۸۲۱ء] فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ پڑھا ہے۔ میں [امام ابو منصور ازہری] کہتا ہوں: اس سے مراد ایسی دائمی حیات ہے جس میں موت کا تصور تک نہ ہو۔''

Maktaba Tul Ishaat.com

اوراوپر حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ میں مذکور ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: درود قبر میں میرے پاس اسی طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے تمہارے یہاں تحفے پیش کیے جاتے ہیں (١)۔

اس حدیث میں درود سے اس کا ثواب یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت وانعام مراد ہے (٢)۔

-١٣: پھر مجھے تیرہواں جواب سوجھا جو یہ ہے کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قبر پر سلام پہنچانے کے لیے متعین ہے۔ روح کا اِطلاق سیدنا جبریل علیہ السلام کے علاوہ اور فرشتوں پر بھی ہوتا ہے، چنانچہ امام راغب نے لکھا ہے کہ: أشرافُ الملائكة تُسَمَّى أرواحًا (٣).

"بزرگ ترین فرشتے اَرواح کہلاتے ہیں۔"

اس صورت میں جملہ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِي کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ متعین فرشتے کو میرے پاس سلام پہنچانے کے لیے بھیجے گا۔

تنبیہ: شیخ تقی الدین سبکی کی مذکورہ بالا تقریر میں دو باتیں قابلِ لحاظ ہیں:

-اول یہ کہ انہوں نے حدیث مذکور کو سنن ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ غلط ہے بلکہ اس حدیث کو کتبِ ستہ کے مصنفین میں سے صرف امام ابو داود نے نقل کیا ہے جیسا کہ حافظ جمال الدین (٤) نے اَطراف میں ذکر کیا ہے (٥)۔

---

(١) عرض ہے کہ یہ روایت باطل اور بے اصل ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عثمان بن دینار ہے جو مالک بن دینار کا بھائی اور حَكّامہ کا والد ہے، جس کے بارے میں حافظ عقیلی لکھتے ہیں: اس کی بیٹی اس کی سند سے بواطیل اور بے اصل واَساس روایتیں نقل کرتی ہیں۔ حَكّامہ کی روایتیں بے بنیاد اور قصہ گووں کی طرح ہوتی ہیں۔
[الضعفاء الکبیر ٣: ٢٠٠، ترجمہ: ١١٩٩]

(٢) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اُس کا ثواب یعنی اپنی رحمت مجھ کو پہنچائیں گے اور میں اُس کا جواب دوں گا۔

(٣) المفرداتُ في غريب القرآن: ٢٠٥

(٤) حافظ مِزّی [بکسر المیم و تشدید الزای] یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف، ابوالحجاج، قضاعی، کلبی، مزی، محدث دیارِ شام، ٦٥٤ھ = ١٢٥٦ء کو حلب میں پیدا ہوئے اور دمشق کے ایک گاؤں مِزّہ میں پلے بڑھے۔ دمشق میں ٧٤٢ھ = ١٣٤١ء کو وفات پائی۔ لغت، حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔
[الدرر الکامنۃ ٤: ٤٥٧، الاعلام ٨: ٢٣٧]

(٥) تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف ١٠: ٤٢١، حدیث: ١٤٨٣٩

-دوسری یہ کہ شیخ نے حدیث مذکور کو رَدَّ اللهُ إِلَيَّ کے الفاظ میں نقل کیا ہے جو اَنسب اور اولیٰ ہے اس لیے کہ الیٰ اور علیٰ کے تعدیت میں ایک لطیف فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ رد اِہانت کی صورت میں علیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور اِکرام کی صورت میں الیٰ کے ساتھ۔ صحاح میں ہے کہ:

رَدَّ عليهِ الشيئَ: إذا لم يَقْبَلْهُ و كذلك إذا خَطَّأَهُ. و تقول: رَدَّهُ إلى منزله، ورَدَّ إليه جواباً: أي: رَجَعَ (١).

"جب کسی چیز کو قبول نہ کیا ہو یا کسی کو خطا وار ٹھہرایا جاتا ہو تو رَدَّ عليهِ الشيئَ کہا جاتا ہے۔ رَدَّهُ إلى منزله اور رَدَّ إليه جواباً اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کو اُس کے گھر پہنچایا جاتا ہے یا کسی کو اُس کی بات کا جواب دیا جاتا ہے۔"

امام راغب نے کہا ہے کہ پہلی قبیل سے یہ آیات ہیں:

- يَرُدُّوْكُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (٢).

"یہ تمہیں پیٹھ پیچھے لوٹا کے رہیں گے۔"

- رُدُّوْهَا عَلَيَّ (٣).

"ان کو میرے سامنے واپس لاؤ۔"

- وَنُرَدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا (٤).

"اور ہم پیٹھ پیچھے پھینک دیے جائیں۔"

اور دوسری قبیل سے یہ آیات ہیں:

- وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (٥).

"اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا ہی گیا تو اِس سے بہتر مرجع پاؤں گا۔"

- فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ (٦).

---

(١) الصِّحاح تاجُ اللغة وصِحاح العربية ٢: ٤٧٣
(٢) سورۃ آل عمران ٣: ١٤٩
(٣) سورۃ ص ٣٨: ٣٣
(٤) سورۃ الانعام ٦: ٧١
(٥) سورۃ الکہف ١٨: ٣٦
(٦) سورۃ القصص ٢٨: ١٣

Maktaba Tul Ishaat.com

"پس ہم نے اُس کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔"

– ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ (۱)۔

"پھر تم غائب وحاضر جاننے والے کے پاس حاضر کیے جاؤ گے۔"

– ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰہُمُ الْحَقِّ (۲)۔

"پھر وہ سب اللہ، اپنے مولائے حقیقی ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

واضح ہو کہ راغب نے کہا ہے کہ رد کا ایک معنیٰ تفویض بھی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:

رَدَدْتُ الْحُکْمَ فِيْ کَذَا إِلٰی فُلَانٍ: فَوَّضْتُہٗ إِلَیْہِ (۳)۔

"میں نے اُس کا فیصلہ فلاں کے تفویض کیا ہے۔"

اور یہی معنیٰ اِن آیات میں بھی ہیں:

– فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (۴)۔

"پس اگر کسی امر میں اختلافِ رائے واقع ہو تو اُس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔"

– وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْہُمْ (۵)۔

"اور اگر یہ اُس کو رسول اور اپنے اولوا الامر کے سامنے پیش کرتے۔"

– ۱۴: امام راغب کے اِس قول سے حدیث مذکور کا چودھواں جواب بھی نکلتا ہے۔ اس طرح کہ حدیث میں لفظ رد سے تفویض کا معنیٰ اور لفظ روح سے رحمت کا معنیٰ مراد لیا جائے۔ جیسے صَلٰوۃُ اللّٰہِ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنے والا گویا اپنے سلام کے ذریعے سے رحمتِ الٰہیہ کا خواستگار ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

– ۲۰: مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (۶)۔

"جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار رحمت بھیجیں گے۔"

(۱) سورۃ الجمعۃ ۶۲:۸ (۲) سورۃ الانعام ۶:۶۲ (۳) المفردات: ۱۹۳
(۴) سورۃ النساء ۴:۵۹ (۵) سورۃ النساء ۴:۸۳
(۶) صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ [۴] باب الصلاۃ علی النبی ﷺ [۱۷] حدیث: ۷۰-[۴۰۸]

اور یہ ابھی ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ صلوٰۃ اللہ کا معنیٰ رحمتِ الٰہیہ ہے۔ اس رحمت کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے تفویض کیا ہے کہ آپ سلام بھیجنے والے کے لیے دعاء کریں جس سے اُس کے سلام کو اجابتِ قطعی ہو جائے پس جو رحمت سلام بھیجنے والے کو پہنچتی ہے وہ محض رسول اکرم ﷺ کی دعاء کی برکت اور ردِ سلام سے ہے اور یہ گویا کہ سلام بھیجنے والے کے سلام قبول کرنے اور اس پر اجر وثواب دینے کے لیے ایک طرح کی سفارش ہے۔ رُوْحِيْ میں اضافت مجرد ملابست کی وجہ سے ہے۔

اس تأویل پر حدیث مذکور کی نظیر وہ جملے ہیں جو حدیث شفاعت اور حدیث معراج کے اِن جملوں میں ہیں:

– ۲۱: فیردُّھا ھذَا إلی ھذَا وھذَا إلی ھذَا حتی ینتھي إلی رسول اللہ ﷺ (۱)۔

"اس [شفاعت] کو ایک نبی دوسرے نبی کو سپرد کرے گا یہاں تک کہ آخر میں رسول اللہ ﷺ کی نوبت آئے گی۔"

– ۲۲: لقِیتُ لیلۃً أسريَ بي إبراھیم وموسی وعیسی علیھم السلام، قال: فتذاکروا أمر الساعۃِ، فردُّوا أمرھم إلی إبراھیم فقال: لا علم لي بھا، فردُّوا أمرھم إلی موسی فقال: لا علم لي بھا (۲)۔

"مجھے شبِ معراج میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ملے تو باہم قیامت کا تذکرہ ہوا۔ سب نے اس امر کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں پھر اس امر کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں پھر اس امر کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں۔"

اِس توجیہ کی بنا پر حدیث کا حاصل معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس رحمت کے معاملہ کو جو میرے سبب سے سلام بھیجنے والے کو حاصل ہوگی، میرے تفویض کرے گا یہاں تک کہ میں خود اس کے لیے دعاء کا کفیل ہوں گا کہ اُس کے سلام کے مقابلے میں بطورِ جواب لفظِ سلام کو اپنی زبان سے ادا

(۱) کتاب الایمان ۳: ۸۵، حدیث: ۱۳۸-[۹۲۸] (۲) مسند احمد ۱: ۳۷۵

Maktaba Tul Ishaat.com

کروں گا اوراس کو دعاء دوں گا۔

--۱۵: پھر مجھے پندرہوں جواب سوجھا اور وہ یہ ہے کہ روح سے مراد وہ رحمت و رأفت ہے جو نظری طور پر رسول اللہ ﷺ کے قلب منور میں اپنی امت کے ساتھ پائی جاتی ہے جس سے آپ ہمیشہ اس پر مہربان رہتے ہیں اور صرف اُس شخص سے بعض اوقات ناراض ہوتے ہیں جس کے کچھ گناہ بھاری ہوجاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے نواہی کا مرتکب ہوتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

--۲۳: إِذاً تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبَكَ (۱) .

''پھر تو تمہاری ساری آرزوؤں کی کفایت ہوگی اور تمہارے گناہ معاف ہوں گے۔''

اس لیے آپ نے یہ خبر دی کہ جو کوئی مسلمان خواہ اُس کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہو گئے ہوں مجھ پر سلام بھیجے گا اُس پر میری فطری رحمت کا فیضان ہوگا یہاں تک کہ میں اپنے آپ اُس کے سلام کا جواب دوں گا اور اُس کا گناہ مجھے جواب دینے سے مانع نہیں ہوگا۔

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہ تقریرِ نفیس اور بشارتِ عظمٰی ہے اور اس کے ساتھ یہ خوبی بھی ہے کہ حدیث مذکور کے جملہ مَا مِنْ أَحَدٍ میں أَحَدٌ منفی خود مفیدِ استغراق ہے اور اس پر مِنْ استغراقیہ کا اضافہ مؤکدِ استغراق ہے۔ پس مِـــنْ کے اضافہ سے استغراق کی ایسی تصریح ہوگئی کہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں عام سے خاص مراد ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے جتنے جوابات سمجھائے ہیں اب وہ سب ختم ہوگئے اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کوئی اور جواب سمجھائے گا تو اُس کو بھی اس میں شامل کر دوں گا۔ واللهُ المُوَفِّقُ بِمَنِّهِ وَكَرَمِه.

بعد کو میں نے حدیث مذکور کو امام بیہقی کی کتاب حياةُ الأنبياء میں إِلَّا وَقَدْ رَدَّاللهُ عَلَيَّ رُوحِـــيْ کے الفاظ میں پڑھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس سے یہ احتمال بہت قوی ہوگیا کہ جس روایت میں لفظ قَدْ ساقط ہوگیا ہے اس میں وہ محذوف ہے اور اِس کا حذف راویوں کا تصرف ہے اس بات کو میں جواب دوم میں بیان کر چکا ہوں۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع [۳۸] بابٌ [۲۳] حدیث: ۲۴۵۷

بیہقی کی اس روایت کی بنا پر اَب میں جواب دوم کی ترجیح کی جانب مائل ہوگیا اور وہ میرے نزدیک سارے جوابوں سے زیادہ قوی ہے اور اس توجیہ کی بنا پر حدیث مذکور سے یہ خبر دینا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد رسول اللہ کی روح کو آپ کے جسم میں پھر واپس کردے گا اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے (۱) یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ پر سلام بھیجے گا تو آپ بھی بوجہ اپنی حیات

---

(۱) اس سلسلے میں حافظ ابن قیم کا قول نہایت مفید ہے اور اس سے سارے اِشکالات دور ہوجاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: وأما إخبار النبي ﷺ عن رؤية الأنبياء ليلة الأسري به فقد زعم بعض أهل الحديث أن الذي رآه أشباحهم وأرواحهم قال: فإنهم أحياء عند ربهم، وقد رأى إبراهيم عليه السلام مسنداً ظهره إلى البيت المعمور ورأى موسى عليه السلام قائماً في قبره يصلي وقد نعت الأنبياء لما رآهم بنعت الأشباح فرأى موسى عليه السلام آدماً ضرباً طوالاً كأنه من رجال شنوءة، و رأى عيسى عليه السلام يقطر رأسه كأنما أخرج من ديماس، ورأى إبراهيم عليه السلام فشبهه بنفسه، و نازعهم في ذلك آخرون وقالوا: هذه الرؤية إنما هي لأرواحهم دون أجسادهم، و الأجساد في الأرض قطعاً إنما تبعث يوم بعثِ الأجساد، ولم تبعث قبل ذلك، إذ لو بعثت قبل ذلك لكانت قد انشقت عنها الأرض قبل يوم القيامة، وكانت تذوق الموت عنه نفخة الصور، وهذه موتة ثالثة، وهذا باطل قطعاً، ولو كانت قد بعثت الأجساد من القبور لم يعدهم الله إليها، بل كانت في الجنة، وقد صح عن النبي ﷺ أن الله حرم الجنة على الأنبياء حتى يدخلها هو، وهو أول من يستفتح باب الجنة، وهو أول من تنشق عنه الأرض على الاطلاق، لم تنشق عن أحد قبله. [کتاب الروح ۱: ۲۶۴-۲۶۵]

''رحمتِ عالم ﷺ نے جو یہ خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے شب معراج میں انبیاء علیہم السلام دیکھے، سو اس بارے میں حدیث کا علم رکھنے والے بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اُن کے اَجسام مع ارواح دیکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے دیکھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُن کے حلیے بیان فرمائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ گندم گوں اور طویل القامت تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے جیسے ابھی نہا کر غسل خانے سے نکلے ہوں اور فرمایا: جس نے خلیل اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے دیکھ لے لیکن حدیث کا علم رکھنے والے دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی صرف روحیں دیکھیں ہیں کیوں کہ اُن کی جسمیں تو قبروں میں ہیں جو قیامت سے پہلے نہیں اُٹھائے جائیں گے، ورنہ اُن کا قیامت سے پہلے زمین سے اُٹھنا لازم آئے گا اور پھر نفخ .....

Maktaba Tul Ishaat.com

کے اُس کے سلام کا جواب دیں گے۔ پس یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے قبر میں زندہ رہنے کے باب میں تمام مذکورہ بالا حدیثوں کے موافق ہے اور کسی طرح اُن کی معارض نہیں۔ اسی بنا پر بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ: لو لم نكتب الحديث من ستين وجهاً ماعقلناه [1]۔

''اگر ہم ایک ہی حدیث ساٹھ طرق سے نہ لکھتے تو وہ ہماری سمجھ میں نہ آتی۔''

اس لیے کہ بعض طرق میں بہ نسبت بعض کے اضافہ ہوتا ہے جو کبھی متن کے الفاظ میں ہوتا ہے اور کبھی اِسناد میں پس طریق زائد سے طریق ناقص کے مخفی مطلب کی توضیح ہو جاتی ہے۔

والله تعالىٰ أعلم.

......صور کے وقت مرنا لازم نہیں آئے گا جس سے تین موتیں لازم آئیں گی جو قطعی غلط ہیں۔ اگر اُن کے اَجسام قبروں سے اُٹھا لیے گئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُن سے جنت کا وعدہ نہ فرماتے بلکہ وہ جنت میں ہوتے حالانکہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر جنت حرام فرما دی ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور سب سے آپ ﷺ ہی قبر سے اُٹھیں گے۔''

(۱) یہ امام ابو حاتم محمد ادریس بن منذر بن داود بن مہران، تمیمی حنظلی، رازی [۱۹۵-۲۷۷ھ = ۸۱۰-۸۹۰ء] کا قول ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کے اَقران میں سے تھے۔ [فتح المغیث ۲: ۳۲۷]

جب کہ امام یحییٰ بن مَعین بن عون بن زیاد، ابوزکریا، سید الحفاظ [۱۵۸-۲۳۳ھ = ۷۷۵ء-۸۴۸ء] کہتے ہیں:

لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجهاً ما عقلناه.

[التاریخ، یحییٰ بن معین ۲: ۶۵۸، نص: ۴۳۳۰]

''اگر ہم حدیث کو تیس طریقوں سے نہ لکھیں تو ہم اس [کی صحت اور عدم صحت] کو نہ جانیں۔''

امام ابن عساکر اور حافظ ذہبی نے نے عباس دوری ثلاثین کے بجائے خمسین لکھا ہے۔

[تاریخ مدینۃ دمشق ۶۵: ۱۴، سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۸۴]

علمی فہارس

- فہرسِ آیات: ۱۸۴
- فہرسِ اَحادیث و آثار: ۱۸۷
- فہرسِ اَعلام: ۱۹۰
- فہرسِ رُواۃ: ۱۹۳
- فہرسِ اصطلاحات، بلدان و فرق: ۱۹۵
- فہرسِ مصادر و مراجع: ۱۹۶

فہرس آیات

–سورۃ البقرۃ۲:۲۸: کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْیَاکُمْ:۱۲، ۴۶، ۴۷

–سورۃ البقرۃ۲:۱۵۴:وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ:۱۳

–سورۃ البقرۃ۲:۱۵۴:وَلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ:۱۵۶

–سورۃ البقرۃ۲:۲۴۳:اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْامِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ:۱۲

–سورۃ البقرۃ۲:۲۵۳:تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِّنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ:۱۳۱

–سورۃ البقرۃ۲:۲۵۵:اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ:۱۴

–سورۃ البقرۃ۲:۲۵۹:اَوْکَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا:۳۷-۳۸،
۱۰۲، ۱۳۹

–سورۃ البقرۃ۲:۲۵۹:فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ:۱۲

–سورۃ آل عمران۳:۸۱:وَاِذْاَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ:۵۳

–سورۃ آل عمران۳:۱۰۲:یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ:۱۱

–سورۃ آل عمران۳:۱۴۳:وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ:۱۲

–سورۃ آل عمران۳:۱۶۹:وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْیَآءٌ:
۱۴، ۱۶، ۱۵۲

–سورۃ آل عمران۳:۱۶۹:اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ:۳۳، ۱۵۸

–سورۃ آل عمران۳:۱۴۹:یَرُدُّوْکُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ:۱۷۷

–سورۃ النساء۴:۱:یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ:۱۱

–سورۃ النساء۴:۵۹:فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْل:۸۴، ۱۷۸

–سورۃ النساء۴:۶۴:وَلَوْاَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْااَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمْ:

۸۲، ۱۷۱

–سورۃ النساء۴:۸۳:وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ:۱۷۸

–سورۃ النساء۴:۹۰:اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ:۱۶۲

–سورۃ الانعام۶:۶۰:وَھُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ:۱۲

–سورۃ الانعام۶:۶۲:ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ:۱۷۸

–سورۃ الانعام۶:۷۱:وَنُرَدُّ عَلٰی اَعْقَابِنَا:۱۷۷

–سورۃ الانعام۶:۱۲۲:اَوَمَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَالَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ:
۱۲، ۱۴

–سورۃ الاعراف۷:۸۹:قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ:۱۶۴

–سورۃ الانفال۸:۲۴:یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوااسْتَجِیْبُوْالِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِذَادَعَاکُمْ:۱۵

–سورۃ ابراہیم۱۴:۱۷:وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَاھُوَ بِمَیِّتٍ:۱۳

–سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۵۵:وَلَقَدْ فَضَّلْنَابَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ:۱۳۱

–سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۷۲:وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی:۹۲

–سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۸۵:قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا:۱۵۷

–سورۃ الکہف۱۸:۳۶: وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا مُنْقَلَبًا:۱۷۷

–سورۃ مریم۱۹:۲۳:یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا:۱۳

–سورۃ الفرقان۲۵:۱۸:وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ:۱۴

–سورۃ القصص۲۸:۱۳:فَرَدَدْنٰہُ اِلٰی اُمِّہٖ:۱۷۷

–سورۃ الروم۳۰:۱۹: وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا:۱۳

–سورۃ الروم۳۰:۵۲:فَاِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی:۱۳

–سورۃ الاحزاب۳۳:۶:اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ:۶۹

–سورۃ الاحزاب۳۳:۵۳:وَمَاکَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَااَنْ تَنْکِحُوْااَزْوَاجَہٗ:۶۹

Maktaba Tul Ishaat.com

—سورۃ الاحزاب۳۳:۷۰:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا:۱۱

—سورۃ الاحزاب۳۳:۷۱:یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ:۱۱

—سورۃ سبا۳۴:۱۴:فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ:۳۸

—سورۃ فاطر۳۵:۲۲:وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ:۱۳، ۱۵

—سورۃ ص۳۸:۳۳:رُدُّوْهَا عَلَیَّ:۷۷

—سورۃ الزمر۳۹:۳۰:اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ:۲۶

—سورۃ الزمر۳۹:۴۲:اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا:۷۷

—سورۃ الزمر۳۹:۶۸:وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ:
۳۰، ۱۳۵

—سورۃ حم المؤمن۴۰:۱۱:قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ: ۲۶، ۴۷، ۶۳، ۱۲۶

—سورۃ الواقعۃ۵۶:۸۹:فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ:۱۴۷

—سورۃ الحدید۵۷:۱۷: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا:۱۵

—سورۃ الجمعۃ۶۲:۸:ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ:۱۷۸

—سورۃ الفجر۸۹:۲۴: یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ:۱۵

فہرس احادیث وآثار

—أتَيتُ عَلى مُوسىٰ لَيلَةَ أُسرِيَ بِي عِندَ الكَثِيبِ الأَحمَرِ وَهُوَقَائِمٌ يُصَلِي فِي قَبرِه:۱۰۰

—إذاً تُكفَى هَمَّكَ وَيُغفَرُ لَكَ ذَنبُكَ:۱۸۰

—أرواحُهم في جوف طيرٍ خُضرٍ لها قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ:۱۶، ۱۵۲

—أفضل أيامكم يوم الجمعة فيه خُلِقَ آدم وفيه قُبِضَ وفيه النفخة:۴۰، ۱۰۹، ۱۴۳

—أكثروا الصَّلاة عَلَيَّ في يوم الجمعة فإنه ليس يُصلي عَلَيَّ أحدٌ يوم الجمعة:۱۱۱

—أكثروا الصلاة عَلَيَّ فإنه يومٌ مشهودٌ:۴۱

—أكثروا عَلَيَّ من الصَّلاة في كل يوم جمعة، فإن صلاة أمتي تعرض عَلَيَّ في:۱۱۲

—ألا أتّخِذُ لك منبراً:۴۳

—أنا سيدالناس يوم القيامة:۱۳۱

—أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه الأرض:۱۳۱

— إنّ أقربكم مني يوم القيامةِ في كل موطن أكثركم عَلَيَّ صلاةً في الدنيا:۱۱۳

—إنّ اللّٰه حرَّم على الأرض أن تأكل أ. سادالأنبياء:۳۱، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۱۰۷

—إنّ علمي بعد موتي كعلمي في الحياة:۱۴۵

—إنّ لِلّٰهِ ملائكةً سياحين في الأرض يبلغون عن أمتي السَّلام:۱۱۹

—إنّ لِلّٰهِ تعالى ملكاً أعطاهُ أسماع الخلائق قائم على قبري فما من أحدٍ يُصَلِي:۱۴۴

—إنّ الأنبياء لايُتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يُصلُّون بين يدي اللّٰه:۱۴۶

—إنّ الناسَ يَصعقونَ فأكونُ أولَ مَن يُفِيقُ فإذاموسى باطشٌ بجانب العرش:۲۹، ۱۳۴

—أن النبي ﷺ لَيلَةَ أُسرِيَ بِهِ مَرَّ بِمُوسَى عليه السلام وَهُوَيُصَلّي فِي قَبرِه:۱۰۰، ۱۳۸

—أن النبي ﷺ مَرَّ بِقَبرِ مُوسَى عليه السلام وَهُوَقَائِمٌ يُصَلّي فِيهِ:۱۴۰

–إنَّامعاشرالأنبياء لانورث ماتر كنا صدقة:٦٨
–أنَّه صَلَّى ببيت المقدس مع الملائكة وأنه أتي هناك بأرواح الأنبياء:۱۴۰
– اَلأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ:۹۱‘۹۵‘۹۶‘۱۴۱
–بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَانَبِيَّ اللّٰه!لَايَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ‘أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ:۲۶‘۵۴
–تعرض أعمال الناس فى كل جمعةٍ مرتين:يوم الإثنين ويوم الخميس‘فيغفر:۱۷۱
– رأيتُنِي في الحِجرِ و أنا أخبر قريشاً عن مَسراي‘فسألوني عن أشياء من بيت:۱۰۳
– رأيتُ النبي ﷺ في النوم فقلتُ:يا رسول اللّٰه!هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون:۱۲۹
–فاستَيقَظتُ وإذا أنا بِالمسجدِ الحرام:۱۶۴
–فيردُّها هٰذَا إلى هٰذَا وهٰذَا إلى هٰذَا حتى ينتهي إلى رسول اللّٰه ﷺ:۱۷۹
–كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ:۵۳
–لأن أحلف تسعاًأن رسول اللّٰهﷺقُتِلَ قتلاًأحبُّ إِلَيَّ مِن أن أحلف واحدةً:۱۵۴
–لقدرأيتُني ليالي الحَرَّةِومافي مسجدرسول اللّٰهﷺغيري‘ومايأتي وقت
[سعيدبن ميّب]:۱۵۱
–لِقِيتُ ليلةً أسريَ بي إبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام‘قال:فتذاكروا أمر:۱۷۹
– لو كنتما من أهل البلد لأوجعتكما:۸۰
–لَيْسَ عَلَى أبيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْم:۱۶۸
– ليس من أمة محمد ﷺيصلي عليه صلاة إلاوهي تبلغه‘يقول له الملك:۱۲۰
–لَيَهْبِطَنَّ عيسى ابن مريم حَكَماً وإماماً مقسطاً:۱۵۰
– مَامَكَثَ نَبِيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ أَكْثَرَمِنْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةٍ حَتّٰى يُرْفَعَ:۹۹‘۱۴۲
–مَا مِن أحدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّارَدَّ اللّٰهُإِلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عليه السلام:۱۱۵‘۱۳۸‘۱۶۲‘۱۶۵
–مامن أحدٍ يُسلِّمُ عَلَيَّ عند قبريإلَّا رَدَّ اللّٰه عَلَيَّ روحي‘حَتّٰى أَرُدَّ عليه السلام:۱۱۷
–مرحباً بالإبن الصالح والنبي الصالح:۱۵۹

– مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى[عليه السلام] وَهُوَقَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ:۱۰۰
– مَن صَلّٰى عند قبري سمعتُهٗ‘ومَن صَلّٰى عَلَيَّ نائياً أُبلِغتُهٗ:۱۲۱
–مَن صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ ومَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهٗ:۱۴۴
–مَن صَلّٰى عَلَيَّ مائة مرةٍ في يوم الجمعة وليلةالجمعةِ قضى اللّٰه له مائة حاجة:۱۱۳
–مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ عَشْراً:۱۷۸
–مَن صَلّٰى عَلَيَّ يوم جمعة وليلة جمعة مائة من الصلاة قضَى اللّٰه له مائة حاجة:۱۴۵
– مَن كانَ يَعبُدُ محمداًﷺ فإنَّ محمداً ﷺ قد مات‘ومن كان يعبدُاللّٰه فإنَّ اللّٰه:۲۷
–مَنْ لم يُوصِ لَمْ يُؤذَن له في الكلام مع الموتَى‘قيل:يارسولَ اللّٰه!وهل يَتَكَلَّمُ:۱۶۷
–نَسَمَةُ المؤمنِ طائرٌ تَعْلُقُ في شجرالجنة:۲۳
–الناس يصعقون فأكون أول مَن يفيق فإذاموسى باطشٌ بجانب العرش:۱۴۸
–وقد رأيتُنِي في جماعةٍ من الأنبياء‘فإذاموسى قائم يصلي‘فإذا رجل:۱۰۳‘۱۴۸
–وَكَّلَ اللّٰه بذلك ملكاً يدخله عليَّ في قبري كما يدخل عليكم الهدايا:۱۴۵
–والَّذِي نفسي بيده لينزلنَّ عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري فقال:۱۴۹
–هل بلغك أن أحداً يصلي في قبره إلَّا الأنبياء؟قال:لا:۱۴۲
–لاإله إلَّااللّٰه‘إنَّ للموتِ سكراتٌ:۲۶
–لا تتخذوا بيوتكم قبوراً‘ولاتجعلوا قبري عيداً‘وصلوا عَلَيَّ فإن صلاتكم:۱۱۴
–لا تجعلوا بيوتكم قبوراً‘ولاتجعلوا قبري عيداً‘وصلوا عَلَيَّ فإن صلاتكم:۱۱۴
–لاتُخَيِّروني على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول مَن يفيق فإذاموسى:۱۳۰
– لَا تُفَضِّلُوا بين أنبياء اللّٰه تعالى فإنه يُنفَخُ في الصُّورِ فيصعق مَن في السموات:۱۳۲
– ياجابرُ!مالي أراك منكسراً؟قلتُ:يارسولَ اللّٰه استُشهِدَ أبي قُتِلَ يومَ :۱۷‘۱۵۳
–يُخبِرني مَن صَلّٰى عَلَيَّ بإسمه ونسبه فأثبته عندي في صحيفةٍ بيضاء:۱۱۳‘۱۴۵

Maktaba Tul Ishaat.com

فہرس اَعلام

[جن کے مختصر تراجم [حالاتِ زندگی] اس کتاب میں لکھے گئے]

— آلوسی: ۱۹
— ابن ابی العز: ۴۸
— ابن اثیر جزری، محدث: ۱۷۵
— ابن تغری بردی: ۵۸
— ابن تیمیۃ: ۳۷
— ابن الجوزی: ۱۲۴
— ابن حبان: ۱۰۱
— ابن حجر عسقلانی: ۳۴
— ابن حزم: ۴۵
— ابن سعد: ۱۵۱
— ابن صلاح: ۱۲۷
— ابن عباس ؓ: ۱۲۰
— ابن عبدالہادی: ۴۰
— ابن عدی: ۹۳
— ابن فورک: ۵۷
— ابن قدامہ: ۱۱۷
— ابن قیم: ۲۹
— ابن کثیر: ۲۲
— ابن مسعود ؓ: ۱۶
— ابن معین: ۱۱۵
— ابن منذر: ۱۷۵
— ابوامامہ باہلی ؓ: ۱۱۲
— ابوبکر صدیق ؓ: ۲۶
— ابوحاتم: ۹۴
— ابوداؤد سجستانی: ۱۰۹
— ابوذر غفاری ؓ: ۱۰۴
— ابوزرعہ دمشقی: ۱۱۵
— ابومسعود انصاری ؓ: ۱۱۱
— ابونعیم: ۱۲۴
— ابوہریرۃ ؓ: ۱۰۳
— ابویعلی موصلی: ۹۳
— ابوالحسن اشعری: ۶۰
— ابوالسعود، مفسر: ۲۴
— ابوالشیخ اصبہانی: ۱۲۳
— ابوالمعالی محمود شکری آلوسی: ۷۴
— ابوالقاسم قشیری: ۵۸
— احمد بن محمد بن حنبل: ۱۲۰
— احمد رضا خان بریلوی: ۶۷

— ازدی: ۹۴
— اصبہانی: قِوام السنۃ: ۱۴۵
— انس بن مالک ؓ: ۹۱
— انور شاہ کشمیری: ۷۳
— اوس بن اوس ؓ: ۱۰۹
— بخاری: ۷۱
— بدرالدین عینی: ۵۵
— بیضاوی: ۱۹
— بیہقی: ۷۰
— البارزی: ۱۵۷
— تاج الدین سبکی: ۵۸
— تاج الدین فاکہانی: ۱۶۵
— تفتازانی: ۴۳
— تقی الدین سبکی: ۷۲
— تمیم داری ؓ: ۴۳
— جابر بن عبداللہ ؓ: ۱۷
— جاحظ: ۱۷۴
— جعفر صادق: ۶۶
— جلال الدین سیوطی: ۷۳
— حاکم: ۹۷
— حسن بصری: ۱۹
— خازن: ۲۰
— خطیب بغدادی: ۱۲۱
— خیرالدین نعمان بن محمود آلوسی: ۳۵
— دارقطنی: ۹۴
— دارمی: ۱۵۱
— ذہبی: ۳۳
— راغب اصفہانی: ۱۸
— زبیر بن بکار: ۱۵۱
— زہری: ۲۴
— سخاوی: ۱۱۶
— سعید بن مسیّب: ۹۸
— سفیان ثوری: ۹۸
— سلطان محمود غزنوی: ۵۷
— سہیلی: ۸۶
— شافعی، امام: ۲۳
— شاہ عبدالعزیز دہلوی: ۷۰
— شاہ محمد اسحاق دہلوی: ۳۴
— شاہ ولی اللہ: ۷۰
— شیخ زادہ: ۲۰
— ظفر احمد عثمانی: ۵۱
— عائشہ رضی اللہ عنہا: ۷۸
— عباس بن عبدالمطلب ؓ: ۶۴
— عبدالحق دہلوی: ۱۱۸

Maktaba Tul Ishaat.com

- عبدالرحمٰن بن کعب: ۲۳
- عبدالقاہر بغدادی: ۱۵۸
- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: ۱۲۰
- عبداللہ بن مسعود: ۱۶
- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ۷۵
- عروۃ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ: ۱۰۴
- عفیف الدین یافعی: ۱۶۱
- عقیلی: ۹۴
- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ۸۱
- عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: ۱۴۴
- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: ۳۱
- فاطمہ رضی اللہ عنہا: ۱۶۸
- فخر الدین رازی: ۷۹
- قرطبی [مفسر]: ۱۵۵
- قشیری: ۵۸
- قِوام السنۃ: اصبہانی: ۱۴۵
- قیس بن قبیصۃ رضی اللہ عنہ: ۱۶۷
- کاسانی: ۲۵
- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ: ۲۴
- کلینی: ۶۶
- مالک بن انس، امام: ۲۳
- مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہ: ۱۰۴
- مبارک پوری: ۱۲۶
- مجلسی: ۶۷
- محمد اسحاق دہلوی: ۳۴
- محمد انور شاہ کشمیری: ۷۳
- محمد بن کرام: ۵۲
- محمد سرفراز خان صفدر: ۴۴
- محمود بن سبکتگین: ۵۷
- مِزّی: ۱۷۶
- مسلم بن حجاج: ۱۰۱
- مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی: ۵۰
- مفتی کفایت اللہ دہلوی: ۵۰
- مفتی محمد شفیع دیوبندی: ۸۳
- ملا علی قاری: ۴۳
- مناوی: ۷۴
- منذری: ۱۱۲
- نعمان بن محمود آلوسی: ۳۵
- نووی: ۱۱۶
- یحییٰ بن معین: ۱۱۵

فہرسِ رُواۃ

[جن کی ان کتابوں میں جرح یا تعدیل کی گئی]

- ابن حرملۃ، قوی نہیں: ۱۱۷
- ابوالجہم ازرق بن علی حنفی: صدوق، یغرب: ۹۶، ۱۴۱
- ابوحامد احمد بن علی حسنوی: ناقابل اعتماد: ۹۷، ۱۴۶
- ابورافع = اسماعیل بن رافع: ضعیف: ۱۱۲
- ابوسعید حسن بن علی بن صالح، احادیث وضع کرنے اور احادیث چوری کرنے سے بدنام تھا: ۱۷۱
- ابومحمد کوفی، مجہول ہے: ۱۶۷
- احمد بن عیسیٰ مصری تستری، کذاب تھا: ۱۴۹
- حجاج بن اسود: منکر الحدیث: ۹۴، ۱۴۲
- حسن بن قتیبہ مدائنی: متروک، ہالک: ۹۳، ۱۴۲
- خالد بن زید، غیر منسوب: ۴۱، ۱۱۱
- خراش بن عبداللہ، وضع حدیث سے متہم اور ساقط الاعتبار تھا: ۱۷۰
- زاذان: ثقہ، شیعی اور کثرت سے غلطیاں کرنے والا تھا: ۱۱۹ - ۱۲۰
- سعید بن ابی سعید مقبری، وفات سے چار سال قبل اختلاط کا شکار ہوئے تھے: ۱۵۰
- سعید بن ابی ہلال، ضعیف: ۱۱۱
- سفیان بن سعید ثوری: ثقہ، مدلس: ۱۲۰
- سیف بن عمر وضی، واقدی کی طرح تھا۔ جابر جعفی اور دیگر مجہول راویوں سے روایت کرتا ہے۔ متروک تھا۔ زندقہ سے بدنام ہے۔ اُس کی عام روایتیں منکر ہوتی ہیں۔...... احادیث وضع

Maktaba Tul Ishaat.com

کرنے سے بدنام تھا۔: ۱۷۳
– عبدالرحمٰن بن احمد اعرج: مجہول، مستور: ۱۲۴، ۱۲۶
– عبداللہ بن نافع الصائغ، لین الحدیث: ۱۱۴
– عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد مکی، منکر الحدیث ہے۔ اخبار وروایات میں الٹ پلٹ اور ہیر پھیر کرتا ہے۔ مشاہیر سے مناکیر کی روایت کرتا ہے اس لیے چھوڑ دینے کا مستحق ہے: ۱۷۰
– عبیداللہ بن ابی حمید ہذلی: متروک الحدیث: ۹۶
– عثمان بن دینار: باطل اور بے اصل واساس روایات نقل کرتا ہے: ۱۱۴، ۱۴۵، ۱۷۶
– عطاء، مولیٰ ام حبیبہ، کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟: ۱۵۰
– غافقی: ۴۱: ۱۱۱
– محمد بن اسحاق: ۱۵۰
– محمد بن عباس حمصی: مجہول: ۹۸، ۱۴۶
– محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ: سیئ الحفظ: ۹۸
– محمد بن مروان سدی صغیر: غیر ثقہ، موضوع روایات نقل کرتا ہے، متروک ہے: ۱۲۲، ۱۲۳
– مؤمل بن اسماعیل قرشی: صدوق، سیئ الحفظ: ۹۶
– مستلم بن سعید: صدوق، وہم کا شکار: ۹۶: ۱۴۱
– نافع بن محمود: مجہول: ۱۲۶
– یحییٰ بن ایوب: ۴۱، ۱۱۱
– یزید بن عبداللہ بن قسیط: لا بأس بہ، قوی نہیں: ۱۱۷، ۱۶۲
– یوسف بن عطیہ: ۱۴۲-۱۴۳

فہرسِ اصطلاحات، بلدان، فرق

– تُستر: ۳۹
– جس راوی کو امام دارقطنی اور امام ابن حبان ثقہ اور عادل کہتے ہیں وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور رہتا ہے: ۱۲۹
– حاطب لیل: ۷۶
– سنن ابن ماجہ: امام ابن ماجہ کی کتاب میں بکثرت منکر وموضوع روایات ہیں، اس لیے اُن کی کتاب کا درجہ گرا ہوا ہے۔ حافظ ابوزرعہ کی تصریح کے مطابق اس میں تقریباً تیس کے لگ بھگ احادیث مطروح اور ساقط الاعتبار ہیں: ۷۲
– شہرت: ۷۱
– صحت: ۷۰
– قبولیت: ۷۱
– کرامیہ: ۵۳
– مسند شافعی: یہ امام شافعی کی مرتب کردہ مسند نہیں بلکہ نیشاپوری علماء میں سے کسی نے کتاب الام وغیرہ کی اُن احادیث کو جو اُن کے مسلک پر دال ہیں اور جن کے سماع میں ابوالعباس اصم از شیخ ربیع منفرد تھے یکجا کر دیا ہے: ۷۱

Maktaba Tul Ishaat.com

فہرسِ مصادر و مراجع

[اِن دونوں کتابوں کے علمی منابع]

-ابجد العلوم، صدیق بن حسن القنوجی، منشورات وزارۃ الثقافۃ دمشق، ۱۹۷۸ء

-اِجتماع الجیوش الاسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، ابن القیم الجوزیۃ الدمشقی، دار الباز مکۃ المکرّمۃ ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴ء

-احسن الفتاویٰ، مفتی رشید احمد، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۵ھ

-احسن الکلام فی ترک القراءۃِ خلف الامام، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ نومبر ۲۰۰۴ء

-اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق، محدث دہلوی، دار الاشاعت، کراچی

-ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، ابو السعود محمد بن محمد العمادی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء

-اُسْدُ الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن الاثیر، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۳۳ھ=۲۰۱۲ء

-اصول الکافی، محمد بن یعقوب کلینی رازی، دار الاسوۃ للطباعۃ والنشر، ایران، ۱۴۲۵ھ

-اَعلام العراق، محمد بہجۃ الاثری، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۵ھ

-اَکابر علماءِ دیوبند، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۹ء

-امداد الاحکام، مولانا ظفر احمد عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۳۰ھ=۲۰۰۹ء

-امداد الفتاویٰ، مولانا اشرف علی تھانوی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء

-اِنباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ضمن الحاوی للفتاوی، حافظ جلال الدین سیوطی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ

-اِنباء الغمر بابناء العمر، حافظ ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء

-اَنوار التنزیل واَسرار التاویل، المعروف: تفسیر البیضاوی، ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی تقدیم: محمد عبد الرحمٰن المرعشلی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸ء

-اَہوال القبور واَحوال اہلہا الی النشور، حافظ عبد الرحمٰن بن احمد ابن رجب، تحقیق وتعلیق: خالد عبد اللطیف دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء

-الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ابن بلبان فارسی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء

-الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البر قرطبی، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۲۸ھ

-الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، بدون تاریخ

-الاصمعیات، ابو سعید عبد الملک بن قُریب بن عبد الملک، تحقیق: احمد محمد شاکر و عبد السلام ہارون، بیروت، لبنان، بدون نامِ ناشر و تاریخ اشاعت

-الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء، ریاض ۱۴۲۴ھ=۲۰۰۳ء

-الاعلام، خیر الدین زِرِکلی، دار العلم للملایین، بیروت ۱۹۷۴ء

-باب جنت بجواب راہِ جنت، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

-بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابو بکر کاسانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۵ء

-بیس بڑے مسلمان، عبد الرشید ارشد، مدرسہ رشیدیہ، ساہیوال

-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱ء

-البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن التاسع، محمد بن علی شوکانی، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۸ھ

-البلاغ کا مفتی اعظم نمبر، مکتبہ دار العلوم کراچی

-تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حافظ ذہبی، تحقیق: ڈاکٹر عبد السلام تدمری، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰ء

-تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، دار الکتب العربیۃ، بیروت، بدون تاریخ

-تاریخ مدینۃ دمشق، ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸ء

-تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، جولائی ۱۹۹۸ء

-تحفہ اثنا عشریہ، شاہ عبد العزیز دہلوی، سہیل اکیڈمی، لاہور

-تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن مزی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء

-تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، سیوطی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء

-تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، بدون تاریخ

-تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی، ترجمہ: محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱ء

-تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ

Maktaba Tul Ishaat.com

نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹ء
– تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ۱۴۱۶ھ=۱۹۹۶ء
– تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء
– تفسیر ابن کثیر، دار القلم بیروت، بدون تاریخ
– تفسیر روح المعانی، سید محمود آلوسی بغدادی، دار إحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء
– تفسیر مولانا عبد الماجد دریابادی، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، بدون تاریخ
– تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی، دار إحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۷ء
– تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، تحقیق: محمد عوامۃ، دار الیسر، بیروت ۱۴۳۰ھ=۲۰۰۹ء
– تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر، ابن جوزی، ادارہ إحیاء السنۃ، گھر جاکھ، بدون تاریخ
– تنویر الحلک فی إمکان رؤیۃ النبی والملک، مندرجہ الحاوی للفتاوی، حافظ جلال الدین سیوطی، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
– تہذیب السنن، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف ابن قیم، تحقیق: ڈاکٹر اسماعیل بن غازی مرحبا، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۸ھ=۲۰۰۷ء
– تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ابن زیدان، دار إحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۴ء
– تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مزی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء
– التاریخ، یحییٰ بن معین، تحقیق ودراسۃ: احمد محمد نور سیف، جامعۃ الملک عبد العزیز، مکۃ المکرمۃ ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹ء
– الترغیب والترہیب، عبد العظیم بن عبد القوی منذری، دار إحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۸ھ=۱۹۶۸ء
– الثقات، ابن حبان: محمد، دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ=۱۹۷۳ء
– جلاء الافہام فی فضل الصلاۃ والسلام علی محمد ﷺ خیر الانام، ابن قیم الجوزیۃ، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان، دار ابن الجوزی، الدمام، سعودی عرب، ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ
– جلاء العینین بمحاکمۃ الاحمدین، سید نعمان خیر الدین الشہیر بابن الآلوسی البغدادی، مطبعۃ المدنی، قاہرہ، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء
– الجامع الصغیر من الاحادیث البشیر النذیر، مع شرحہ فیض القدیر، حافظ سیوطی، دار الفکر بیروت
– الجرح والتعدیل، ابو حاتم رازی، المکتبۃ العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
– الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ، عبد القادر قرشی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵ء

– حاشیۃ محیی الدین شیخ زادہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی علی تفسیر القاضی البیضاوی، ضبط وتحقیق: محمد عبد القادر شاہین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۳۴ھ=۲۰۱۳ء
– حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ
– حیاۃ الانبیاء علیہم السلام بعد وفاتہم، حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، تحقیق: الدکتور احمد بن عطیۃ اللہ الغامدی، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱ء
– الحاوی للفتاوی، حافظ جلال الدین سیوطی، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
– خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین، مصنف: شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، مترجم: سید ابو احمد سجاد بخاری، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، مکتبہ دار العلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی ۱۴۲۹ھ=۲۰۰۸ء
– خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، محبی، بدون ذکر المطبعۃ والتاریخ
– الخطط المقریزیۃ: کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، تقی الدین ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر، تحقیق: خلیل المنصور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸ء
– الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، ابن حجر عسقلانی، دار الجیل بیروت ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۳ء
– الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ، شیخ آغا بزرگ محمد حسن، نزیل سامراء، مطبوعہ ایران ۱۳۵۵ھ
– راہِ ہدایت، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، مارچ ۱۹۶۶ء
– رد المحتار علی در المختار، حاشیۃ ابن عابدین: محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ
– روح المعانی، سید محمود آلوسی بغدادی، دار إحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء
– روض الریاحین فی حکایات الصالحین، عفیف الدین بن اسعد یافعی، المطبعۃ المیمنیۃ، مصر ۱۳۰۷ھ
– الروح، امام ابن القیم، تحقیق: د۔ بسام علی سلامہ العموش، دار ابن تیمیۃ، الریاض ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء
– زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن قیم، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰ء
– سنن ابی داؤد، اعداد: عزت عبید الدعاس، دار الحدیث بیروت ۱۳۸۸ھ=۱۹۶۹ء
– سنن ترمذی: محمد بن عیسی، ترقیم: محمد فواد عبد الباقی، دار الکتاب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
– سنن دار قطنی، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، بدون تاریخ
– سنن دارمی، تحقیق: فواد احمد زمرلی، دار الریان قاہرہ ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
– سنن نسائی، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸ء
– سیر اعلام النبلاء، ذہبی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰ء
– شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، الفیصل، لاہور، بدون تاریخ

Maktaba Tul Ishaat.com

–شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابن عماد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

–شرح نخبۃ الفکر، ابن حجر عسقلانی، مکتبۃ الغزالی دمشق، بدون تاریخ

–شرح العقیدۃ الطحاویۃ، امام قاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی، تحقیق: الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء

–شرح المقاصد، مسعود بن عمر تفتازانی، اشاعت اسلام کتب خانہ پشاور، بدون تاریخ

–شعب الایمان، بیہقی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء

–شفاءُ السقام في زيارة خير الأنام ﷺ، تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی السبکی، تحقیق: حسین محمد علی شکری دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۸ء

–شم العوارض فی ذم الروافض، ملا علی قاری، تحقیق: ڈاکٹر مجید خلف، مرکز الفرقان علی الشبکۃ العنکبوتیۃ، ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء

–الشافی، اردو ترجمہ اصول کافی، سید ظفر حسن، ظفر شمیم پبلی کیشنز، کراچی، اگست ۲۰۰۴ء

–صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل، تحقیق: ابن باز، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۴ء

–صحیح مسلم بن حجاج، ترقیم: محمد فواد عبدالباقی، مصطفی البابی الحلبی، مصر، بدون تاریخ

–صفۃ الصفوۃ، جمال الدین ابوالفرج ابن الجوزی، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۸ء

–الصارم المنکی فی الرد علی السبکی، محمد بن احمد بن عبدالہادی، تحقیق و تخریج: ابوعبدالرحمٰن السلفی، مؤسسۃ الریان بیروت، ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء

–الضعفاء الکبیر، عقیلی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

–الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، حافظ سخاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ = ۲۰۰۲ء

–طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، عبدالوہاب بن علی سبکی، فیصل عیسی البابی الحلبی، مصر، بدون تاریخ

–طبقات ابن سعد = الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، دار صادر بیروت، بدون تاریخ

–عجالہ نافعہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ

–عقائد علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت مع حیات النبی ﷺ، عزیز الرحمٰن عزیزی، ضیاء القرآن کتب خانہ پشاور

–عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الفاظ، احمد بن یوسف بن عبدالدائم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۶ء

–عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، محمود بن احمد عینی، مصطفی البابی الحلبی مصر، ۱۳۹۲ھ = ۱۹۷۲ء

–العبر فی خبر من غبر، ذہبی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

–العرف الشذی شرح سنن الترمذی، محمد انور شاہ کشمیری، دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء

–غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی، ابوالمعالی محمود شکری آلوسی بغدادی، بدون نام ناشر و طابع و بدون تاریخ

–غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ابن الجزری، مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۵۱ھ = ۱۹۳۲ء

–فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل مدلل، مفتی عزیز الرحمٰن، دار الاشاعت، کراچی، ستمبر ۲۰۰۲ء

–فتاویٰ رضویہ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۵ء

–فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، ۱۴۰۱ھ = ۱۹۸۱ء

–فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، عبدالرحیم بن حسین عراقی، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ = ۲۰۰۰ء

–فضائل درود، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، ادارہ اشاعتِ دینیات، لاہور

–فوات الوفیات، محمد بن شاکر کتبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ = ۲۰۰۰ء

–فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ، محمد عبدالحلیم چشتی، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی، ۱۳۸۳ھ = ۱۹۶۴ء

–فیض الباری علی صحیح البخاری، من امالی الفقیہ المحدث محمد انور الکشمیری، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ = ۲۰۰۵ء

–الفصل فی الملل والاہواء والنحل، امام ابومحمد علی بن حزم اندلسی ظاہری، مکتبۃ المثنی، صیدا

–القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ، حافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، تحقیق: محمد عوامۃ دار المنہاج، جدۃ، ۱۴۲۸ھ = ۲۰۰۷ء

–القول المعتبر فی حیاۃ خیر البشر، حافظ عبدالجبار سلفی دیوبندی، بسلسلہ رد مماتیت، مکتبۃ الجنید، جولائی ۲۰۰۸ء

–کتاب الایمان، حافظ محمد بن اسحاق بن یحییٰ بن مندۃ، إحیاء التراث الاسلامی، مدینہ منورہ، ۱۴۰۱ھ = ۱۹۸۱ء

–کتاب البعث والنشور، حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، تحقیق: شیخ عامر احمد حیدر، مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء

–کتاب التذکرۃ فی أحوال الموتی وأمور الآخرۃ، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری، تحقیق: ڈاکٹر صادق بن محمد بن ابراہیم، مکتبۃ دار المنہاج، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۳۱ھ

–کتاب الرد علی الاخنائی، حافظ ابن تیمیۃ، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ، ریاض، بدون تاریخ

–کتاب المصاحف، ابوبکر عبداللہ بن سلیمان، ابن ابی داؤد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ = ۲۰۰۲ء

–کفایت المفتی، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، دار الاشاعت کراچی، جولائی ۲۰۰۱ء

–الکاشف عن حقائق السنن، طیبی، مکتبۃ نزار مصطفی، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء

–الكافية الشافية في الإنتصار للفرقة الناجية المعروف بالقصيدة النونية، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء

Maktaba Tul Ishaat.com

-الکامل فی ضعفاء الرجال،ابن عدی:عبداللہ جرجانی،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
-لباب التاویل فی معانی التنزیل=تفسیر الخازن:علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی،وحیدی کتب خانہ پشاور،بدون تاریخ
-لسان المیزان،ابن حجر عسقلانی،دارالفکر بیروت،بدون تاریخ
-لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح،عبدالحق محدث دہلوی،تحقیق:ڈاکٹر تقی الدین ندوی،مکتبہ علوم اسلامیہ،لاہور،پاکستان،بدون تاریخ
-ماہنامہ الشریعۃ،گوجرانوالہ،امام اہل سنت نمبر،جولائی-اکتوبر ۲۰۰۹ء
-مجمع الزوائد،نورالدین ہیثمی،دارالفکر بیروت،۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
-مجموع الفتاوی،ابن تیمیۃ،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء
-مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،علامہ ملا علی قاری،تحقیق:صدقی محمد جمیل العطار،المکتبۃ التجاریۃ،مکۃ المکرمۃ
-مسند ابی یعلی الموصلی:احمد بن علی،دارالمامون للتراث دمشق،۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
-مسند احمد بن محمد بن حنبل،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء
-مسند اسحاق بن راہویہ،دارالکتاب العربی،بیروت،۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲ء
-مسند الامام الاعظم ابی حنیفہ مع حاشیہ تنسیق النظام،نور محمد کارخانہ تجارت کتب،آرام باغ،کراچی،بدون تاریخ
-مسند البزار،تحقیق:ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ،مکتبۃ العلوم والحکم،مدینہ منورہ،۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸ء
-مشکاۃ المصابیح،محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی،تحقیق:سعید اللحام،دارالفکر بیروت،۱۴۱۱ھ=۱۹۹۱ء
-مُصَنَّف ابن ابی شیبۃ،تحقیق:محمد عوامۃ،المجلس العلمی،جوہانسبرگ،ساؤتھ افریقہ،۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء
-معارف القرآن،مفتی محمد شفیع،ادارۃ المعارف کراچی،بدون تاریخ
-معانی القراءات،ابومنصور محمد بن احمد ازہری،۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء،نام طابع وناشر ندارد
-معجم البلدان،یاقوت بن عبداللہ حموی،دار إحیاء التراث العربی،۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹ء
-مقدمۃ ابن الصلاح،المکتبۃ السلفیۃ،مدینہ منورہ،۱۳۸۹ھ=۱۹۶۹ء
-ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی،حامد اینڈ کمپنی،اردو بازار،لاہور
-میزان الاعتدال فی نقد الرجال،ذہبی،دارالمعرفۃ بیروت،بدون تاریخ
-المجروحین من المحدثین،ابن حبان،دارالصمیعی،سعودی عرب،۱۴۲۰ھ=۲۰۰۰ء
-المستدرک،ابوعبداللہ الحاکم،دارالکتاب العربی بیروت،بدون تاریخ
-المعجم المختص بالمحدثين،ذہبی،مکتبۃ الصدیق،الطائف،۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء

-المغنی،ابن قدامۃ المقدسی،بیت الافکار الدولیۃ،اردن،بدون تاریخ
-المغیر علی الاحادیث الموضوعۃ فی الجامع الصغیر،ابوالفیض احمد الغماری،دارالرائد العربی بیروت،بدون تاریخ
-المفردات فی غریب القرآن،راغب:حسین بن محمد اصفہانی،دارالمعرفۃ بیروت،بدون تاریخ
-الموضوعات،ابن جوزی،المکتبۃ السلفیۃ مدینہ منورہ،۱۳۸۶ھ=۱۹۶۶ء
-نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر،عبدالحی حسنی،طیب اکادمی ملتان،۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء
-النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ،ابن تغری بردی،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء
-وحدتِ امت،مفتی محمد شفیع دیوبندی،دارالاشاعت کراچی فروری ۱۹۷۸
-وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان،احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان،منشورات الرضی،قم،ایران،۱۳۶۴ش
-ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری،ابن حجر عسقلانی،دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور،۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء

Maktaba Tul Ishaat.com

ایک اَہم واقعہ، اہم نکتہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''ایک اہم واقعہ بھی آپ کے گوش گذار کروں جو اہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی۔ قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے، ایک سال اسی جلسہ میں تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نمازِ فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا حضرت! کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے میاں مزاج کیا پوچھتے ہو؟ عمر ضائع کر دی! میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گذری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں، مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی! فرمایا: میں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کر دی! میں نے عرض کیا: حضرت بات کیا ہے؟

فرمایا: ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مَسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا! اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم اُن پر کوئی اِحسان کریں، اُن کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا وہ تو ہمارے محتاج نہیں اور امام شافعی، مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں کیا حاصل ہے اِس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو صَوَابٌ مُحْتَمِلُ الْخَطَأ [درست مسلک جس میں خطأ کا احتمال موجود ہے] ثابت کر دیں اِس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ان تمام بحثوں، تدقیقات اور

تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔

پھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہ کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطأ، اِجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں اُن کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوِش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح، یا یہ کہ یہ صحیح ہے لیکن اِحتمال موجود ہے کہ یہ خطأ ہو اور وہ خطأ ہے اِس اِحتمال کے ساتھ کہ صواب ہو، دنیا میں تو یہ ہے ہی، قبر میں بھی منکر نکیر نہ پوچھیں گے کہ رفعِ یدین حق تھا یا ترک رفعِ یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی یا بالسر حق تھی؟ برزخ میں بھی اِس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ شافعی کو رُسوا کرے گا نہ ابوحنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو رحمۃ اللہ علیہم...... تو جس چیز کو نہ دنیا میں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں، نہ محشر میں اُسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی، اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سب ہی کے نزدیک اَہم تھیں جن کی دعوت انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جن کی دعوت عام کرنے کا ہم کو حکم دیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض تھی، آج اُن کی دعوت نہیں دی جا رہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے و اَغیار اس کے چہرے مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، اِلحاد پھیل رہا ہے، شرک و بت پرستی چل رہی ہے، حرام و حلال کا اِمتیاز اُٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں۔ شاہ صاحب نے فرمایا یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔''

[وحدتِ امت، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، صفحہ: ۱۵-۱۷، دارالاشاعت کراچی فروری ۱۹۷۸ء]

Maktaba Tul Ishaat.com

رَبَّنَاتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْارَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْن

-اِسی قلم سے-

-١: الآثَارُالمَرْفُوْعَةُ فِي الأخْبَارِالْمَوْضُوْعَةُ [عربی، تحقیق، تخریج، تعلیق]

-٢: اصول بحث وتحقیق علوم شرعیہ [اردو]

-٣: أنبیائے کرام پر اعتراضات کا علمی جائزہ [اردو، تحقیق]

-٤: أسماء اللہ الحسنٰی [اردو]

-٥: أَنْبَاءُ الأَذْكِيَاء بِحَيَاةِ الأَنْبِيَاء [اردو ترجمہ، تحقیق، تعلیق]

-٦: الأَسْرَارُالمَرْفُوعَةُ في الأَخْبَارِ المَوْضُوعَةِ، دوجلد [اردو ترجمہ، تحقیق، تعلیق]

-٧: بصائر السنۃ، دوجلد [اردو، تحقیق، تخریج، تعلیق]

-٨: البصائر لمنكري التوسل بأهل المقابر کا تحقیقی جائزہ [اردو]

-٩: تَبْيِيْنُ العَجَبِ بِمَا وَرَدَ فِي فَضْلِ رَجَب [عربی، تحقیق وتعلیق]

-١٠: ترجمۃ القرآن الکریم [پشتو]

-١١: تسہیل بلغۃ الحیران، دوجلد [اردو، تحقیق وتعلیق]

-١٢: توضیحات [اردو]

-١٣: التُّحْفَةُ الكَرِيْمَة في بعض الأحاديث الضَّعِيْفة والسَّقِيْمَة [اردو، ترجمہ، تحقیق وتعلیق]

-١٤: حياة الأنبياء عليهم السَّلام بعد وفاتهم [اردو، ترجمہ، تحقیق وتعلیق]

-١٥: خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین [اردو، تحقیق، تعلیق]

-١٦: اَلْخَيْرُ الكَثِير في قَبَسَاتٍ مِّنْ كُتُبِ التَّفْسِير [عربی]

-١٧: زَادُالطَّالِبِين مِن كَلَامِ رَسُولِ رَبِّ العَالَمِين ﷺ [پشتو ترجمہ، تحقیق، تعلیق]

-١٨: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات کا علمی جائزہ [اردو، تحقیق]

Maktaba Tul Ishaat.com

–۱۹: علمی کشکول [اردو]

–۲۰: قاموس الکتاب [اردو]

–۲۱: اَللُّبَاب فِي تَأوِيلِ أَلْفَاظٍ أُشْكِلَتْ فِي الْكِتَاب [عربی]

–۲۲: مختصر خلاصہ مضامین قرآن مجید

–۲۳: مسنون أذکار [اردو]

–۲۴: مطالعہ قرآن مجید [پہلی جلد، اردو]

–۲۵: معرفۃ علوم الحدیث [اردو]

–۲۶: معرفۃ علوم القرآن، دو جلد [اردو]

–۲۷: مَنَاهِجُ المُحَدِّثِين [اردو]

–۲۸: مَنَاهِجُ المُفَسِّرِيْن [اردو]

–۲۹: اَلمَجْمُوعَة فِي الأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ وَالمَوضُوعَة [اردو]

–۳۰: مِفْتَاحُ الجَنَّةِ فِي الإحتِجَاجِ بِالسُّنَّةِ، حافظ جلال الدین سیوطی [عربی، تحقیق، تعلیق]

–۳۱: منتخب علمی مکاتیب [اردو]

–۳۲: موضاعات الصُّغَاني [اردو، تحقیق و تعلیق]

–۳۳: نیل السائرین في طبقات المفسرین [اردو، تحقیق و تعلیق]

زیر تحقیق

–الإعلان بالتَّوبیخ لم ذَمَّ التَّاریخ، حافظ سخاوی [اردو ترجمہ و تحقیق]

–بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز دہلوی [اردو ترجمہ و تحقیق]

–البَصَائِر لِلْمُتَوَسِّلِيْنَ بِالْمَقَابِر [اردو ترجمہ و تحقیق و تعلیق]

–خلاصہ مضامین قرآن مجید